حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی   دام تزویر مکن چون دگران قرآن

لسان الغیب خواجہ شمس الملة والدین الملقب بہ حافظ شیراز رحمۃ الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یباچہ اردو فارسی کتابون مین غالباً پہلی کتاب ہے جسکا دیباچہ اردو مین لکھا گیا ہے۔ گو ہندوستان مین
ب تک یہ طرز اجنبی معلوم ہوتا ہو لیکن ممالک یورپ مین جس قدر عربی و فارسی کتابین چھپکر جس ملک کے مطبع
سے شائع ہوتی ہین اُس ملک کی زبان مین (گو وہ کیسی ہی محدود ہو) اُسکا دیباچہ بھی ہوتا ہے۔ اِس دیوان
ین نامی پریس نے یورپ کی تقلید کی ہے اور دیوان حافظ کے دیباچہ کو ہندوستان کی
ب سے وسیع زبان اردو مین تحریر کیا ہے تاکہ جو لوگ اِس طرز کو مناسب سمجھین وہ اسی تقلید
ندہ اور کتابین شائع کرین۔

اگر پرانے خیالات کے حضرات اِس جدت کو پسند نفرمائین تو اُنکے مذاق کے موافق پرانا دیباچہ جو
ارسی زبان مین ہے وہ بھی شامل کتاب کردیا گیا ہے جسمین خواجہ حافظ رحمۃ اللہ کے حالات اور اُنکے کلام
معجز نظام کی خوبیان دکھلائی گئی ہین۔ مگر یہ دیباچہ خاصکر اُن حضرات کی دلچسپی اور معلومات کے لیے
ما جاتا ہے جنکو یا تو اردو زبان سے خاص مناسبت ہے یا فارسی سے کم ماہر ہین اور دیوان حافظ
ے اسی قدر قدردان ہین کہ اُسکو جزدان مین ملفوف کرکے گھر مین رکھتے ہین اور عند الضرورت اُس سے
پنے مطلب کی فال تلاش کرتے ہین۔

نکے ابتدائی حالات

حافظ کا اصلی نام شمس الدین محمد اور والد کا نام شیخ کمال الدین تھا جنکا اصلی وطن
ی و سرکان تھا۔ کسی وجہ سے ترک وطن کرکے شیراز مین آباد ہوئے اور یہین حافظ کی ولادت ہوئی۔

تویسرکان اسوقت ایک مختصر آبادی کا نام تھا جو شہر نہاوند سے شمال کی جانب واقع تھی۔ نہاوند حدود ہمدان مین
وقت تک موجود ہے

سنہ پیدایش کا پتہ کہین نہین لگتا - اِس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آلِ مظفر کی حکومت کا تھا - عموماً دیکھا گیا ہے کہ ممالک ایشیا مین ذاتی ترقی اور شہرت حاصل کرنے والون کے ابتدائی حالات نہین ملتے ہین اسلیے حافظ کے حالات کا تلاش کرنا کوہ کندن سے کم نہین ہے تاہم اِس قدر معلوم ہو گیا ہے کہ حافظ نے ابتدا مین مولانا شمس الدین عبداللہ شیرازی اور علامہ سید شریف سے تحصیل علوم کی علم قرآن و تفسیر القرآن کے ماہر ہوئے کلام اللہ بر زبان یاد کیا اور حافظ کے لقب سے مشہور ہو گئے - حاجی قوام الدین وزیر کو حافظ کی سرپرستی منظور ہوئی - ایک دینی مدرسہ شیراز مین قائم کر کے حافظ کو اُسکا مدرس مقرر کر دیا - حافظ مدت تک اُسمین تفسیر القرآن کا درس دیتے رہے - ہر پنجشنبہ کو بعد عشا کے صبح تک نہایت خوش الحانی اور قرأت سے قرآن پاک کو ختم کرتے رہے اور عالمون، فاضلون، اور درویشون کی صحبت سے عرصے تک اکتساب کمالات کرتے رہے -

شاعری حافظ کی طبیعت مین نطرۃً شاعرانہ حرارت مخفی تھی جس سے شعلے نکلنے کا وقت قریب آگیا تھا بالآخر وہ زور سے بھڑکی اور جو حافظ کہ حافظِ قرآن ہونے کی وجہ سے حافظ کہلاتے تھے تھوڑا عرصہ گذرنے پایا کہ وہ اپنے تخلص کی وجہ سے **خواجہ حافظ** ہو گئے - شاعری کا رنگ اِس تیزی سے چڑھا کہ اگلے پند و نصائح پھیکے پڑ گئے - مقدس صحبتون سے گریز کرنے لگے اور خفیہ خفیہ مستانِ الست اور رندانِ بادہ پرست کے جھگھٹون مین شریک ہونے لگے - آخر تا کجے ایک روز اعلان کرنا ہی پڑا -

تا ز میخانہ و مے نام و نشان خواہد بود سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغان خواہد بود

حافظ کا رنگ بدلا تو فقرا و درویشون نے لعنت ملامت کی بوچھار، اور علما و واعظین نے کفر کے فقرون کی بھرمار شروع کی - حافظ نے بھی اپنی نوکِ زبان سے پیکانِ تیر کا کام لیا اور جو حرف شانہ تا کا کبھی خطا نہ کیا - حافظ کا دیوان انھی تیرون کا ترکش ہے جسکے بعض نمونے درج ذیل ہین -

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر میکنند چون بخلوت میروند آن کارِ دیگر میکنند

حافظ مکن ملامتِ رندان کہ از ازل ما را خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد

بادہ نوشی کہ درو ہیچ ریائے نبود بہتر از زہد فروشی کہ درو روئے و ریاست

بزیرِ دلق مرقع کمندہا دارند　　　درازدستیِ این کوتہ آستینان بین

غرضکہ اُدھر سے نثر مین طولانی ارشادات، اِدھر سے نظم مین نپے تُلے خیالات، اُدھر سے اونچے اونچے پھلتے ہوئے جربے - اِدھر سے مشقی اور منجی ہوئی چوٹین ایک عرصے تک چلتی رہنے سے زمانے نے حافظ کا لوہا مان لیا اور وہ تمام اسلامی دنیا مین اِس قدر مشہور ہوگئے کہ دور و دراز مقامات سے جلیل القدر بادشاہون اور امیرون کے تحائف اور دعوت کے اشتیاق نامے آنا شروع ہوئے۔

شہرت تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ میرزا فضل اللہ شیرازی جو علامۂ تفتازانی کے شاگرد تھے اور اُس زمانے مین سلطان محمود شاہ بہمنی والی جنوبی ہند کے وزیر تھے۔ حافظ کا شہرہ سُنکر اپنے پادشاہ کی طرف سے حافظ کو دکن مین طلب کیا - حافظ آمادۂ سفر ہوگئے مگر ابھی کشتی مین سوار ہوکر جزیرۂ ہرمز دجزیرۂ فارس تک پہونچے تھے کہ بادِ مخالف کا سامنا ہوگیا - اِس قدر گھبرا گئے کہ کشتی کنارے پر پہونچائی گئی حافظ نے اُسی حالت مین ایک غزل لکھکر میرزا فضل اللہ کو بھیجدی جسکے دو شعر یہ ہین -

دمے باغم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد　　　بمے بفروش دلقِ ما کزین بہتر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غمِ دریا ببوی سود　　　غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

اور آپ کشتی سے اُترکر سیدھے شیراز کو چلتے ہوئے اور تمام عمر دریائی سفر سے حذر کیا۔

خشکی مین بھی حافظ کا دائرہ سیاحت شیراز سے یزد، کرمان، اور اصفہان تک ہے - دارالسلام بغداد شیراز سے بہت زیادہ دور نہ تھا مگر جب وہان کے حاکم سلطان احمد جلائر نے حافظ کو طلب کیا تو صاف انکار کر دیا - صرف ایک غزل اُسکی مدح مین لکھکر بھیجدی جسکے بعض اشعار درج ذیل ہین -

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی　　　احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم　　　بعدِ منزل نبود در سفر روحانی

از گلِ فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت　　　حبذا دجلۂ بغداد و می ریحانی

---

[۱] پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۱۴۰ مین درج ہے۔

[۲] پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۳۰۰ مین درج ہے۔

صاحب مفتاح التواریخ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ حافظ نے اپنے ایک مربی و دوست خواجہ امین الدین حسن وزیر سلطان ابو اسحاق سے ملنے کے لیے اصفہان کا سفر کیا ہنوز آنکے پاس تک نہ پہونچنے پائے تھے کہ ملازمان امین الدین حسن نے اُنکو ایک شرابی سمجھکر علت بدمستی مین گرفتار کرلیا اور شہر مین تشہیر کرایا ناگاہ یہ خبر خواجہ امین الدین حسن کو پہونچ گئی فوراً حافظ کو اپنے پاس بلوایا اور جو شخص اس تشہیر کا بانی ہوا تھا اُسکی نسبت حکم نافذ کردیا کہ باقی حصۂ شہر مین وہ مثل حافظ کے تشہیر کیا جائے۔ حافظ نے اپنے دوست کی شکرگذاری مین اُسی وقت ایک غزل لکھی جسکے تین شعر درج ذیل کیے جاتے ہین۔

مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم — ہواداری کویش را چو جان خویشتن دارم
الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ — کہ من در ترک پیمانہ دلی پیمان شکن دارم
بہ رندی شہرہ شد حافظ میان ہمدمان لیکن — چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

حافظ جوابی تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی مین لکھا ہے کہ جب امیر تیمور گورگان صاحبقران نے فارس فتح کیا اُس وقت تک حافظ شیراز زندہ تھے امیر نے اپنے روبرو طلب فرماکر پوچھا کیا یہ مطلع تمھارا ہے؟

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا — بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے دست بستہ عرض کیا کہ ہان ! فرمایا کہ مین نے بزور شمشیر ربع مسکون کے ایک بڑے حصے کو تسخیر اور مختلف ولایات کو ویران کرڈالا تو صرف اِسلیے کہ یہ دو شہر سمرقند و بخارا جو کہ میرے وطن مالوف اور تختگاہ مشہور ہین آباد رہین۔ تمنے جو اپنے معشوق کے ایک خال ہندو کے معاوضے مین دیڈالا تو وجہ؟ حافظ نے زمین بوس ہوکر عرض کیا کہ "اے سلطان عالم یہ اُسی غلط بخشی کا نتیجہ ہے جو مین اس حالت کو پہونچ گیا ہون کہ اب آپکی فیاضی کا محتاج ہون"۔ امیر اس لطیفے پر پھڑک گیا اور حافظ پر مہربان ہوا اور ایک معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

---

[1] پوری غزل دیوان ہٰذا کے صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰ مین درج ہے ۱۲

[2] برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف کو اس واقعہ سے انکار ہے اُسکے خیال مین حملۂ تیمور سے دو سال قبل حافظ کا انتقال ہوگیا تھا لیکن محمدن ڈائنیسٹیز مین مسٹر لین پول لکھتے ہین کہ تیمور نے ۱۳۷۹ء مین خوارزم اور اُسکے دو برس بعد ہرات فتح کیا۔ ۱۳۸۷ء مین اصفہان مین قتل عام کیا اور اسی سال مین شیراز پر قابض ہوگیا۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حافظ نے حملۂ تیمور سے دو برس بعد وفات پائی نہ کہ دو برس قبل ۱۲

خانگی زندگی | حافظ کی پرایوٹ لائف یعنی خانگی زندگی کے حالات کا پتہ بہت کم ملتا ہے اور جو کچھ ملتا ہے وہ جا بجا اُنھین کی نظمون سے ملتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ اُنھون نے اپنی زوجہ کے انتقال کا ذکر کیا ہے' ایک جگہہ اپنے ناکتخدا فرزند کی وفات پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ شیراز مین کوئی عورت شاخ نبات کے نام یا لقب سے مشہور تھی حافظ نے اپنے عشق کا اُسپر جا بجا اظہار کیا ہے۔ کتاب خزانۂ عامرہ مین بحوالۂ مرآۃ الصفا منقول ہے کہ "خواجہ حافظ کا ایک بیٹا مسمّے بہ شاہ نعمان ہندوستان مین آیا تھا مگر برہان پور مین اُسنے انتقال کیا جسکے مزار کا نشان ابتک موجود ہے"

وفات | بعض مورخون نے لکھا ہے کہ حافظ نے ضعیف العمری مین انتقال کیا مگر تاریخ ایران مسمی بہ آتشکدہ مرتبہ میرزا فرصت شیرازی مین حافظ کی کل عمر ۶۴ برس کی قرار دی ہے۔

معتبر تاریخون مین لکھا ہے کہ حافظ نے ۷۹۱ھ مین اُسی رندانہ حالت مین جو اُنھون نے اختیار کی تھی وفات پائی۔ تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پر بحث چھڑ گئی۔ بعض دینداروں نے اُنکی ظاہری حالت اور آزاد خیال ہونے کی وجہ سے شرکت مین تامل کیا۔ مگر حافظ اپنے کلام کی وجہ سے مقبول عام ہو چکے تھے اسلیے اکثر حضرات حافظ کی تائید کرنے لگے۔ جن مقدس بزرگون کو عذر تھا اُنھون نے زور دیا کہ وہ حافظ کے دیوان سے اکثر ایسے اشعار دکھا سکتے ہین جو ملحدانہ ہین اور اسکے ثبوت مین دیوان طلب کیا گیا اور ورق کھولتے ہی جو شعر سب سے پہلے نکلا وہ یہ تھا۔

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ گرچہ غرقِ گناہست میرود بہشت

شعر کے پڑھتے ہی تمام بحث کا خاتمہ ہوگیا اور نمازِ جنازہ خاموشی سے بالاتفاق ادا ہوگئی اور جو حافظ کہ چند منٹ پہلے بے دین اور ملحد بات کہے جاتے تھے اب لسان الغیب قرار پا گئے۔

حافظ کو خاک مصلّی بہت پیاری تھی جسکا اُنھون نے جا بجا اپنے اشعار مین نہایت محبت کے الفاظ مین ذکر کیا ہے۔ مثلاً۔

سلہ خاک مصلے جسکو گلشت مصلے بھی کہا گیا ہے۔ شیراز مین ایک سبزہ زار کا نام ہے جسمین نہر رکنا باد جاری ہے اور شہر سے مشرقی سمت واقع ہے اصفہانی دروازے سے ایک ہزار سات سو قدم کے فاصلے پر ہے ؎

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت | کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلےٰ را
نمید ہند اجازت مرا بسیر و سفر | نسیم باد مصلےٰ و آب رکنا باد

غرضکہ حافظ شیرازاسی خاکِ مصلےٰ مین بلا کسی اختلاف کے دفن ہوئے۔ عجب اتفاق ہے کہ تاریخ وفات بھی "خاکِ مصلےٰ" کے اعداد سے برآمد ہوئی جو ایک قطعہ مین تضمین ہو کر اُنکے لوحِ مزار پر کندہ ہے۔ وہو ھذا

چراغِ اہل معنی خواجہ حافظ | کہ شخصے بود از نورِ تجلےٰ
چو در خاکِ مصلےٰ ساخت منزل | بجو تاریخش از خاکِ مصلےٰ

کلام حافظ

حافظ کو اپنی سحر بیانی کی بدولت تمام شعرائے ہمعصر اور اکثر متقدمین و متاخرین پر سبقت حاصل ہے وہ تمام اصنافِ شاعری پر قادر تھے۔ اُنھون نے قطعات، رباعیات، مثنویات، قصائد اور مخمس وغیرہ لکھے اور نہایت خوب لکھے۔ مگر جو خداداد قدرت اُنکو غزل گوئی پر تھی وہ اور کسی دوسری صنف پر نہ تھی۔ جو سوز، گداز، درد اور جوش حافظ کی غزلون مین ہے وہ ہمیشہ ڈائنامیٹ کا کام دیتا ہے۔ اس وقت چہ سَو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا اور پھر اُسپر سَو سَو مرتبہ سننے کے بعد بھی جب کسی خاص موقع پر کوئی شعر پڑھا جاتا ہے تو قلب بیچین ہو جاتا ہے اور وہی شعر جبکہ خود حافظ کی زبان سے پہلی مرتبہ ادا ہوتا ہوگا تو اکثر سامعین یقیناً کلیجہ پکڑ کے بیٹھ جاتے ہونگے۔ افسوس ہے کہ ان مختصر اوراق مین گنجایش نہین ہے ورنہ ضرورت تھی کہ حافظ کے اشعار کی ناظرین سے مُعرفی کرائی جاتی۔ مگر صرف اسی قدر معلوم ہو جانا کافی ہے کہ جس مطلب کے ادا کرنے کے لیے کسی بڑے منشی کو عمدہ الفاظ نثر مین مُیسّر نہ آتے ہون حافظ اُنکو سادہ اور مختصر الفاظ مین بے تکلف نظم کر دیتے تھے۔ مثلاً۔

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست | با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

تضمین مصرع

حافظ کو کسی مصرع پر برجستہ مصرع لگانے کی بہت بڑی مہارت حاصل تھی چنانچہ مشہور ہے ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ[1] بیمار ہوا حکیمون نے علاج خارجی مین غسل بھی تجویز کیا۔ بادشاہ نے بہ خدمت

[1] ملک بنگال مین اس بادشاہ کی مدت سلطنت ۷۶۸ھ سے ۷۷۵ھ تک ہے۔

اپنی تین پرستارون کو جنکے نام سرو، گل اور لالہ تھے سپرد کی۔ ان پرستارون نے دورانِ علالت مین اپنی خدمتون کو نہایت خوبی سے انجام دیا حتے کہ بادشاہ کو شفاے کلی حاصل ہو گئی۔ بادشاہ نے اس خدمت کے صلے مین تینون پرستارون کے مراتب اعلیٰ کیے اور اُنسے محبت بھی زیادہ کرنے لگا۔ سپاہ اور حرمون کو حسد ہوا اُنھون نے حقارتاً انکو غسالہ کے لقب سے پکارنا شروع کیا۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی۔ وہ ہنسا اور اسی حالت مین بیساختہ اُسکی زبان سے یہ مصرع نکل گیا۔

ساقی حدیثِ سرو و گل و لالہ میرود

مضمون دلپسند تھا چاہا کہ دوسرا مصرع لگائے مگر نہو سکا۔ شعراے دربار سے مخاطب ہو کے دوسرے مصرع کی فرمایش کی مگر سب کا مضمون کوتاہ اور قافیہ تنگ ہو گیا۔ ناچار عرض کی کہ اس مصرع پر بجز حافظ شیراز کے دوسرا شخص مصرع نہین لگا سکتا ہے۔ شخصی سلطنت تھی۔ کسی فضول خرچ پر پارلیمنٹ سے منظوری کی ضرورت نہ تھی فوراً سامانِ سفر طیار ہوا اور چند خدام بنگالہ سے شیراز کو روانہ ہو گئے۔ حافظ نے انکی اور اُنکے بادشاہ کی تمام سرگذشت سنی اور مصرع پر مصرع لگا کر اس طرح مطلع کر دیا۔

ساقی حدیثِ سرو و گل و لالہ میرود — وین بحث با ثلاثہ غسالہ میرود

ثلاثہ غسالہ میخوارون کی اصطلاح مین اُن تین پیالہاے شراب کا نام ہے جنکو بادہ خوار علی الصباح نوش کر کے شب کی کدورت دور کرتے ہین۔ واقعات کے اعتبار سے لالہ کا قافیہ غسالہ بالکل معمولی تھا جو شعراے بنگالہ کے سامنے موجود تھا مگر چونکہ وہ حافظ کی طرح اصلی اور حقیقی بادہ خوار نہ تھے اسلیے دماغ اور خیال مین تمام اسباب بادہ خواری حاضر اور مجتمع ہونے کی وجہ سے اس قافیہ کو نہ اپنے مضمون مین ترتیب دیسکے اور نہ یہ معنی منظوم کر سکے۔ حافظ نے اسی ردیف و قافیہ مین پوری غزل لکھکر بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دی جسکے دو شعر اور درج ذیل کیے جاتے ہین۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند — زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود[1]

حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطان غیاث دین — خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود

[1] پوری غزل دیوانِ ہذا کے صفحہ ۱۲۰ مین درج ہے۔

مفتاح التواریخ مین ایک حکایت درج ہے کہ خواجہ حافظ زمانۂ شاہ شجاع مین ایک نوجوان مفتی زادہ پر عاشق ہوگئے۔ کچھ دنون تو اپنی حالت کو پوشیدہ رکھا مگر ایک عرصے کے بعد معاملہ فاش تمام ہوگیا۔ ایک روز حافظ مفتی زادہ کو ساتھ لے کر ایوانِ شاہی کے پچھواڑے مینوشی مین مشغول ہوئے۔ وہ اپنے نزدیک تخلیہ مین تھے مگر بادشاہ جھروکے سے نظارہ کر رہا تھا۔ خواجہ نے جام کو شراب سے لبریز کرکے مفتی زادے کو دیا اور جیسے ہی اوسنے مُنھ سے لگایا تھا کہ بادشاہ نے آواز دی۔

حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

حافظ نے ساتھ ہی جواب دیا۔

در عہدِ بادشاہ خطا بخش و جرم پوش

ایک مخفی کام مین مشغول ہونیکے وقت کسی ایسی آواز کا دفعتاً کانون مین آجانا جس سے نہ صرف افشای راز کا خوف ہو بلکہ اُس آواز سے زیادہ کوئی دوسری آواز خوفناک نہو سکتی ہو تو اُس سراسیمگی اور بدحواسی مین مصرع پر دفعتاً مصرع لگا دینا، حافظ کے خیالات کی تیزی اور طبیعت کی برجستگی کی ایک ایسی مثال ہے جس سے زیادہ کسی دوسرے شاعر مین ہو نہین سکتی۔

سرقۂ مضمون | شاعرون کی اصطلاح مین کسی استاد کے مضمون کو کچھ ردّ و بدل کرکے اپنے شعر مین لے آنے کا نام سرقۂ مضمون ہے اور اس سے کمتر شاعر خالی ملین گے۔ لیکن ادنیٰ و اعلیٰ شاعر مین فرق ہے۔ ادنیٰ شاعر سے نہ الفاظ ہی زیادہ تبدیل ہو سکتے ہین اور نہ معانی کے تیور بدلے جا سکتے ہین اس لیے شاعرون مین وہ مضمون چور کہلاتا ہے۔ مگر اعلیٰ شاعر حتے الامکان الفاظ کو بدل کر اور معانی مین ترقی اور اصلاح دیکر کسی قدیم شعر کو اپنے سانچے مین ڈھال لیتا ہے اور شعرا کی سوسائٹی مین یہ عادت معیوب نہین مانی گئی ہے۔ حافظ نے بھی متعدد جگہ اسی دوسری عادت سے کام لیا ہے۔ حافظ نے جن استاد کے شعر کو اپنے ڈھب کا تا کا پہلے اُسکے دونون مصرعون پر غور کیا جو مصرع اعلےٰ درجہ کا ہوا اُسکو تو فقط الفاظ کے اُلٹ پھیر سے اپنی حالت پر برقرار رہنے دیا اور دوسرے ادنےٰ مصرع مین اپنے پُر زور الفاظ سے ترقی دیکر

ط۵ پوری غزل دیوان ہذا کے صفحہ ۳۱۲ مین درج ہے ۱۲

اُسکی حالت مین ایسی تبدیلی کردی جس سے وہ ادنےٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہو کر حافظ کی ملکیت مین آگیا چنانچہ اِس جگہ عدم گنجایش کی وجہ سے صرف دو مثالون پر اکتفا کیجاتی ہے۔ پہلی مثال مین یزید کا مطلع جو بحر ہزج سالم مین ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اَنَا المَسْمُومُ مَا عِنْدِی بِتِرْیَاقٍ وَلَا رَاقِ　　اَدِرْ کَاْسًا وَنَاوِلْهَا اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی

اس شعر کا دوسرا مصرع بیساختہ ہے لیکن "حرف ندا" جسکی فصاحت شعری کی وجہ سے اول مین ضرورت تھی قافیہ کی مجبوری سے آخر مین پڑگیا۔ شاعر کی اِس کمزوری سے حافظ نے فائدہ اُٹھایا یعنی اُس مصرع کو حرف ندائیہ سے شروع کرکے اپنی حالت پر چھوڑدیا اور دوسرا مصرع زبان فارسی مین نظم کرکے اُسکے ساتھ تضمین کردیا جس سے تمام مضمون ایک نئی روح کے ساتھ دوسرے قالب مین اِس طرح آگیا۔

اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْسًا وَنَاوِلْهَا　　کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها

اس جگہ ناظرین کو دونون شعرون کے موازنہ کرنے کا موقع ہے۔ مثلاً یزید نے اپنے مطلع مین یہ منشا ظاہر کیا ہے کہ "متکلم ایک ایسا زہر خوردہ شخص ہے نہ جسکے پاس تریاق ہے اور نہ جھاڑنے والا+ تو کہتا ہے اے ساقی! تو ہی اپنا جام بھر اور اُسکو گردش مین لا+" (یعنی شراب نوش کرنے سے شاید سمیت کو کچھ فائدہ پہونچے) لیکن حافظ اپنا مطلب اِن الفاظ مین ادا کرتے ہین۔ "کہ رہے اے ساقی! اپنا جام بھر اور اُسکو گردش مین لا+ کیونکہ عشق، جسکو مین پہلے آسان سمجھا تھا اب اُسنے مجکو بڑی مصیبتون مین مبتلا کردیا" دونون مطلعون کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا دونون شاعر زبانِ حال سے شراب کے طالب ہین۔ مگر پہلا اِس لیے کہ اُسکے زہر کا تریاق ہو اور دوسرا اِس لیے کہ اُسکی طبیعت سے مصیبت اور کوفت دفع ہو۔ پہلے شاعر کی طلب بھی بیجا نہین ہے کیونکہ شراب کی تعریف مین بہت بہت مبالغہ کیا گیا ہے اور جبکہ وہ یہان تک تسلیم کرلی گئی کہ مُردے کو زندہ کرسکتی ہے تو کوئی وجہ نہین ہے جو اُسکو زہر کا تریاق نہ مانا جائے مگر دوسرے شاعر کی خواہش اُس سے غم غلط کرنے کی ہے جو شراب کی اصلی اور سچی اور حقیقی خاصیت ہے اِس لیے حافظ کا مضمون نیچرل یعنی خلقت کے موافق ہوجانے سے کافۂ انام مین مقبول ہوگیا اور حافظ نے اگر اسکو انتخاب کرکے اپنا مطلع سرِدیوان بنایا تو کچھ شک نہین کہ وہ اِسی قابل تھا۔

اسکے بعد دوسری مثال مین سعدیؒ کا مطلع کہ وہ بھی بحر ہزج سالم مین ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اگر دشنام فرمائی وگر نفرین دعا گویم   لب لعل شکر خارا جواب تلخ می زیبد

حافظ نے اس شعر پر بھی قریب قریب وہی تصرف کیا ہے جو زید کے شعر پر کیا تھا۔ یعنی دوسرے مصرع کے زحاف سوم وچہارم کو بجاے اول ودوم کے لاکر اسکے لفظون مین سلاست اور روانی پیدا کردی اور پھر اسپر اپنا ایک بلیغ مصرع لگا کر اسکی صورت یون کردی۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی   جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

سعدیؒ اور حافظؒ دونون کے شعر کا آخری مصرع تو ایک ہی ہے مگر پہلے مصرع کا گو نشا ایک ہے تاہم الفاظ اور اسکے مطلب مین فرق ہے اور یہی بات قابل غور ہے۔ دونون شاعر اپنے محبوب کے کلام رنجش التیام کے مقابلے مین اظہار مسرت کرنا چاہتے ہین تاکہ یقین کلی ہو جاے کہ اسکے سخت الفاظ سے عاشق کو کسی طرح کا ملال نہین ہوا۔ سعدی نے اپنے مصرع اول مین ملال کے دو لفظ ایک "دشنام فرمائی" اور دوسرا "نفرین" استعمال کیا ہے اور ایک لفظ "دعا گویم" سے اپنے نزدیک اظہار مسرت کیا ہے جو غالباً اسکے لیے کافی نہین ہے۔ بخلاف حافظ کے جنھون نے معشوق کی رنجش کا ایک نہایت چھوٹا لفظ "بدم گفتی" استعمال کرکے جواب مین "خرسندم" کہدیا جو ملال کا پورا دفیعہ ہوگیا۔ مگر پھر بھی صبر نہ آیا اور "عفاک اللہ" اور "نکو گفتی" سے پے درپے ترقی دے کر استرضاے محبوب مین اس قدر انہماک اور استغراق ثابت کیا ہے جس سے صاف عیان ہوتا ہے کہ عاشق کی طبیعت معشوق کے دل سے رفع ملال کے لیے معذرت کرتے کرتے سیری نہین ہوتی ہے۔ غرضکہ حافظ نے اس شعر کو جس قدر پُر جوش اور پُر درد کردیا وہ سعدی سے نہو سکا اور یہی وجہ ہے کہ اسکو حافظ کے الفاظ مین پڑھنے سے جو زبان پر مزہ اور قلب پر تاثیر ہوتی ہے وہ سعدی کے الفاظ مین پڑھنے سے نہین ہوتی سچ ہے کسی مستعمل مضمون کو اپنے لفظون مین پرورش کرکے اسکو اسطرح طبعزاد ثابت کردینا بجز حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاعر مین اسکی نظیر ملنا دشوار ہے۔

دیوان حافظ حافظ کا دیوان قریب قریب انکی زندگی ہی مین مرتب ہو چکا تھا۔ کیونکہ حروف تہجی کے اعتبار سے

کل رویفون مین غزلین موجود ہین۔ یہ مشہور کرنا کہ حافظ شرابخانے مین ہر وقت بدست پڑے رہتے تھے اور اپنے اشعار ٹھیکرون پر لکھ لکھ کر مٹکے مین بھرتے جاتے تھے اور اُنکی وفات کے بعد نماز جنازہ کی بحث سے پہلے کسی کو خبر تک نہ تھی محض غلط اور یارون کا حاشیہ ہے۔ جو واقعات اوپر بیان ہوچکے ہین اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ حافظ کا کلام تمام دنیاے اسلام مین اُنکے سامنے مشہور ہوچکا تھا چنانچہ ایک شعر مین خود بھی اسکا اظہار فرماتے ہین۔

نگند زمزمۂ عشق در عراق وحجاز نواے بانگِ غزلہاے حافظِ شیراز

دیوان مین غزلیات کا حصہ سب سے زیادہ ہے ہر غزل ۵ سے ۱۶ شعر تک کی ہے اور ردیفون کی ترتیب حروف تہجی کے اُسی پُرانے قاعدے سے ہے جسپر تمام ایشیائی شعرا کے دیوان مرتب ہین۔ صاحب بریٹانیکا انسائیکلو پیڈیا اس ترتیب کو نا پسند کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ شاعر کا کلام اس طرح مدون ہو کر جس سے اُسکی طبیعت کی تدریجی ترقیات اور واقعات زندگی کے روزافزون تجربات کا یکے بعد دیگرے سُراغ لگ سکے۔ بیشک اُسکی راے معقول ہے اور یورپ مین اسکا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر ایشیا مین بھی یہ طریقہ جاری کیا جائے تو بجز اس وقت کے کہ کسی شعر کے تلاش کرنے مین دیر ہو مطالعہ کرنے والے کے حق مین زیادہ مفید ہے۔ مگر حافظ کا دیوان سخت حیرت مین ڈالتا ہے کہ باوجود اُسی پُرانی ترتیب کے وہ اول سے آخر تک ایک سانچے مین ڈھلا ہوا اور اُسکے تمام مضامین ایک وقت مین بیٹھکر لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہین غزل اکثر اوقات مختلف اور متضاد مضامین کا ذخیرہ ہوتی ہے جسمین بجز قطعہ بند مضامین کے تمام بے ربط اور غیر مسلسل ہوتے ہین چنانچہ حافظ کے اشعار بھی مثل گہرہاے آبدار چھوٹے اور بڑے قدر کے بظاہر بکھرے ہوئے نظر آتے ہین مگر جو لوگ باریک بین ہین اُنکو غور کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ سب ایک ہی رشتۂ تصوف مین پروئے ہوئے ہین۔ حافظ کا دیوان گویا ایک ذی روح کا جسم ہے جسمین اُنکے رنگ رنگ کے اشعار ہر صفحے مین مثل رگون اور شریانون کے پھیلے ہوئے نظر آتے ہین لیکن سب کے اندر ایک ہی خون کا دوران ہے جو اول سے آخر تک کمالاتِ روحانی سے فیض یاب ہے۔

اشاعت دیوان دیوانِ حافظ کے مدوّن ہونے کی تاریخ سے چھاپے کی ایجاد تک غالبًا بیشمار جلدین

ایک دوسری سے نقل ہوکر اطرافِ عالم مین شائع ہوئین اور چھاپہ ایجاد ہونیکے بعد سب سے پہلے یورپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اُسنے حافظ کے کلام کو چھاپ کر مشتہر کیا۔ ۱۷۹۱ء مین سر ولیم اوسلی نے ایک رسالہ موسومہ "آرٹکل بنام حافظ" لکھکر لندن کے ایک مطبع سے شائع کرایا۔ اور پھر ۱۸۰۲ء مین سر جان رچرڈسن نے اسپیسمن آف پرشین پوئٹری (نمونۂ نظم فارسی) کے نام سے حافظ کی غزلون کا انتخاب چھپوایا۔ اسکے علاوہ مختلف انتخابات وقتاً فوقتاً برلن اور وائنا مین شائع ہوئے اور ۱۸۵۴ء مین پورا دیوان ملک جرمن کے شہر لیپزگ مین لائق دید چھاپا گیا۔ حال مین قسطنطنیہ سے چھوٹی تقطیع پر شایع ہوا ہے جو اپنی صحت، چھپائی اور صفائی کے اعتبار سے قابل قدر ہے۔ عجم مین طہران، تبریز، اور شیراز سے بکثرت جلدین چھپکر شائع ہوچکی ہین اور ہندمین دہلی، کلکتہ، بمبئی، اور لکھنؤ وغیرہ سے بار بار چھپ کر جس قدر جلدین فروخت پاچکی ہین غالباً اُنکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہوچکی ہوگی۔ **شہر کانپور** باقی رہگیا تھا جسکو اب پہلی مرتبہ اُسکے چھاپنے کا افتخار حاصل ہوا ہے۔

دیوان بے حواشی: کسی کتاب کے کل یا جز مقامات پر نوٹ دینے یا حاشیہ چڑھانے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسکے اجمال کی تفصیل اور مشکلات مین آسانی پیدا ہو مگر جس قدر دیوانِ حافظ ہندوستان مین محشی چھپے ہین وہ اِسکے برعکس ہین۔ ایک معمولی استعداد کا آدمی حافظ کے مطالب کو بلا امدادِ حاشیہ جس قدر سمجھ سکتا ہے موجودہ حواشی پڑھنے کے بعد اُس قدر بھی ذہن مین باقی نہین رہتا اور یہ اسلیے ہے کہ حاشیہ نگار صاحب نہ اُس کیفیت سے متاثر اور نہ اُس مذاق سے آشنا اور نہ اُن واقعات سے باخبر ہین جنکی بنیاد پر حافظ کے اشعار اپنے اپنے موقع سے تصنیف ہوئے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ ایران و بمبئی مین جب کبھی دیوان حافظ زیادہ اہتمام اور خوبی سے چھاپا گیا تو اُس سے حواشی خارج کردیے گئے ہین۔ لہذا اُسی تقلید پر یہ دیوان **نامی پریس** کانپور سے چھپکر نکلا ہے جسکا حاشیہ بالکل سادہ اور نہایت صاف چھوڑدیا گیا ہے تاکہ اُس پر یہ الزام عائد ہوسکے کہ "من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید"۔

محمد رحمت اللہ رعد

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد بی حد و ثنای بی عد و سپاس بی قیاس خداوندی را که جمیع دیوان حافظان اوراق به پروانهٔ سلطان ارادت اوست
بی مانندی که برفع بنیان ایوان سبع سموات طباقاً انشای عرفان حکمت بی علت او حکیمی که طوطی شکرخای ناطقهٔ
انسانی را در محاذات آئینهٔ تأمل عرائس معانی با دای دلگشای انّ من البیان لسحراً گویا کرد علیمی که بلبل خوش نوای
خوش نوای زبان را در قفس تنگ دهان بقوت اذهان مستقیم در ترنم و تغنم انّ من الشعر لحکمةً آورد نظم

آن بنده پروری که زبان در دهان نهاد | دُرِ کلام در صدف هر زبان نهاد
جان را ز لطف عذب غذائی لطیف داد | دل را مفرحی ز سخن در میان نهاد
در بحر سینه دُر معانی بپرورید | در کان طبع لعل سخن بیکران نهاد

و نعت جواهر منظوم صلوات بی نهایات و زواهر منثور تحیات بی منتها و غایات نثار روح پرفتوح و صدر مشروح جان آوری
کرد ندای جانفزای انا افصح العرب بمسامع و مجامع عالمیان و آدمیان رسانید و از نسیم شمیم روح پرور و نفخت فیه من روحی
مشام جان مرده دلان هر دو جهان را معطر و مروح گردانید و گوش هوش دلها را بدر فواید جانفزا و غرر زواید سحر نمای
اوتیت جوامع الکلم گهربار و درنثار ساخت و صدای صدق فحوای و ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی در آفاق و انفس
انداخت امی خاتم رسالت و ناظم مناظم براعت و بلاغت صادق بیان صحف القرآن ذی الذکر صاحب دیوان
و ما علمناه الشعر صدر جریدهٔ انبیا بیت القصیدهٔ اصفیا محمد مصطفی علیه افضل الصلوات و اکمل التحیات بیت

محمد که از ازل تا ابد هر چه هست | بآرایش نام او نقش بست

و درود بیکران و تحیات بی پایان بر ارواح طیبه و اشباح طاهره جماهیر آل علی النوال علی الافضال و مشاهیر رجال و احباب او باد شعر

هزار آفرین از جهان آفرین | بر اولاد و احفاد او اجمعین

که سمند خوشخرام عبارت و رخش تیزگام مجاز و استعارت را زین تزیین نهاده در میدان بیان جولان نموده اند و بچوگان فصاحت و بلاغت گوی هنرمندی و سخندانی از فضلا و ادبای اقاصی و ادانی در ربوده تا صدای صیت سالت نوای صوت جلالت محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار بگوش صمای اطراف عالم و طبقای اکناف امم رسانیده زبان سنان لسان و تیغ بیان الشعراء یتبعهم الغاوون از هیبت جلال در غمد کلال و بهت بماند و مشاهیر کالسیف القصان هنگام تعدی و جدال در معارضه و مقابله ایشان سپر عجز و ابتهال بر روی قیل و قال کشیده‌اند که لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا بیت

مستغرق درود و ثنا باد جان شان | تا روز را فروغ بود شمع را ضیا

خصوصا امام المشارق والمغارب و جامع اصناف المعارف والحقائق قائل کلمهٔ انا کلام الله الناطق اسد الله الغالب علی بن ابی طالب علیه الصلوٰة والسلام والتحیة والاکرام اشعار

شهنشهی که سحرگاه روز فطرت بود | غرض وجود شریفش ز خلقت انسان

کریمی که ز لطف قدیم لم یزلی | حدیث منقبتش گشته زیور قرآن

امیر ملک ولایت که شد ز مبدء حال | برای مدحت او مستعد بنطق زبان

بر نقاوان رشته بلاغت و جوهریان روزبازار فضل و براعت نامداران خطهٔ سخن و شهسواران ذکا و فطن سالکان مسالک نظم و نثر و مالکان ممالک و حقائق شعر پوشیده نیست که گوهر سخن در اصل خویش بسیار قیمتی و باصفا و کلام منظوم و نفیس و نفس خود عظیم و گران بهاست در دکان امکان هیچ متاعی ازان گرانمایه تر نتوان جست و در بازار وجود هیچ بضاعت ازان بارفعت تر نتوان دید صیرفی خرد را نقدی عزیزتر ازان بدست دل نیامده و نقشبند فکرت را زیباتر ازان صورتی در پردهٔ خیال رخ نموده و زین مقدار این در شاهوار

نمانَد الّا خردمندِ کامل و قدر و اعتبار این نقد تمام عیار را نشناسد بجز صیرفیِ عاقل و فی الحقیقة بیت

گر بُدے گوہرے ورائے سخن　　آن فرود آمدے بجائے سخن

وَ هُوَ مَیْدَانٌ لَا یُقْطَعُ اِلَّا بِسَوَابِقِ الْاَذْهَانِ وَمِیْزَانٌ لَا یُرْفَعُ اِلَّا بِاَیْدِیْ بَصَائِرِ الْبَیَانِ اما تفنن اسالیب و
تنوع ترکیب نظم و نثر بسیار و بشمار است و تفاوتِ حالاتِ سخنوران و تباین درجاتِ ہنرپروران بحسب
مناسبت نفوس اطباع و رعایتِ موافقت رسوم و اوضاع و تقبیح و تحسین و تحریر و تقریر و نفرین و آفرین باعتبارِ
مقتضیات مقام و اعتنا و اہتمام ایشان اقرانش و اغتنام ہنگام ایراد کلام فصل و وصل و تعریف و تنکیر
و تقدیم و تاخیر و ابہام و توضیح و کنایت و تصریح و ایجاز و اطناب و در ہر باب جملہ برین مسئلہ مبتنی و حکم علی
الحقیقة بر رعایت این دقیقه منتفی قَدْ قِیْلَ لَیْسَ الْبَلَاغَةُ اَنْ یُطَالَ عِنَانُ الْقَلَمِ وَاَسْنَانُهُ وَیُبْسَطَ رِهَانُ الْقَوْلِ
وَمَیْدَانُهُ بَلْ هِیَ اَنْ یَبْلُغَ الْمُرَادُ بِاَلْفَاظٍ اَعْیَانٍ تَوَامِ مَعَانٍ فرا و شاعر ماہر چون بکنه این نکته برسد و بحیثیت
این قضیه واقف گردد رخسار عبارات او نضارت گیرد و جمالِ مقال و طراوت پذیرد چنانکه یک بیت او نایب
مناب قصیده باشد و یک غزلش قائم مقام دیوانی گردد و نقطه ملکی اقطاع یابد و بیک رباعی از ربع مسکون خراج ستاند نظم

قافیه سنجان که علم برکشند　　گنج دو عالم بقلم درکشند
خاصه کلیدے که در گنج راست　　زیر زبان مرد سخن سنج راست

مخلص این کلمات و ملخصِ این مقدمات ذات شریف ملکی صفات مولانا الاعظم المرحوم المبرور افضل العلماء
استاذ نحاریر الادباء معدن لطائف الروحانیة مخزن معارف السبحانیة شمس الملة والدین محمد الحافظ
الشیرازی است طَیَّبَ اللّٰهُ تُرْبَتَهٗ وَرَفَعَ فِیْ عَالَمِ الْقُدْسِ رُتْبَتَهٗ که اشعار آبدارش رشک چشمه حیوان و بنات
افکارش غیرت حور و غلمان آیاتِ دلاویزش ناسخ سخنانِ سحبان و نفثات سحر و لطف آمیزش منسی
احسانِ حسان بود کنظم الجمان و روض الجنان ثمن الفواد و طیب قلوب و مذاق عوام را بلفظ متین شیرین
کرده و وقت جان خواص را بمعنی مبین نمکین داشته ہم اصحاب ظاہر را بفتح ابواب تسلی خشنود دہم

ارباب باطن را از مواد روشنائی افزوده و در هر واقعه مناسب حال گفته و برای هرکس در معنی غریب لطیف سفته و معانی بسیار در لفظ اندک خرج کرده و انواع بدائع را در درج انشا درج نموده گاه سرخوشان کوی محبت را بر سر جادهٔ معاشقت و نظربازی داشته شیشهٔ صبر ایشان را بر سنگ بی‌ثباتی زده گوید بیت

بشو اوراق اگر همدرس مائی　　　که علم عشق در دفتر نباشد

و گاه دُردی کشان مصطبهٔ ارادت را بملازمت پیر دیر مغان و مجاورت بیت الحرام خرابات ترکیب کرده

بیت

تا ز میخانه و می نام و نشان خواهد بود　　　سر ما خاک ره پیر مغان خواهد بود

اقاصت سلسبیل طبع لطیف او بحکم عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا دار خاص و عام را شامل و شائع ست افادت آثار فیض فائضش اقاصی و ادانی را لائح و ساطع نظم منثور سحر حلالش عقده در زبان ناطقه افگنده و عقد منظوم فکرتش وزن متاع بحر و کان برده و رشحات ینابیع ذهن وقادش حدائق مجلس انس را از زلال معین وَمِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ صفت نضارت بخشیده و نفحات گلزار فکرتش در ریاض جانها معنی آیهٔ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فاش کرده کلمات فصیحش چون انفاس مسیح دل مرده را حیات تازه داده و کلیم کلام معجز نظامش در طور سخنوری ید بیضا نموده که گوئی که هوای ربیع کسب لطافت از اخلاق او کرده و عذار گل و نسرین زیب و طراوت از شعر آبدار او گرفته و قد شمشاد و قامت دلجوی سرو آزاد اعتدال و اهتزاز از استقامت رای او پذیرفته بیت

حسد چه میبری ای سست نظم بر حافظ　　　قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

بی‌تکلف هر دُرّ و گوهری که جوهری طبیعت را موجود بود از بهر زینت دوشیزگان خلوتسرای ضمیر خود در سلک نظم کشیده لاجرم چون خود را بلباس و کسوت عبارات و حلیهٔ استعارات آراسته دید زبان مدعوی کشاده گفت شعر

دور مجنون گذشت و نوبت ماست　　　هر کسی پنج روزه نوبت اوست

و با مخالف و موالف بطنازی درعنائی درآویخته و در مجلس خاص و عام و خلوت خاص
بادشاه و گدا و عالم و عامی در هر مقامی شغبها و شورها برانگیخته و گفته بیت

حافظ خلوت نشین دوش بمیخانه شد   از سر پیمان گذشت بر سر پیمانه شد

و چون از شائبهٔ شبهت و غائلهٔ شهوت مصون و محروس بود دست تصرف بیگانه بدامن عصمت شان
نرسید و دامن چادر عفت شان را کسی بسر انگشت خیانت فرو نکشید و رخسار احوال شان از خجلت
عار و ضجرت طعن در صون عصمت و حرز عفت محفوظ بماند بیت

گر من آلوده دامنم چه عجب   همه عالم گواه عصمت اوست

بنا برین غزلهای جهانگیرش بادنی مدتی بحدود اقالیم خراسان و ترکستان و هندوستان رسیده و
قوافل سخنهای دلپذیرش در اقل زمان باطراف و اکناف عراقین و آذربیجان سر کشیده
قد ذهب الترجیح وذهب المسیح سماع صوفیان بی غزل شورانگیز او گرم نشدی و بزم بادشاهان
بی نقل سخنان ذوق آمیزش زیب و زینت نیافتی بلکه های و هوی مشتاقان بی نوای شوق او وجود
و سرود می‌پرستان بی غلغلهٔ ذوق او رونق نگرفتی چنانچه در تمثیل این مثل گوید نظم

غزل سرائی حافظ بدان رسید که چرخ   نوای نغمهٔ ناهید را ببرد از یاد
چو شعر عذب روانش ز بر کنی گوئی   هزار رحمت حق بر روان حافظ باد

ولی محافظت درس قرآن و ملازمت شغل سلطان و تحشیهٔ کشاف و مصباح و مطالعهٔ مطالع و مفتاح
و تحصیل قوانین ادب و تجسس دواوین عرب از جمع ابیات و غزلیاتش مانع آمدی و از تدوین
اثبات ابیاتش وازع گشتی مسود این اوراق عفی الله عنه ما سبق اقل انام محمد گلندام در درسگاه
مولانا و سیدنا استاد البشر قوام الملة والدین عبد الله اعلی الله تعالی درجاته فی اعلی علیین
کرات و مرات که بمذاکره رفتی در اثنای محاوره گفتی که این فوائد فرائد را همه در یک عقد می‌باید کشید

واین غرر دُرر را در یک سلک می باید پیوست تا قلادهٔ جیدہ جود اہلِ زبان شود و تمیمهٔ وشاح عروسان دوران گردد و آن جناب حوالت رفع این ترفیع بنا ساتی روزگار کرده و نقصِ اہلِ عصر را عذر آورده تا در تاریخ سنہ ۷۹۱ احدی وتسعین وسبع مائة ہجری ودیعت حیات بموکلانِ قضا وقدر سپرد و رخت وجود از دہلیز تنگِ این جہان بیرون برده و روحِ پاکش با ساکنانِ عالمِ علوی قرین شد و پس از مفارقت بدن ہمخوابهٔ پاکیزه رویان حور العین گشت نظم

بسالِ با و ضاد و ذالِ ابجد	ز دورِ ہجرتِ میمون احمد
بسوے جنتِ اعلیٰ روان شد	فریدِ عہد شمس الدین محمد
بخاکِ پاکِ او چون برگذشتم	نگه کردم صفا و نورِ مرقد

سوابق حقوقِ صحبت ولوازم عہدِ محبت و ترغیبِ عزیزانِ با صفا و تحریض دوستانِ صاحب وفا که صفحهٔ حال از فروغِ نورِ ایشان جمال گیرد و بضاعتِ افضال بحسنِ تربیتِ ایشان کمال پذیرد باعث بر ترتیبِ این کتاب و تبویبِ این ابواب گشت امید بکرمِ واہب الجود و مفیض الخیر والجود آنست که قائل و ناقل و سامع و جامع را در خلالِ این احوال و اثناے این اشغال نشاطے تازه و مسرتے بے اندازه کرامت گرداناد و ہفوات زلات را بفیض کامل ولطف شامل در گذراناد و انه علیٰ ما یشاء قدیر و بالاجابة جدیر والله الموفق والمستعان والحمد لله رب العالمین وصلى الله على محمد خاتم النبیین وعترته الطاہرین تمّ

وہو من نتائج طبعه اللطیف فی القصائد فی مدح خواجه محمد

ز دلبری نتوان لاف زد بآسانی	ہزار نکته درین کار ہست تا دانی
بجز شکر دہنی ہا بسیاست خوبی را	بجانے نتوان زد درِ سلیمانی

هزار سلطنت دلبری بدان نرسد | که در دلی بهنر خویش را بگنجانی
چه گردها که برانگیختی ز هستی ما | مباد خسته سمندت که تیز میرانی
بهمنشینی رندان سری فرود آور | که گنجهاست درین بیسری و سامانی
بیار بادهٔ رنگین که صد حکایت خوش | بگویم و بکنم رخنه در مسلمانی
بخاک پای صبوحی کشان که تا من مست | بکوی میکده استاده‌ام بدربانی
بهیچ زاهد ظاهرپرست ننشستم | که زیر خرقه نه زنار داشت پنهانی
بیاد طرهٔ دلبند خویش خیری کن | که تا خدات نگهدارد از پریشانی
مگیر چشم عنایت ز حال حافظ باز | وگرنه حال بگویم بآصف ثانی
وزیر شاه نشان خواجهٔ زمین و زمان | که خرم است باو حال انسی و جانی
قوام دولت و دنیا محمد ابن علی | که میدرخشدش از چهره نور یزدانی
زهی حمیده خصالی که گاه فکر صواب | ترا رسد که کنی دعوی سلیمانی
طراز دولت باقی ترا همی زیبد | که همتت نبرد نام عالم فانی
اگر نه گنج عطای تو دستگیر شود | همه بسیط زمین رو نهد بویرانی
توئی که صورت جسم ترا هیولا نیست | چو جوهر ملکی در لباس انسانی
کدام پایهٔ تعظیم نصب شاید کرد | که در ممالک فطرت نه برتر از آنی
درون خلوت کروبیان عالم قدس | صریر کلک تو باشد سماع روحانی
سوانح کرمت را چگونه شرح دهم | تبارک الله ازان کارساز رحمانی
صواعق سخطت را نمیتوانم گفت | نعوذ بالله ازان فتنهای طوفانی
کنون که شاهد گل را بجلوه‌گاه چمن | بجز نسیم صبا نیست همدم جانی

شقائق از پیِ سلطانِ گل بسازد باز / بباد پای صبا لالهای نعمانی
بدان رسید ز سعیِ نسیمِ بادِ بهار / که لاف میزند از روح و راحِ ریحانی
سحرگهم چه خوش آمد که بلبلی گلبانگ / بغنچه میزد و میگفت از سخندانی
که تنگدل چه نشینی ز پرده بیرون آی / که در خم است شرابی چو لعلِ رمانی
مکن که می نخوری بی جمالِ گل یکماه / که باز ماهِ دگر می خوری پشیمانی
جنابه شیوهٔ دین پروری بود حاشا / همه کرامت و لطف است شرعِ یزدانی
بشکرِ تهمتِ تکفیر کز میان برخاست / بکوش کز گل و مل داد عیش بستانی
رموزِ سرِ اناالحق چه داند آن غافل / که منجذب نشد از جذبهای سبحانی
طرب سرای وزیر است ساقیا مگذار / که غیرِ جامِ می آنجا کند گرانجانی
درونِ پردهٔ گل غنچه بین که می سازد / ز بهرِ دیدهٔ خصمِ تو لعلِ پیکانی
تو بودی آن دمِ صبحِ امید کز سرِ مهر / برآمدی و سر آمد شبانِ ظلمانی
شنیده ام که ز من یاد میکنی گه گه / ولی به مجلسِ خاصِ خودم نمیخوانی
ز حافظانِ جهان کس چو بنده جمع نکرد / لطائفِ حکمی با کتابِ قرآنی
هزار سال بقا بخشدت مدائحِ من / چنین متاعِ نفیسی بجون تو ارزانی
سخن دراز کشیدم ولی امیدم هست / که ذیلِ عفو برین ماجرا بپوشانی .
همیشه تا به بهاران صبا بصفحهٔ باغ / هزار نقش نگارد ز خطِ ریحانی
بباغِ ملک بشاخِ امل بعمرِ دراز / شگفته بادِ گلِ دولت بآسانی

تمت

ان رحمة الله قریب من المحسنین
دیوان حافظ شیراز ح
در مطبع نامی کانپور چاپ شده
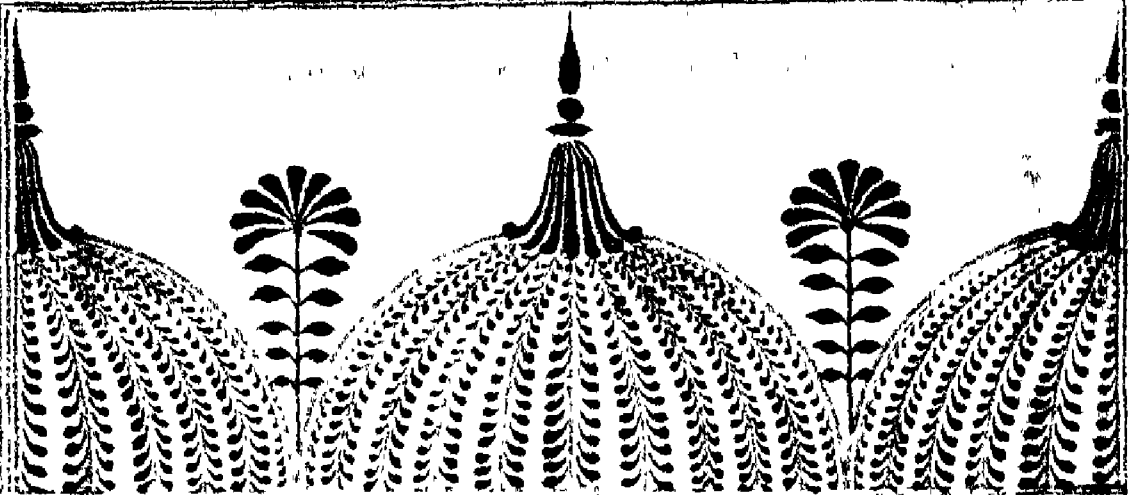
بسم الله الرحمن الرحیم

الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها | که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها
بیوی نافهٔ کاخر صبا زان طره بگشاید | ز تاب جعد مشکینش چه خون افتاد در دلها
بمی سجاده رنگین کن گرت پیر مغان گوید | که سالک بی خبر نبود ز راه و رسم منزلها
مرا در منزل جانان چه امن و عیش چون هر دم | جرس فریاد میدارد که بربندید محملها
شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین هایل | کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر | نهان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها

حضوری گر همی خواهی ازو غایب مشو حافظ
متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

ای فروغ ماه حسن از روی رخشان شما | آبروی خوبی از چاه زنخدان شما

عزم دیدار تو دارد جان بر لب آمده — باز گردد یا بر آید چیست فرمان شما

کی دهد دست این غرض یا رب که همدستان شوند — خاطر مجموع ما زلف پریشان شما

کس بدور نرگست طرفی نبست از عافیت — به که بفروشند مستوری بمستان شما

بخت خواب آلود ما بیدار خواهد شد مگر — زانکه زد بر دیده آبی روی رخشان شما

با صبا همراه بفرست از رخت گلدسته‌ئی — بو که بوئی بشنویم از خاک بستان شما

دل خرابی میکند دلدار را آگه کنید — زینهار ای دوستان جان من و جان شما

عمرتان باد و مراد ای ساقیان بزم جم — گرچه جام ما نشد پر می بدوران شما

ای صبا با ساکنان شهر یزد از ما بگو — کای سر ناحق شناسان گوی میدان شما

گرچه دوریم از بساط قرب همت دور نیست — بندهٔ شاه شمائیم و ثناخوان شما

دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری — کاندرین ره کشته بسیارند قربان شما

ای شهنشاه بلند اختر خدا را همتی — تا ببوسم همچو گردون خاک ایوان شما

میکند حافظ دعائی بشنو آمینی بگو
روزی ما باد لعل شکر افشان شما

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را — دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

ده روزه مهر گردون افسانه است و افسون — نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

کشتی شکستگانیم ای بادِ شُرطه برخیز — باشد که باز بینیم آن یارِ آشنا را

در حلقهٔ گل و مُل خوش خواند دوش بلبل — هاتِ الصَّبُوحَ هُبُّوا یا ایُّها السُّکارا

ای صاحبِ کرامت شکرانهٔ سلامت — روزی تفقدی کن درویشِ بینوا را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند — گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را

آئینهٔ سکندر جامِ جم است بنگر — تا بر تو عرضه دارد احوالِ مُلکِ دارا

سرکش مشو که چون شمع از غیرتت بسوزد — دلبر که در کفِ او موم است سنگِ خارا

گر مطربِ حریفان این پارسی بخواند — در رقص حالت آرد پیرانِ پارسا را

آن تلخوش که صوفی اُمُّ الخبائثش خواند — اَشهیٰ لَنا و اَحلیٰ مِن قُبلَةِ العَذارا

هنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی — کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را

خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمرند — ساقی بده بشارت پیرانِ پارسا را

حافظ بخود نپوشید این خرقهٔ می‌آلود — ای شیخِ پاکدامن معذور دار ما را

ساقی بنورِ باده برافروز جامِ ما — مطرب بگو که کارِ جهان شد بکامِ ما

ما در پیاله عکسِ رخِ یار دیده‌ایم — ای بیخبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما

چندان بود کرشمهٔ و ناز سهی قدان — کاید بجلوه سرو صنوبر خرام ما

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق — ثبت ست بر جریدهٔ عالم دوام ما

مستی بچشم شاهد دلبند ما خوش ست — زان رو سپرده اند بمستی زمام ما

ترسم که صرفهٔ نبرد روز باز خواست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما

ای باد اگر بگلشن احباب بگذری — زنهار عرضه ده بر جانان پیام ما

گو نام ما زیاد بعمدا چه میبری — خود آید آنکه یاد نیاری ز نام ما

بگرفت همچو لاله دلم در هوای سرو — ای مرغ بخت کی شوی آخر تو رام ما

دریای اخضر فلک و کشتی هلال — هستند غرق نعمت حاجی قوام ما

حافظ ز دیده دانهٔ اشکی همی فشان
باشد که مرغ وصل کند قصد دام ما

غزل ۶

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت ره از کجاست تا بکجا

چه نسبتست برندی صلاح و تقوی را — سماع وعظ کجا نغمهٔ رباب کجا

دلم ز صومعه بگرفت و خرقهٔ سالوس — کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

بشد که یاد خوشش باد روزگار وصال — خود آن کرشمه کجا رفت و آن عتاب کجا

ز روی دوست دل دشمنان چه دریابد — چراغ مرده کجا شمع آفتاب کجا

ببین سیب زنخدان که چاه در راه است / کجا همی روی ای دل بدین شتاب کجا

چو کحل بینش ما خاک آستان شماست / کجا رویم بفرما ازین جناب کجا

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار ای دوست

قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را / بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت / کنار آب رکناباد و گلگشت مصلی را

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهرآشوب / چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنیست / بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را

من از آن حسن روزافزون که یوسف داشت دانستم / که عشق از پرده عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو / که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانا که از جان دوستتر دارند / جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی / جواب تلخ می زیبد لب لعل شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ

که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

دوش از مسجد سوی میخانه آمد پیر ما / چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما

در خرابات مغان ما نیز هم منزل شویم — کاینچنین رفتست در عهد ازل تقدیر ما

ما مریدان روبسوی کعبه چون آریم چون — روبسوی خانهٔ خمار دارد پیر ما

عقل اگر داند که دل در بند زلفت چون خوشست — عاقلان دیوانه گردند از پی زنجیر ما

روی خوبت آیتی از لطف بر ما کشف کرد — زان سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما

با دل سنگینت آیا هیچ درگیرد شبی — آه آتشبار و سوز نالهٔ شبگیر ما

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتاده بود — زلف بگشادی و باز از دست شد نخچیر ما

باد بر زلف تو آمد شد جهان بر من سیاه — نیست از سودای زلفت بیش ازین توفیر ما

تیر آه ما ز گردون بگذرد جان عزیز — رحم کن بر جان خود پرهیز کن از تیر ما

بر در میخانه خواهم گشت چون حافظ مقیم

چون خراباتی شد ای یار طریقت پیر ما

شب از مطرب که دل خوش باد وی را — شنیدم نالهٔ جان سوزنی را

چنان در جان من سوزش اثر کرد — که بی رقت ندیدم هیچ شی را

حریفی بد مرا ساقی که هردم — ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را

چو شوقم دید در ساغر می افزود — بگفتم ساقی فرخنده پی را

رهانیدی مرا از شر هستی — چه بودی پیاپی جام می را

حماک الله عن شر النوائب | جزاک الله فی الدارین خیرا

چو بخود گشت حافظ کی شمارد
بیک جو ملکتِ کاؤس و کے را

صوفی بیا که آینه صاف ست جام را | تا بنگری صفای مِی لعل فام را
رازِ درونِ پرده ز رندانِ مست پرس | کین حال نیست صوفیِ عالی مقام را
عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین | کانجا همیشه باد بدست ست دام را
من آن زمان طمع ببریدم ز عافیت | کاین دل نهاد در کفِ عشقت زمام را
ما را بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست | ای خواجه باز بین بترحم غلام را
در عیشِ نقد کوش که چون آبخور نماند | آدم بهشت روضهٔ دار السلام را
در بزم دور یک دو قدح درکش و برو | یعنی طمع مدار وصالِ دوام را
ای دل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر | پیرانه سر مکن هنری ننگ و نام را

حافظ مریدِ جامِ جم ست ای صبا برو
وز بنده بندگی برسان شیخ جام را

رونقِ عهدِ شباب ست دگر بستان را | میرسد مژدهٔ گل بلبلِ خوش الحان را
ای صبا گر بجوانانِ چمن بازرسی | خدمتِ ما برسان سرو و گل و ریحان را

ایکه بر مه کشی از عنبر سارا چوگان — مضطرب حال مگردان من سرگردان را

ترسم آن قوم که بر دردکشان میخندند — در سر کار خرابات کنند ایمان را

یار مردان خدا باش که در کشتی نوح — هست خاکی که بآبی نخرد طوفان را

برو از خانهٔ گردون بدر و نان مطلب — کین سیه کاسه در آخر بکشد مهمان را

گر چنین جلوه کند مغبچهٔ باده فروش — خاکروب در میخانه کنم مژگان را

نشوی واقف یک نکته ز اسرار وجود — گر تو سرگشته شوی دایرهٔ امکان را

هر کرا خوابگه آخر بدو مشتی خاکست — گو چه حاجت که بر افلاک کشی ایوان را

ماه کنعانی من مسند مصر آن تو شد — وقت آنست که بدرود کنی زندان را

در سر زلف ندانم که چه سودا داری — که بهم برزده گیسوی مشک افشان را

ملک آزادگی و گنج قناعت گنجیست — که بشمشیر میسر نشود سلطان را

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی
دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

بملازمان سلطان که رساند این دعا را — که بشکر پادشاهی ز نظر مران گدا را

چه قیامتست جانان که بعاشقان نمودی — رخ همچو ماه تابان دل همچو سنگ خارا

ز رقیب دیو سیرت بخدا همی پناهم — مگر آن شهاب ثاقب مددی کند سها را

دلِ عالمی بسوزی چو عذار برفروزی | تو ازین چه سود داری که نمیکنی مدارا
مژهٔ سیاهت ار کرد سوی خونِ ما اشارت | ز فریبِ او بیندیش و غلط مکن نگارا
همه شب درین امیدم که نسیمِ صبحگاهی | به پیامِ آشنائی بنوازد آشنارا

بخدا که جرعهٔ ده تو به حافظِ سحرخیز
که دعاے صبحگاهی اثرے کند شمارا

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنارا | که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ مارا
شکرفروش که عمرش دراز باد چرا | تفقدے نکند طوطیِ شکرخارا
غُرورِ حُسن اجازت مگر ندادای گل | که پرسشے نکنی عندلیبِ شیدارا
بحُسنِ خلق توان کرد صیدِ اہلِ نظر | به بند و دام نگیرند مرغِ دانارا
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی | بیاد آر حریفانِ باده پیمارا
ندانم از چه سبب رنگِ آشنائی نیست | سہی قدانِ سیه چشمِ ماه سیمارا
جز این قدر نتوان گفت در جمالِ تو عیب | که خالِ مهر و وفا نیست روی زیبارا

در آسمان چه عجب گر زگفتهٔ حافظ
سماعِ زهره برقص آورد مسیحارا

ساقیا برخیز و درده جام را | خاک بر سر کن غمِ ایام را

ساغرِ مے در کفم نہ تا ز سر | بر کشم این دلقِ ازرق فام را
گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلان | ما نمی خواہیم ننگ و نام را
بادہ در دہ چند ازین بادِ غرور | خاک بر سر نفسِ نافرجام را
دودِ آہ سینۂ سوزانِ من | سوخت این افسردگانِ خام را
محرمِ رازِ دلِ شیدای من | کس نمی بینم ز خاص و عام را
با دلارامی مرا خاطر خوش ست | کز دلم یکبارہ برد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن | ہر کہ دید آن سروِ سیم اندام را
از سرِ دنیا گذشتی غم مخور | خوش بخور ہم خوش ہمہ ایام را

صبر کن حافظ بسختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را

ما برفتیم تو دانی و دلِ غمخورِ ما | بختِ بد تا بکجا مے برد آبشخورِ ما
از نثارِ مژہ چون زلفِ تو درہ گیرم | قاصدی کز تو سلامے برساند بر ما
بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر | کہ وفا با تو قرین باد و خدا یاورِ ما
گر ہمہ خلقِ جہان بر من و تو حیف خورند | بکشد از ہمہ انصاف ستم داورِ ما
بسرت گر ہمہ عالم بسرم بخروشند | نتوان بردِ ہوائے تو برون از سرِ ما

فلک آواره بهر سو کندم میدانی
دردمندیم خبر میدهد از سوز درون
ما ز وصف رخ زیبای تو تا دم زده‌ایم
زود باشد که بیاید بسلامت یارم

رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما
دهن خشک و لب تشنه و چشم تر ما
ورق گل خجل ست از ورق دفتر ما
ای خوش آن روز که آید بسلامت بر ما

هر که گوید که کجا رفت خدارا حافظ
گو بزاری سفری کرد و برفت از بر ما

لطف باشد گر نپوشی از گدا هاروت را
همچو هاروتیم دائم در بلای عشق زار
کی شدی هاروت در چاه زنخدانش اسیر
بوی گل بر خاست گوئی در چمن هاروت بو

تا بکام دل نه بیند دیده ماروت را
کاشکی هرگز ندیدی دیده ماروت را
گر نگفتی شمهٔ از حسن او ماروت را
بلبلان مستند گوئی دیده چون ماروت را

میکشم جور و جفاهایت ز هجران ای صنم
روی بنما تا به بیند حافظ ماروت را

تا جمالت عاشقان را زد بوصل خود صلا
آنچه جان عاشقان از دست هجرت میکشد
ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من

جان و دل افتاده اند از زلف و خالت در بلا
کس ندیده در جهان جز کشتگان کربلا
ترک مستوری و شهرت کرد باید اولا

بزمِ عیش و موسمِ شادی و هنگامِ طرب ۔ پنج روز ایامِ عشرت را غنیمت دان دلا

حافظا گر پای بوسِ شاه دستت میدهد
یافتی در هر دو عالم زینتِ عز و علا

میدمد صبح کله بسته سحاب ۔ الصبوح الصبوح یا اصحاب
میچکد ژاله بر رخِ لاله ۔ المدام المدام یا احباب
می وزد از چمن نسیمِ بهشت ۔ خوش بنوشید دائما می ناب
تختِ زرین زدست گل بچمن ۔ راح چون لعلِ آتشین دریاب
لب و دندانِ تو حقوقِ نمک ۔ داشت بر جانِ سینهای کباب
درِ میخانه بسته اند مگر ۔ افتح یا مفتح الابواب
در چنین موسمِ عجب باشد ۔ که به بندند میکده بشتاب
زاهدا می بنوش رندانه ۔ فاتقوا الله یا اولی الالباب
گر نشان زابِ زندگی جوئے ۔ می نوشین بجو بیا نگِ رباب
چون سکندر حیات اگر طلبی ۔ لبِ لعلِ نگار را دریاب
بر رخِ ساقی پری پیکر ۔ موسمِ گل بنوش بادهٔ ناب

حافظا غم مخور که شاهد بخت ۔ عاقبت بر کشد ز چهره نقاب

گفتم ای سلطانِ خوبان رحم کن این غریب — گفت در دنبالِ دل ره گم کند مسکین غریب

گفتمش بگذر زمانی گفت معذورم بدار — خانه پروردی چه تاب آرد غمِ چندین غریب

خفته بر سنجابِ شاهی نازنینی را چه غم — گر ز خار و خاره سازد بستر و بالین غریب

ایکه در زنجیرِ زلفت جانِ چندین آشناست — خوش فتاد آن خالِ مشکین بر رخِ رنگین غریب

بس غریب افتاده است آن مور خط گردِ رخت — گرچه نبود در نگارستان خطِ مشکین غریب

می نماید عکسِ می در رنگِ روی مهوشت — همچو برگِ ارغوان بر صفحهٔ نسرین غریب

گفتم ای شامِ غریبان طرهٔ شبرنگِ تو — در سحرگاهان حذر کن چون بنالد این غریب

باز گفتم ماهِ من آن عارضِ گلگون مپوش — ورنه خواهی ساخت ما را خسته و مسکین غریب

گفت حافظ آشنایان در مقامِ حیرت اند
دور نبود گر نشیند خسته و مسکین غریب

آفتاب از روی او شد در حجاب — سایه را باشد حجاب از آفتاب

دستِ ماه و مهر بر بندد بحسن — ماه بی مهرم چو بر بندد نقاب

از خیالم باز نشناسد کسی — گر در آغوشش ببینم شب بخواب

شاهدان مستور و مستان بی شکیب — خانقه معمور و درویشان خراب

خونِ دل در جام دیدم از سرشک — آبرو بر باد دادم در شراب

از برای باده می باید زدن	محتسب را حد بجید و حساب
سوزِ مستان گر بداند محتسب	در دم از بی شان نهد بر آتش آب

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
ترکِ ترکانِ خطا بود صواب

تعالی الله چه دولت دارم امشب	که آمد ناگهان دلدارم امشب
چو دیدم روی خوبش سجده کردم	بحمد الله نکو کردارم امشب
نهالِ عیشم از وصلش بر آورد	ز بختِ خویشتن بر خوردارم امشب
کشد نقشِ انا الحق بر زمین خون	چو منصور ار کشی بر دارم امشب
براتِ لیلة القدری بدستم	رسید از طالعِ بیدارم امشب
بران عزمم که گر خود میرود سر	که سر پوش از طبق بر دارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم	زکوٰةِ حسن ده حق دارم امشب

همی ترسم که حافظ محو گردد
ازین شوری که در سر دارم امشب

صبحِ دولت میدمد کو جامِ همچون آفتاب	فرصتی زین به کجا باشد بده جامِ شراب
خانهٔ بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذله گو	موسمِ عیش است و دورِ ساغر و عهدِ شباب

شاهد و ساقی بدست افشان و مطرب پای کوب
غمزهٔ ساقی ز چشم می پرستان برده خواب

خلوت خاص است و جای امن و نزهتگاه انس
این که می بینیم به بیداریست یا رب یا بخواب

از خیال لطف می مشاطهٔ چالاک طبع
در ضمیر برگ گل خوش میکند پنهان گلاب

از پی تفریح طبع و زیور حسن طرب
خوش بود ترکیب زرین جام با لعل مذاب

تا شد آن مه مشتری دُرهای حافظ را بگوش
میرسد هردم بگوش زهره گلبانگ رباب

ز باغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب
ز تاب هجر تو دارد شرار دوزخ تاب

چو چشم من همه شب جویبار باغ بهشت
خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب

بحسن عارض و قد تو برده اند پناه
بهشت و طوبی و طوبی لهم و حسن مآب

بهار شرح جمال تو داده در هر فصل
بهشت ذکر جمیل تو کرده در هر باب

لب و دهان ترا ای بسا حقوق نمک
که هست بر جگر ریش و سینهای کباب

بسوخت این دل ما و بکام دل نرسید
مدام اگر برسیدی نریختی خوناب

گمان مبر که بدور تو عاشقان مستند
خبر نداری از احوال زاهدان خراب

مرا بدور لبت شد یقین که جوهر لعل
پدید میشود از آفتاب عالمتاب

مهل که عمر به بیهوده بگذرد حافظ
بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب

بیا که قصرِ امل سخت سست بنیادست | بیار باده که بنیادِ عمر بر بادست

غلامِ همت آنم که زیرِ چرخِ کبود | ز هر چه رنگ تعلق پذیرد آزادست

نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر | که این حدیث ز پیرِ طریقتم یادست

مجو درستی عهد از جهانِ سست نهاد | که این عجوزه عروسِ هزار دامادست

چه گویمت که بمیخانه دوش مست خراب | سروشِ عالمِ غیبم چه مژدها دادست

که ای بلند نظر شاهبازِ سدره نشین | نشیمنِ تو نه این کنجِ محنت آبادست

ترا ز کنگرهٔ عرش میزنند صفیر | ندانمت که درین دامگه چه افتادست

غمِ جهان مخور و پندِ من مبر از یاد | که این لطیفهٔ نغزم ز رهروی یادست

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای | که بر من و تو درِ اختیار نگشادست

نشانِ مهر و وفا نیست در تبسمِ گل | بنال بلبلِ مسکین که جای فریادست

حسد چه می بری ای سست نظم بر حافظ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدادادست

برو بکارِ خود ای واعظ این چه فریادست | مرا فتاد دل از کف ترا چه افتادست

بکام تا نرساند مرا لبش چون نای | نصیحتِ همه عالم بگوشِ من بادست

میانِ او که خدا آفریده است از هیچ | دقیقه ایست که هیچ آفریده نگشادست

گدای کوی تو از هشت خلد مستغنیست
اسیر بند تو از هر دو عالم آزادست

اگر چه مستی عشقم خراب کرد ولی
اساس هستی من زان خراب آبادست

دلا منال ز بیداد و جور یار که یار
ترا نصیب همین کرده است و این دادست

برو فسانه مخوان و فسون مدم حافظ
کزین فسانه و افسون مرا بسی یادست

روزه یکسو شد و عید آمد و دلها برخاست
می ز میخانه بجوش آمد و می باید خواست

نوبت زهد فروشان گران جان بگذشت
وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست

چه ملامت بود آن را که چو ما باده خورد
این نه عیبست بر عاشق رند و نه خطاست

باده نوشی که در او هیچ ریائی نبود
بهتر از زهد فروشی که در او روی و ریاست

ما نه مردان ریائیم و حریفان نفاق
آنکه او عالم سرست بدین حال گواست

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم
وانچه گویند روا نیست بگوئیم رواست

چه بود گر من و تو چند قدح باده خوریم
باده از خون رزانست نه از خون شماست

این نه عیبست کزین عیب خلل خواهد بود
ور بود عیب چه شد مردم بی عیب کجاست

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردانست
همچو پرگار ولی نقطهٔ دل پا برجاست

چو بشنوی سخن اهل دل مگو که خطاست | سخن شناس نهٔ دلبرا خطا اینجاست

سرم بدنیا و عقبی فرو نمی آید | تبارک الله ازین فتنها که در سر ماست

در اندرون من خسته دل ندانم کیست | که من خموشم و او در فغان و در غوغاست

دلم ز پرده برون شد کجائی ای مطرب | بنال هان که ازین پرده کار ما بنواست

مرا بکار جهان هرگز التفات نبود | رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست

نخفته ام بخیالے که می پزم شبها | خمار صد شبه دارم شرابخانه کجاست

چنین که صومعه آلوده شد بخون دلم | گرم بباده بشوئید حق بدست شماست

ازان بدیر مغانم عزیز میدارند | که آتشی که نمیرد همیشه در دل ماست

چه ساز بود که بنواخت مطرب عشاق | که رفت عمر و هنوزم دماغ پر ز صداست

خمار عشق تو دوشب در اندرونم بود | کجاست وقت عبادت چه وقت جا بیجاست

ندای عشق تو دوشم در اندرون دادند
فضای سینهٔ حافظ هنوز پر ز صداست

روضهٔ خلد برین خلوت درویشان است | مایهٔ محتشمی خدمت درویشان است

گنج عزلت که طلسمات عجائب دارد | فتح آن در نظر همت درویشان است

قصر فردوس که رضوانش بدربانی رفت | منظری از چمن نزهت درویشان است

انچه زر میشود از پرتو آن قلب سیاه | کیمیائیست که در صحبت درویشان ست

وانکه پیشش بنهد تاج تکبر خورشید | کبریائیست که در حشمت درویشان ست

دولتی را که نباشد غم از آسیب زوال | بی تکلف بشنود دولت درویشان ست

خسروان قبلهٔ حاجات جهان اند ولی | از ازل تا بابد فرصت درویشان ست

روی مقصود که شاهان جهان میطلبند | مظهرش آینهٔ طلعت درویشان ست

ای توانگر مفروش اینهمه نخوت که ترا | سروری در کنف همت درویشان ست

گنج قارون که فرو میرود از قهر هنوز | خوانده باشی تو که از غیرت درویشان ست

بندهٔ آصف عهدم که در سلطنتش | صورت خواجگی و سیرت درویشان ست

حافظ اینجا بادب باش که سلطان و ملک
همه در بندگی حضرت درویشان ست

مطلب طاعت و پیمان درست از من مست | که به پیمانه کشی شهره شدم روز الست

من همان دم که وضو ساختم از چشمهٔ عشق | چار تکبیر زدم یکسره بر هر چه که هست

می بده تا دهمت آگهی از سر قضا | که بروی که شدم عاشق و بر بوی که مست

کمر کوه کم ست از کمر مور اینجا | ناامید از در رحمت مشو ای باده پرست

جان فدای دهنش باد که در باغ نظر | چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست

بجز آن نرگس مستانه که چشمش مرساد — زیر این طارم فیروزه کسی خوش ننشست

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت
یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست — که هر چه بر سر ما میرود ارادت اوست

نظیر دوست ندیدم اگر چه از مه و مهر — نهادم آینه‌ها در مقابل رخ دوست

نثار روی تو هر برگ گل که در چمن است — فدای قد تو هر سرو بن که بر لب جوست

مگر تو شانه زدی زلف عنبر افشان را — که باد غالیه سا گشت و خاک عنبر بوست

رخ تو در نظر آمد مراد خواهم یافت — چرا که حال نکو در قفای فال نکوست

صبا ز حال دل تنگ ما چه شرح دهد — که چون شکنج ورقهای غنچه تو بر توست

نه من سبوکش این دیر زهدسوزم و بس — بسا سری که درین آستانه سنگ و سبوست

زبان ناطقه در وصف حسن او لال است — چه جای کلک بریده زبان بیهده گوست

نه این زمان دل حافظ در آتش طلب است
که داغدار ازل همچو لاله خودروست

دل سراپردهٔ محبت اوست — دیده آئینه‌دار طلعت اوست

من که سر در نیاورم بدو کون — گردنم زیر بار منت اوست

تو و طوبی و ما و قامت یار | فکر هر کس بقدر همت اوست

دور مجنون گذشت و نوبت ماست | هر کسی پنج روزه نوبت اوست

من که باشم دران حرم که صبا | پرده دار حریم حرمت اوست

ملکت عاشقی و گنج طرب | هر چه دارم ز یمن همت اوست

من و دل گر فدا شویم چه باک | غرض اندر میان سلامت اوست

بی خیالش مباد منظر چشم | زانکه این گوشه خاص دولت اوست

گر من آلوده دامنم چه عجب | همه عالم گواه عصمت اوست

هر گل نو که شد چمن آرای | اثر رنگ و بوی صحبت اوست

فقر ظاهر مبین که حافظ را
سینه گنجینه محبت اوست

(۹-۱۲، ۷-۱۰-۲
۱۹۲-۳۲

آن سیه چرده که شیرینی عالم با اوست | چشم میگون لب خندان دل خرم

گرچه شیرین دهنان پادشهانند ولی | آن سلیمان زمان است که خاتم

روی خوب است و کمال هنر و دامن پاک | لاجرم همت پاکان دو عالم

خال مشکین که بران عارض گندمگون است | سر آن دانه که شد رهزن آدم

دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاران | چه کنم با دل مجروح که مرهم

ل این نکته توان گفت که آن سنگین دل — کشت ما را و دم عیسی مریم با اوست

حافظ از معتقدانست گرامی دارش
زانکه بخشایش بس روح مکرم با اوست

ارم امید عاطفتی از جناب دوست — کردم جنایتی و امیدم بعفو اوست

انم که بگذرد ز سر جرم من که او — گرچه پریوش ست ولیکن فرشته خوست

ی گفتگوی زلف تو دل را همی کشد — با روی دلکش تو کرا روی گفتگوست

مریست تا ز زلف تو بوئی شنیده ام — زان بوی در مشام دل ما هنوز بوست

یچست آن دهان که ندیدم از و نشان — مو ئیست آن میان و ندانم که آن چه موست

ارم عجب ز نقش خیالش که چون نرفت — از دیده ام که دمبدمش کار شست و شوست

ندان گریستم که هر آنکس که برگذشت — در دیده ام چو دید روان گفت اینچه جوست

سر چه گوی بر سر کوی تو باختیم — واقف نشد کسیکه چه گوییست و ینچه کوست

حافظ بدست حال پریشان تو ولے
بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست

ن شب قدری که گویند اهل خلوت امشب است — یارب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

گیسوی تو دست ناسزایان کم رسد — هر دلی در حلقهٔ در ذکر یارب یارب است

تشنهٔ چاهِ زنخدانِ توام کز هر طرف | صد هزارش گردنِ جان زیرِ طوقِ غبغب است
تابِ خوی بر عارضش بین کآفتابِ گرم رو | در هوای آن عرق تا هست هر روزش تب است
اندران ساعت که بر پشتِ صبا بندند زین | با سلیمان چون برانم من که مورم مرکب است
شهسوارِ من که مه آئینه دارِ روی اوست | تاجِ خورشیدِ بلندش خاکِ نعلِ مرکب است
آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد | زاغِ کلکِ من بنام ایزد چه عالی مشرب است
من نخواهم کرد ترکِ لعلِ یار و جامِ می | زاهدان معذور داریدم که اینم مذهب است

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمی میزند
قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب است

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت | آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت
تنم از واسطهٔ دوریِ دلبر بگداخت | جانم از آتشِ هجرِ رخِ جانانه بسوخت
هر که زنجیرِ سرِ زلفِ پریروی تو دید | شد پریشان دلش و بر منِ دیوانه بسوخت
سوزِ دل بین که ز بس آتشِ اشکم دلِ شمع | دوش بر من ز سرِ مهر چو پروانه بسوخت
چون پیاله دلم از توبه که کردم بشکست | چون صراحی جگرم بی می و پیمانه بسوخت
ماجرا کم کن و باز آ که مرا مردمِ چشم | خرقه از سر بدر آورد و بشکرانه بسوخت
آشنائی نه غریب است که دلسوزِ من است | چون من از خویش برفتم دلِ بیگانه بسوخت

خرقهٔ زهدِ مرا آبِ خرابات ببرد | خانهٔ عقلِ مرا آتشِ خمخانه بسوخت

ترکِ افسانه بگو حافظ و می نوش دمی
که نخفتیم شب و شمع با فسانه بسوخت

زاهدِ ظاهرپرست از حالِ ما آگاه نیست | در حقِ ما هر چه گوید جای هیچ اکراه نیست

در طریقت هر چه پیشِ سالک آید خیرِ اوست | در صراط المستقیم ای دل کسی گمراه نیست

تا چه بازی رخ نماید بیدقی خواهیم راند | عرصهٔ شطرنجِ رندان را مجالِ شاه نیست

این چه استغناست یارب وین چه داور حاکمست | کاین همه زخمِ نهان ست و مجالِ آه نیست

چیست این سقفِ بلندِ سادهٔ بسیارنقش | زین معما هیچ دانا در جهان آگاه نیست

صاحبِ دیوانِ ما گویا نمیداند حساب | کاندرین طغرا نشانِ حسبةً لله نیست

هر که خواهد گو بیا و هر که خواهد گو برو | گیر و دار و حاجب و دربان درین درگاه نیست

هر چه هست از قامتِ ناسازِ بی اندامِ ماست | ورنه تشریفِ تو بر بالای کس کوتاه نیست

بر درِ میخانه رفتن کارِ یکرنگان بود | خودفروشان را بکوی میفروشان راه نیست

بندهٔ پیرِ خراباتم که لطفش دائمست | ورنه لطفِ شیخ و زاهد گاه هست و گاه نیست

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی همتی ست
عاشقِ دردی کش اندر بندِ مال و جاه نیست

ای پیک نامور که رسید از دیار دوست — آورده حرز جان ز خط مشکبار دوست

خوش میدهد نشان جلال و جمال یار — خوش میکند حکایت عز و وقار دوست

جان دادمش بمژده و خجلت همی برم — زین نقد کم عیار که کردم نثار دوست

سیر سپهر و دور قمر را چه اختیار — در گردش اند بر حسب اعتبار دوست

شکر خدا که از مدد بخت کارساز — بر حسب مدعاست همه کار و بار دوست

گر باد فتنه هر دو جهان را بهم زند — ما و چراغ چشم و ره انتظار دوست

کحل الجواهری بمن آر ای نسیم صبح — زان خاک نیکبخت که شد رهگذار دوست

ماییم و آستانهٔ عشق و سر نیاز — تا خواب خوش کرا برد اندر کنار دوست

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چه باک
منت خدای را که نیم شرمسار دوست

زلفت هزار دل بیکی تار مو ببست — راه هزار چاره گر از چار سو ببست

تا عاشقان ببوی نسیمش دهند جان — بگشود نافه و در هر آرزو ببست

شیدا از آن شدم که نگارم چو ماه نو — ابرو نمود و جلوه گری کرد و رو ببست

ساقی بچند رنگ می اندر پیاله ریخت — این نقشها نگر که چه خوش در کدو ببست

یارب چه غمزه کرد صراحی که خون خم — با نغمهای قلقلش اندر گلو ببست

دانا چو دید بازی این چرخ حقه باز
هنگامه باز چید و درِ گفتگو ببست

مطرب چه نغمه ساخت که در پردهٔ سماع
بر اهلِ وجد و حال درِ های و هو ببست

حافظ هر آنکه عشق نورزید و وصل خواست
احرامِ طوفِ کعبهٔ دل بی وضو ببست

مرحبا ای پیکِ مشتاقان بده پیغامِ دوست
تا کنم جان از سرِ رغبت فدایِ نامِ دوست

واله و شیداست دائم همچو بلبل در قفس
طوطیِ طبعم ز شوقِ شکر و بادامِ دوست

زلفِ او دام است و خالش دانهٔ آن دام و من
بر امیدِ دانهٔ افتادم اندر دامِ دوست

سر ز مستی برنگیرد تا به صبحِ روزِ حشر
هر که چون من در ازل یک جرعه خورد از جامِ دوست

من نوشتم نامهٔ از شرحِ حالِ خود ولی
دردِ سر باشد نمودن بیش ازین ابرامِ دوست

میلِ من سوی وصال و قصدِ او سوی فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا برآید کامِ دوست

گر دهد دستم کشم در دیده همچون توتیا
خاکِ راهِ کان مشرف گردد از اقدامِ دوست

حافظ اندر دردِ او میسوز و بادرمان بساز
زانکه درمانی ندارد دردِ بی آرامِ دوست

آن ترکِ پریچهره که دوش از برِ ما رفت
آیا چه خطا دید که از راهِ خطا رفت

تا رفت مرا از نظر آن چشمِ جهان بین
کس واقفِ ما نیست که از دیده چها رفت

بر شمع نرفت از گذر آتش دل دوش / آن دود که از سوز جگر بر سر ما رفت

دور از رخ تو دمبدم از گوشهٔ چشمم / سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت

از پای فتادیم چو آمد شب هجران / در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

دل گفت وصالش بدعا باز توان یافت / عمریست که عمرم همه در کار دعا رفت

احرام چه بندیم که آن قبله نه اینجاست / در سعی چه کوشیم که از مروه صفا رفت

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید / هیهات که درد تو ز قانون شفا رفت

ای دوست بپرسیدن حافظ قدمی نه
زان پیش که گویند که از دار فنا رفت

منم که گوشهٔ میخانه خانقاه منست / دعای پیر مغان ورد صبحگاه منست

گرم ترانهٔ چنگ و صبوح نیست چه باک / نوای من بسحر آه عذرخواه منست

ز پادشاه و گدا فارغم بحمد الله / گدای خاک در دوست پادشاه منست

غرض ز مسجد و میخانه ام وصال شماست / جز این خیال ندارم خدا گواه منست

مرا گدای تو بودن ز سلطنت خوشتر / که ذل جور و جفای تو عز و جاه منست

مگر بتیغ اجل خیمه بر کنم ورنه / رمیدن از در دولت نه رسم و راه منست

از آن زمان که بر این آستان نهادم روی / فراز مسند خورشید تکیه گاه منست

گناه اگرچه نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش و گو گناه من است

لعل سیراب بخون تشنه لب یار من است — از پی دیدن او دادن جان کار من است
شرم از آن چشم سیه بادش و مژگان دراز — هر که دل بردن او دید و در انکار من است
ساربان رخت بدروازه مبر کان سر کو — شاهراهیست که منزلگه دلدار من است
بندهٔ طالع خویشم که درین قحط وفا — عشق آن لولی سرمست خریدار من است
طبلهٔ عطر گل و درج عبیر افشانش — فیض یک شمه ز بوی خوش عطار من است
باغبان همچو نسیم ز در خویش مران — کآب گلزار تو از اشک چو گلنار من است
شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود — نرگس او که طبیب دل بیمار من است

آنکه در طرز غزل نکته بحافظ آموخت
یار شیرین سخن نادره گفتار من است

روزگاریست که سودای بتان دین من است — غم این کار نشاط دل غمگین من است
دیدن روی ترا دیدهٔ جان بین باید — وین کجا مرتبهٔ چشم جهان بین من است
تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد — خلق را ورد زبان مدحت و تحسین من است
دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار — کاین کرامت سبب حشمت و تمکین من است

واعظِ شحنه شناس این عظمت گو مفروش | زانکه منزلگهِ سلطانِ دلِ مسکینِ من است
یارب این کعبهٔ مقصود تماشاگهِ کیست | که مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ من است
یارِ ما باش که زیبِ فلک و زینتِ دهر | از مهِ روی تو و اشکِ چو پروینِ من است

حافظ از حشمتِ پرویز دگر قصه مخوان
که لبش جرعه کشِ خسروِ شیرینِ من است

ای شاهدِ قدسی که کشد بندِ نقابت | وی مرغِ بهشتی که دهد دانه و آبت
خوابم بشد از دیده درین فکرِ جگرسوز | کاغوش که شد منزلِ آسایش و خوابت
درویش نمی پرسی و ترسم که نباشد | اندیشهٔ آمرزش و پروای ثوابت
راهِ دلِ عشاق زد آن چشمِ خماری | پیداست ازین شیوه که مستست شرابت
تیری که زدی بر دلم از غمزه خطا رفت | تا باز چه اندیشه کند رای صوابت
هر ناله و فریاد که کردم نشنیدی | پیداست نگارا که بلندست جنابت
ای قصرِ دل افروز که منزلگهِ انسی | یارب مکناد آفتِ ایامِ خرابت
دورست سرِ آب درین بادیه هشدار | تا غولِ بیابان نفریبد بسرابت
تا در رهِ پیری بچه آیین روی ای دل | باری بغلط صرف شد ایامِ شبابت
حافظ نه غلامیست که از خواجه گریزد | لطفی کن و باز آ که خرابم ز عتابت

باغِ مرا چه حاجتِ سرو و صنوبر است
شمشاد سایه‌پرورِ من از که کمتر است

ای نازنین پسر تو چه مذهب گرفته‌ای
کت خونِ ما حلال‌تر از شیرِ مادر است

چون نقشِ غم ز دور ببینی شراب خواه
تشخیص کرده‌ایم و مداوا مقرر است

یک قصه بیش نیست غمِ عشق وین عجب
از هر کسی که می‌شنوم نامکرر است

از آستانِ پیرِ مغان سر چرا کشیم
دولت درین سرا و گشایش درین در است

دی وعده داد وصلم و در سر شراب داشت
امروز تا چه گوید و بازش چه در سر است

ما آبروی فقر و قناعت نمی‌بریم
با پادشه بگوی که روزی مقدر است

شیراز و آب رکنی و آن بادِ خوش نسیم
عیبش مکن که خالِ رخِ هفت کشور است

فرق است ز آبِ خضر که ظلمات جای اوست
تا آبِ ما که منبعش الله اکبر است

در کوی ما شکسته دلی میخرند و بس
بازارِ خودفروشی ازان سوی دیگر است

حافظ چه طرفه شاخ نباتیست کلکِ تو
کش میوه دلپذیرتر از شهد و شکر است

شکفته شد گلِ حمرا و گشت بلبل مست
صلای سرخوشی ای عاشقان باده‌پرست

اساس توبه که در محکمی چو سنگ نمود
ببین که جام زجاجی چگونه اش بشکست

بیار باده که در بارگاهِ استغنا
چه پاسبان و چه سلطان چه هوشیار و چه مست

از این رباطِ دو در چون ضرورتست رحیل
رواق طاقِ معیشت چه سربلند و چه پست

مقامِ عیش میسر نمیشود بی رنج
بلی بحکمِ بلا بسته‌اند روزِ الست

بهست و نیست مرنجان ضمیر و خوش میباش
که نیستیست سرانجامِ هر کمال که هست

شکوهِ آصفی و اسپ باد و منطقِ طیر
بباد رفت و ازان خواجه هیچ طرف نبست

ببال و پر مرو از ره که تیرِ پرتابی
هوا گرفت زمانی ولی بخاک نشست

زبانِ کلکِ تو حافظ چه شکرِ آن گوید
که تحفهٔ سخنش میبرند دست بدست

زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب و مست
پیرهن چاک و غزل خوان و صراحی در دست

نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کنان
نیم شب مست ببالینِ من آمد بنشست

سر فرا گوشِ من آورد باوازِ حزین
گفت کای عاشقِ شوریدهٔ من خوابت هست

عاشقی را که چنین بادهٔ شبگیر دهند
کافرِ عشق بود گر نبود باده پرست

برو ای زاهد و بر دردکشان خرده مگیر
که ندادند جز این تحفه بما روزِ الست

آنچه او ریخت به پیمانهٔ ما نوشیدیم
اگر از خمرِ بهشت است و گر از بادهٔ مست

خندهٔ جامِ می و زلفِ گره‌گیرِ نگار
ای بسا توبه که چون توبهٔ حافظ بشکست

خدا چو صورت ابروی دلربای تو بست
گشاد کار من اندر کرشمه‌های تو بست

هزار سرو چمن را بخاک راه نشاند
زمانه تا قصب زیر کش قبای تو بست

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام
سحر گمان که دل هر دو در نوای تو بست

ز کار ما و دل غنچه بس گره بگشود
نسیم صبح چو دل در ره هوای تو بست

مرا به بند تو دوران چرخ راضی کرد
ولی چه سود که سررشته در رضای تو بست

چو نافه بر دل مسکین من گره مفکن
که عهد با سر زلف گره گشای تو بست

تو خود حیات دگر بودی ای زمان وصال
خطا نگر که دل امید در وفای تو بست

هم از نسیم تو روزی گشایشی یابد
چو غنچه هر که دل خویش در هوای تو بست

ز دست جور تو گفتم ز شهر خواهم رفت
بخنده گفت برو حافظا که پای تو بست

ای هدهد صبا به سبا میفرستمت
بنگر که از کجا به کجا میفرستمت

حیف است طائری چو تو در خاکدان غم
زینجا به آشیان وفا میفرستمت

در راه عشق مرحله قرب و بعد نیست
می‌بینمت عیان و دعا میفرستمت

هر صبح و شام قافله‌ای از دعای خیر
در صحبت شمال و صبا میفرستمت

در روی خود تفرج صنع خدای کن
کآئینه خدای نما میفرستمت

تا لشکرِ غمت نکند ملکِ دل خراب — جانِ عزیزِ خود بنوا میفرستمت

هر دم غمی فرست مرا و بگو بنائی — کاین تحفه از برای خدا میفرستمت

ای غائب از نظر که شدی همنشینِ دل — میگویمت دعا و ثنا میفرستمت

تا مطربان ز شوقِ منت آگهی دهند — قول و غزل بساز و نوا میفرستمت

ساقی بیا که هاتفِ غیبم بمژده گفت — با درد صبر کن که دوا میفرستمت

حافظ سرودِ مجلسِ ما ذکرِ خیرِ تست
تعجیل کن که اسپ و قبا میفرستمت

ای غائب از نظر بخدا میسپارمت — جانم بسوختی و بدل دوست دارمت

تا دامنِ کفن نکشم زیرِ پای خاک — باور مکن که دست ز دامن بدارمت

گر بایدم شدن سوی هاروتِ بابلی — صد گونه ساحری بکنم تا بیارمت

محرابِ ابروان بنما تا سحرگهی — دستِ دعا برآرم و در گردن آرمت

خواهم که پیش میرمت ای بیوفا طبیب — بیمار باز پرس که در انتظارمت

صد جوی آب بسته ام از دیده در کنار — بر بوی تخمِ مهر که در دل بکارمت

خونم بریز و از غمِ هجرم خلاص کن — منت پذیرِ غمزهٔ خنجر گذارمت

میگریم و مرادم ازین چشمِ اشکبار — تخمِ محبت است که در دل بکارمت

گر دیده و دلم کند آهنگِ دیگرے | آتش زنم دران دل و دیده برآرمت
بارم ده از کرم بر خود تا بسوزِ دل | دریا تے دمبدم گهر از دیده بارمت

حافظ شراب و شاهد و رندی نه وضعِ تست
فی الجمله میکنی و فرو میگذارمت

بجانِ خواجه و حقِ قدیم و عهدِ درست | که مونسِ دمِ صبحم دعای دولتِ تست
سرشکِ من که ز طوفانِ نوح دست ببرد | ز لوحِ سینه نیارست نقشِ مهرِ تو شست
بکن معامله و این دلِ شکسته بخر | که با شکستگی ارزد بصد هزار درست
شدم ز عشقِ تو شیدای کوه و دشت و هنوز | نمیکنی بترحّم نطاقِ سلسله سست
ملامتم بخرابی مکن که مرشدِ عشق | حوالتم بخرابات کرد روزِ نخست
ولا طمع مبر از لطفِ بی نهایتِ دوست | چو لافِ عشق زدی سر بباز چابک و چست
زبانِ مور بر آصف دراز گشت ازان | که خواجه خاتمِ جم یاوه کرد و باز نجست
بصدق کوش که خورشید زاید از نفست | که از دروغ سیه روی گشت صبحِ نخست

مرنج حافظ و از دلبران وفا مجوے
گناهِ باغ چه باشد چو این گیاه نرست

جانا بحاجتی که ترا هست با خدای — آخر دمی بپرس که ما را چه حاجت است

ای پادشاه حسن خدا را بسوختیم — باری سؤال کن که گدا را چه حاجت است

ارباب حاجتیم و زبان سؤال نیست — در حضرت کریم تمنّا چه حاجت است

جام جهان نماست ضمیر منیر دوست — اظهار احتیاج خود آنجا چه حاجت است

آن شد که بار منت ملاح بردمی — گوهر چو دست داد بدریا چه حاجت است

ای مدعی برو که مرا با تو کار نیست — احباب حاضرند باعدا چه حاجت است

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست — چون رخت از آنِ تست بیغما چه حاجت است

ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار — میداندت وظیفه تقاضا چه حاجت است

حافظ تو ختم کن که هنر خود عیان شود
با مدعی نزاع و محاکا چه حاجت است

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بهار چیست — ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

معنی آب زندگی و روضهٔ ارم — جز طرف جویبار و می خوشگوار چیست

هر وقت خوش که دست دهد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست که انجام کار چیست

پیوند عمر بسته بموئیست هوش دار — غمخوار خویش باش غم روزگار چیست

راز درون پرده ز رندان مست پرس — ای مدعی نزاع تو با پرده دار چیست

مستور و مست هر دو چو از یک قبیله‌اند | ما دل بعشوهٔ که دهیم اختیار چیست
سهو و خطای بنده گرش نیست اعتبار | معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

زاهد شراب کوثر و حافظ پیاله خواست
تا در میانه خواستهٔ کردگار چیست

ما هم این هفته شد از شهر و بچشمم سالیست | حال هجران تو چه دانی که چه مشکل حالیست
مردم دیده ز لطف رخ او در رخ او | عکس خود دید و گمان کرد که مشکین خالیست
ایکه انگشت نمائی بکرم در همه شهر | وه که در کار غریبان عجبت اهمالیست
میچکد شیر هنوز از لب همچون شکرش | گرچه در عشوه‌گری هر مژه‌اش قتالیست
بعد ازینم نبود شائبه در جوهر فرد | که دهان تو درین نکته خوش استدلالیست
مژده دادند که بر ما گذری خواهی کرد | نیت خیر مگردان که مبارک فالیست

کوه اندوه فراقت بچه حیلت بکشد
حافظ خسته که از ناله تنش چون نالیست

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش است | وقت گل خوش باد کز وی وقت میخواران خوش است
از صبا هر دم مشام جان ما خوش میشود | آری آری طیب انفاس هواداران خوش است
ناگشوده گل نقاب آهنگ رحلت ساز کرد | ناله کن بلبل که گلبانگ دل افگاران خوش است

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راه عشق / دوست را با نالهٔ شبهای بیداران خوش است

گرچه در بازار دهر از خوشدلی جز نام نیست / شیوهٔ رندی و خوش باشی عیاران خوش است

از زبان سوسن این آوازه ام آمد بگوش / کاندرین دیر کهن کار سبکباران خوش است

حافظا ترک جهان گفتن طریق خوشدلیست / تا نپنداری که احوال جهانداران خوش است

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست / مست از می و میخواران از نرگس مستش مست

از نعل سمند او شکل مه نو پیدا / وز قد بلند او بالای صنوبر پست

آخر ز چه گویم هست از خود خبرم چون نیست / از بهر چه گویم نیست با او نظرم چون هست

چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را / می سوخت چو پروانه تا روز ز پا ننشست

شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست / افغان نظربازان برخاست چو او بنشست

گر غالیه خوشبو شد در گیسوی او آویخت / ور وسمه کمانکش شد با ابروی او پیوست

باز آی که باز آید عمر شدهٔ حافظ / هر چند که ناید باز تیری که بشد از شست

گل در بر و می در کف و معشوقه بکام است / سلطان جهانم بچنین روز غلام است

گو شمع میارید درین بزم که امشب / در مجلس ما ماه رخ دوست تمام است

در مذهب ما باده حلال ست ولیکن
بی روی تو ای سرو گل اندام حرام ست

گوشم همه بر قول نی و نغمهٔ چنگ ست
چشمم همه بر لعل لب و گردش جام ست

در مجلس ما عطر میامیز که جان را
هر لحظه ز گیسوی تو خوشبوی مشام ست

از چاشنی قند مگو هیچ و ز شکر
زان رو که مرا با لب شیرین تو کام ست

تا گنج غمت در دل ویرانه مقیم ست
پیوسته مرا کنج خرابات مقام ست

از ننگ چه گوئی که مرا نام ز ننگ ست
وز نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام ست

میخواره و سرگشته و رندیم و نظرباز
وانکس که چو ما نیست درین شهر کدام ست

با محتسبم عیب مگوئید که او نیز
پیوسته چو ما در طلب عیش مدام ست

حافظ منشین بے می و معشوقه زمانے
کایام گل و یاسمن و عید صیام ست

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف ست
وگر بقهر برانے درون ما صاف ست

بیان وصف تو گفتن نه حد امکان ست
چرا که وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست

چو سرو سرکشی اے یار سنگدل از ما
چه چشمهاست که بر روی ما ز اطراف ست

ز چشم عشق توان دید روے شاهد ما
که نور چهرهٔ خوبان ز قاف تا قاف ست

عدو که منطق حافظ طمع کند در شعر
همان حدیث همای و طریق خطافست

ما را ز خیالِ تو چه پروای شرابست
خم گو سرِ خود گیر که خمخانه خرابست

گر خمرِ بهشت ست بریزید که بی دوست
هر شربتِ عذبم که دهی عینِ عذابست

افسوس که شد دلبر و در دیدهٔ گریان
تحریرِ خیالِ خطِ او نقش بر آبست

بیدار شو ای دیده که ایمن نتوان بود
زین سیل دمادم که درین منزلِ خوابست

معشوقه عیان میگذرد بر تو ولیکن
اغیار همی بیند از آن بسته نقابست

گل بر رخِ رنگینِ تو تا لطفِ عرق دید
در آتشِ رشک از غمِ دل غرقِ گلابست

در بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت
وین طرفه که بر روی تو صد گونه حجابست

سبزست در و دشت بیا تا نگذاریم
دست از سرِ آبی که جهان جمله سرابست

در کنجِ دماغم مطلب جای نصیحت
کاین حجره پر از زمزمهٔ چنگ و ربابست

راهِ تو چه راه است که از غایتِ تعظیم
دریای محیطِ فلکش همچو حبابست

بی روی دل آرای تو ای شمعِ دل افروز
دل رقص کنان بر سرِ آتش چو کبابست

حافظ چه شد ار عاشق و رندست و نظرباز
بس طورِ عجب لازمِ ایامِ شبابست

کنون که در کف گل جام بادهٔ صاف است
بصد هزار زبان بلبلش در اوصاف است

بخواه دفتر اشعار و رو بصحرا کن
چه وقت مدرسه و بحث کشف و کشاف است

فقیه مدرسه دی مست بود و فتوی داد
که می حرام ولی به ز مال اوقاف است

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
که هر چه ساقی ما ریخت عین الطاف است

ببر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر
که صیت گوشه نشینان ز قاف تا قاف است

حدیث مدعیان و خیال همکاران
همان حکایت زردوز و بوریاباف است

خموش حافظ و این نکته‌های چون زر سرخ
نگاهدار که قلاب شهر صراف است

اگر چه باده فرح بخش و باده گل بیز است
ببانگ چنگ مخور می که محتسب تیز است

صراحیی و حریفی گرت بدست افتد
بعقل نوش که ایام فتنه انگیز است

در آستین مرقع پیاله پنهان کن
که همچو چشم صراحی زمانه خونریز است

ز رنگ باده بشوئید خرقها از اشک
که موسم ورع و روزگار پرهیز است

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپهر
که صاف این سر خم جمله دُردی آمیز است

سپهر برشده پرویزنیست خون افشان
که قطره‌اش سر کسری و تاج پرویز است

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ

بیا که نوبت بغداد و وقت تبریز است

یارب آن شمع شب‌افروز ز کاشانهٔ کیست — جان ما سوخت بپرسید که جانانهٔ کیست

حالیا خانه برانداز دل و دین من است — تا هم‌آغوش که می‌باشد و همخانهٔ کیست

بادهٔ لعل لبش کز لب ما دور مباد — راح روح که و پیمان‌دهِ پیمانهٔ کیست

دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید خدا را که به پروانهٔ کیست

می‌دهد هر کسش افسونی و معلوم نشد — که دل نازک او مایل افسانهٔ کیست

یارب آن شاه‌وش ماه‌رخ زهره‌جبین — دُر یکتای که و گوهر یکدانهٔ کیست

آن می لعل که ناخورده مرا کرد خراب — همنشین که و هم کاسه و پیمانهٔ کیست

گفتم آه از دل دیوانهٔ حافظ بی تو
زیر لب خنده‌زنان گفت که دیوانهٔ کیست

بنال بلبل اگر با منت سر یاری است — که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است

در آن چمن که نسیمی وزد ز طرهٔ دوست — چه جای دم زدن نافه‌های تاتاری است

بیار باده که رنگین کنیم جامهٔ دلق — که مست جام غروریم و نام هشیاری است

نبسته اند در توبه حالیا برخیز — که توبه وقت گل از عاشقی ز بیکاری است

سحر کرشمهٔ وصلش بخواب می‌دیدم — زهی مراتب خوابی که به ز بیداری است

خیالِ زلفِ تو پختن نه کارِ خامانست
که زیرِ سلسله رفتن طریقِ عیاریست

لطیفه‌ایست نهانی که عشق ازو خیزد
که نامِ آن نه لبِ لعل و خطِ زنگاریست

جمالِ شخص نه چشمست و زلف و عارض و خال
هزار نکته درین کار و بارِ دلداریست

بآستانِ تو مشکل توان رسید آری
عروج بر فلکِ سروری بدشواریست

روندگانِ طریقت بنیم جو نخرند
قبای اطلسِ آنکس که از هنر عاریست

دلش بناله میازار و ختم کن حافظ
که رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

اگرچه عرضِ هنر پیشِ یار بی‌ادبیست
زبان خموش ولیکن دهان پر از عربیست

پری نهفته رخ و دیو در کرشمهٔ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت که این چه بوالعجبیست

سبب مپرس که چرخ از چه سفله پرور شد
که کامبخشیِ او را بهانه بی‌سببیست

ازین چمن گلِ بیخار کس نچید آری
چراغِ مصطفوی با شرارِ بولهبیست

حسن ز بصره بلال از حبش صهیب از شام
ز خاکِ مکه ابوجهل این چه بوالعجبیست

جمالِ دخترِ رز نورِ چشمِ ماست مگر
که در نقابِ زجاجی و پردهٔ عنبیست

دوای دردِ خود اکنون ازان مفرح جوی
که در صراحیِ چینی و شیشهٔ حلبیست

بنیم جو نخرم طاقِ خانقاه و رباط
مرا که مصطبه ایوان و پای خم طنبیست

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه　　کنون که مست خرابم صلای بی‌ادبیست

بیار می که چو حافظ مدام استغفار
بگریهٔ سحری و نیاز نیم‌شبیست

عیب رندان مکن ای زاهد پاکیزه سرشت　　که گناه دگری بر تو نخواهند نوشت
من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش　　هر کسی آن درود عاقبت کار که کشت
همه کس طالب یارند چه هشیار و چه مست　　همه جا خانهٔ عشق ست چه مسجد چه کنشت
سر تسلیم من و خاک در میکده‌ها　　مدعی گر نکند فهم سخن گو سر و خشت
ناامیدم مکن از سابقهٔ روز ازل　　تو چه دانی که پس پرده که خوبست و که زشت
نه من از خانهٔ تقوی بدر افتادم و بس　　پدرم نیز بهشت ابد از دست بهشت
بر عمل تکیه مکن خواجه که در روز ازل　　تو چه دانی قلم صنع بنامت چه نوشت
گر نهادت همه اینست زهی پاک نهاد　　در سرشتت همه اینست زهی پاک سرشت
باغ فردوس لطیف ست ولیکن زنهار　　تو غنیمت شمر این سایهٔ بید و لب کشت

حافظا روز اجل گر بکف آری جامی
یکسر از کوی خرابات برندت به بهشت

جز آستان توام در جهان پناهی نیست　　سر مرا بجز این در حواله‌گاهی نیست

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
که تیر ما بجز از ناله و آهی نیست

چرا ز کوی خرابات روی برتابم
کزین بهم بجهان هیچ رسم و راهی نیست

زمانه گر بزند آتشم بخرمن عمر
بگو بسوز که بر من ببرگ کاهی نیست

غلام نرگس چماش آن سهی سروم
که از شراب غرورش بکس نگاهی نیست

مباش در پی آزار و هر چه خواهی کن
که در شریعت ما غیر ازین گناهی نیست

عنان کشیده رو ای پادشاه کشور حسن
که نیست بر سر راهی که دادخواهی نیست

عقاب جور گشاده است بال در همه شهر
کمان گوشه نشینی و تیر آهی نیست

چنین که در همه سودای راه می بینم
به از حمایت زلف توام پناهی نیست

خزینهٔ دل حافظ بزلف و خال مده
که کارهای چنین حد هر سیاهی نیست

حال دل با تو گفتنم هوس است
خبر دل شنفتنم هوس است

طمع خام بین که قصه فاش
از رقیبان نهفتنم هوس است

شب قدری چنین عزیز شریف
با تو تا روز خفتنم هوس است

وه که دردانه‌ای چنین نازک
در شب تار سفتنم هوس است

ای صبا امشبم مدد فرمای
که سحرگه شکفتنم هوس است

از برای شرف بنوک مژه | خاک راه تو رفتنم هوس ست

همچو حافظ برغم مدعیان
شعر رندانه گفتنم هوس ست

حسنت باتفاق ملاحت جهان گرفت | آری باتفاق جهان میتوان گرفت

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع | شکر خدا که سر دلش در زبان گرفت

میخواست گل که دم زند از رنگ و بوی تو | از غیرتش صبا نفس اندر دهان گرفت

چون لاله کج نهاده کلاه طرب ز کبر | هر داغ دل که باده چون ارغوان گرفت

آن روز عشق ساغر می خرمنم بسوخت | کاتش ز عکس عارض ساقی در آن گرفت

آسوده بر کنار چو پرگار می شدم | دوران چو نقطه عاقبتم در میان گرفت

خواهم شدن بکوی مغان آستین فشان | زین فتنها که دامن آخر زمان گرفت

بر برگ گل زخون شقائق نوشته اند | کانکس که پخته شد می چون ارغوان گرفت

می ده که هر که آخر کار جهان بدید | از غم سبک برآمد و رطل گران گرفت

می ده بجام جم که صباح صبوحیان | چون پادشه بتیغ زرافشان جهان گرفت

فرصت نگر که فتنه چو در عالم اوفتاد | عارف بجام می زد و از غم کران گرفت

زین آتش نهفته که در سینه منست | خورشید شعله ایست که بر آسمان گرفت

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد
غیری چگونه نکته تواند بران گرفت

خیال روی تو در هر طریق همره ماست	نسیم موی تو پیوند جان آگه ماست
ببین که سیب زنخدان او چه میگوید	هزار یوسف مصری فتاده در چه ماست
برغم مدعیانی که منع عشق کنند	جمال چهرهٔ تو حجت موجه ماست
اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد	گناه بخت پریشان و دست کوته ماست
بحاجب در خلوتسرای خاص بگو	فلان ز گوشه نشینان خاک درگه ماست
بصورت از نظر ما اگرچه محجوبست	همیشه در نظر خاطر مرفه ماست

٦٠

اگر بسائلے حافظ درے زند بگشا
که سالهاست که مشتاق روی چون مه ماست

درین زمانه رفیقی که خالی از خلل ست	صراحی می ناب و سفینهٔ غزل ست
جریده رو که گذرگاه عافیت تنگ ست	پیاله گیر که عمر عزیز بی بدل ست
نه من ز بی عملی در جهان ملولم و بس	ملالت علما هم ز علم بے عمل ست
بچشم عقل ببین در جهان پرآشوب	جهان و کار جهان بی ثبات و بی محل ست
دلم امید فراوان بوصل روی تو داشت	ولی اجل بره عمر رهزن امل ست

ز قسمت ازلی چهرهٔ سیه‌بختان | بشست و شوی نگردد سفید و این مثل است

بگیر طرهٔ مه‌طلعتی و قصه مخوان | که سعد و نحس ز تاثیر زهره و زحل است

خلل پذیر بود هر بنا که می‌بینی | مگر بنای محبت که خالی از خلل است

بهیچ دور نخواهند یافت هشیارش
چنین که حافظ ما مست بادهٔ ازل است

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست | گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست | که نه در آخر صحبت بندامت برخاست

شمع گر زان لب خندان بزبان لافی زد | پیش عشاق تو شبها بغرامت برخاست

در چمن باد بهاری ز کنار گل و سرو | بهواداری آن عارض و قامت برخاست

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت | بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت | سرو سرکش که بناز قد و قامت برخاست

حافظ این خرقه بینداز مگر جان ببری
کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

روی تو کس ندید و هزارت رقیب هست | در غنچه هنوز و صدت عندلیب هست

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست | چون من درین دیار هزاران غریب هست

هر چند دورم از تو که دور از تو کس مباد | لیکن امیدِ وصلِ توام عنقریب است
در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست | هر جا که هست پرتوِ روی حبیب است
آن جا که کارِ صومعه را جلوه میدهند | ناقوس و دیرِ راهب و نامِ صلیب است
عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد | ای خواجه درد نیست و گرنه طبیب است

فریادِ حافظ این همه آخر بهرزه نیست
هم قصهٔ غریب و حدیثِ عجیب است

ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت | وان مواعید که کردی نرود از یادت
در شگفتم که درین مدتِ ایامِ فراق | برگرفتی ز حریفان دل و دل میدادت
برسان بندگیِ دخترِ رز گو بدر آی | که دمِ همتِ ما کرد ز بند آزادت
شادیِ مجلسیان در قدم و مقدمِ تست | جای غم باد هر آن دل که نخواهد شادت
چشمِ بد دور کزین تفرقه خوش باز آورد | طالعِ نامور و دولتِ مادرزادت
شکرِ ایزد که ازین بادِ خزان رخنه نیافت | بوستانِ سمن و سرو و گل و شمشادت

حافظ از دست مده صحبتِ آن کشتیِ نوح
ورنه طوفانِ حوادث ببرد بنیادت

ساقی بیار باده که ماهِ صیام رفت | در ده قدح که موسمِ ناموس و نام رفت

قت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم — عمری که بی حضور صراحی و جام رفت

ر تاب توبه چند توان سوخت همچو عود — می ده که عمر در سر سودای خام رفت

ستم کن آنچنان که ندانم ز بیخودی — در عرصهٔ خیال که آمد کدام رفت

بر بوی آنکه جرعهٔ جامی بما رسد — در مصطبه دعای تو هر صبح و شام رفت

دل را که مرده بود حیاتی ز نو رسید — تا بوئی از نسیم میش در مشام رفت

زاهد غرور داشت سلامت نبرد راه — رند از رهِ نیاز بدار السلام رفت

زاهد تو دان و خلوت تنهائی و نیاز — عشاق را حوالهٔ عیش مدام رفت

نقد دلی که بود مرا صرف باده شد — قلب سیاه بود از آن در حرام رفت

دیگر مکن نصیحت حافظ که ره نیافت — گم گشته که بادهٔ عشقش بکام رفت

صبا اگر گذری افتدت بکشور دوست — بیار نفحهٔ از گیسوی معنبر دوست

بجان او که بشکرانه جان بر افشانم — اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست

وگر چنانچه در آن حضرتت نباشد بار — برای دیده بیاور غباری از در دوست

من گدا و تمنای وصل او هیهات — مگر بخواب ببینم جمال منظر دوست

دل صنوبریم همچو بید لرزانست — ز حسرت قد و بالای چون صنوبر دوست

اگر چه دوست بچیزی نمی خرد ما را | بعالمی نفروشیم موئی از سر دوست

چه باشد ار شود از قید غم دلش آزاد
چه هست حافظ مسکین غلام و چاکر دوست

غمش تا در دلم ماوا گرفته است | سرم چون زلف او سودا گرفته است

لب چون آتشش آب حیات است | ازان آب آتشی در ما گرفته است

همای همتم عمریست کز جان | هوای آن قد بالا گرفته است

شدم عاشق ببالای بلندش | که کار عاشقان بالا گرفته است

چو ما در سایهٔ الطاف اوئیم | چرا او سایه از ما وا گرفته است

نسیم صبح عنبر بوست امروز | مگر یارم ره صحرا گرفته است

ز دریای دو چشم گوهر اشک | جهان در لولو لالا گرفته است

حدیث حافظ ای سرو سمن بر
بوصف قد تو بالا گرفته است

صبحدم مرغ چمن با گل نوخاسته گفت | ناز کم کن که درین باغ بسی چون تو شکفت

گل بخندید که از راست نرنجیم ولی | هیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نگفت

گر طمع داری ازین جام مرصع می لعل | ای بسا در که بنوک مژه ات باید سفت

تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد هر که خاک در میخانه برخسار نرفت

در گلستان ارم دوش چو از لطف هوا زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت

گفتم ای مسند جم جام جهان بینت کو گفت افسوس که آن دولت بیدار بخفت

سخن عشق نه آن ست که آید بزبان ساقیا می ده و کوتاه کن این گفت و شنفت

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت
چه کند سوز غم عشق نیارست نهفت

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت ور ز هندوی شما بر من جفائی رفت رفت

برق عشق ار خرمن پشمینه پوشی سوخت سوخت جور شاه کامران گر بر گدائی رفت رفت

گر دلی از غمزهٔ دلدار باری برد برد در میان جان و جانان ماجرائی رفت رفت

در طریقت رنجش خاطر نباشد می بیار هر کدورت را که بینی چون صفائی رفت رفت

عشقبازی را تحمل باید ای دل پایدار گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

از سخن چینان ملالتها پدید آید ولی چون میان همنشینان ماجرائی رفت رفت

عیب حافظ گو مکن زاهد که رفت از خانقاه
پای آزادان چه بندی گر بجائی رفت رفت

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست در دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست

زمانه افسر رندی نداد جز بکسی | که سرفرازی عالم درین کله دانست
بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی | ز فیض جام می اسرار خانقه دانست
هر آنکه راز دو عالم ز خط ساغر خواند | رموز جام جم از نقش خاک ره دانست
دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان | چرا که شیوهٔ آن ترک دل سیه دانست
ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب | که شیخ مذهب ما عاقلی گنه دانست
ز جور کوکب طالع سحرگهان چشمم | چنان گریست که خورشید دید و مه دانست
خوش آن نظر که لب جام و روی ساقی را | هلال یکشبه و ماه چارده دانست
بلند مرتبه شاهی که نه رواق سپهر | نمونه‌ای ز خم طاق بارگه دانست

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنهان
چه جای محتسب و شحنه پادشه دانست

تا سر زلف تو در دست نسیم افتاده است | دل سودازده از غصه دو نیم افتاده است
چشم جادوی تو در عین سواد سحر است | این قدر هست که این نسخه سقیم افتاده است
در خم زلف تو آن خال سیه دانی چیست | نقطهٔ دوده که در حلقهٔ جیم افتاده است
سایهٔ سرو قدت بر قالبم ای عیسی دم | عکس روحیست که بر عظم رمیم افتاده است
زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار | چیست طاوس که در باغ نعیم افتاده است

دل من در هوس روی تو ای مونس جان
خاک راهیست که در پای نسیم افتاده است

همچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست
از سر کوی تو زان رو که عظیم افتاده است

آنکه جز کعبه مقامش نبد از یاد لبت
بر در میکده دیدم که مقیم افتاده است

حافظ گم شده را با غمت ای جان عزیز
اتحادیست که از عهد قدیم افتاده است

بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت
و اندران برگ و نوا خوش ناله‌های زار داشت

گفتمش در عین وصل این ناله و فریاد چیست
گفت ما را جلوهٔ معشوق در این کار داشت

یار اگر ننشست با ما نیست جای اعتراض
پادشاه کامران بود از گدایان عار داشت

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی
مست شد چون مستی از عالم اسرار داشت

در نمیگیرد نیاز و عجز ما با حسن دوست
خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم
کین همه نقش عجب در گردش پرگار داشت

گر مرید راه عشقی فکر بدنامی مکن
شیخ صنعان خرقه رهن خانهٔ خمار داشت

وقت آن شیرین قلندر خوش که در اطوار سیر
ذکر تسبیح ملک در حلقهٔ زنار داشت

چشم حافظ زیر بام قصر آن حوری سرشت
شیوهٔ جنات تجری تحتها الانهار داشت

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن ست — بکش بغمزه که اینش سزای خویشتن ست

گرت ز دست برآید مراد خاطر ما — ببخش زود که خیری برای خویشتن ست

بجانت ای بت شیرین من که همچون شمع — شبان تیره مرادم فنای خویشتن ست

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل — مکن که این گل خودرو برای خویشتن ست

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج — که نافهاش ز بند قبای خویشتن ست

مرو بخانهٔ ارباب بی مروت دهر — که کنج عافیت در سرای خویشتن ست

بسوخت حافظ در شرط عشق و جانبازی
هنوز بر سر عهد و وفای خویشتن ست

صوفی از پرتو می راز نهانی دانست — گوهر هر کس ازین لعل توانی دانست

شرح مجموعهٔ گل مرغ سحر داند و بس — که نه هر کو ورقی خواند معانی دانست

عرضه کردم دو جهان بر دل کار افتاده — بجز از عشق تو باقی همه فانی دانست

آن شد اکنون که ز افواه عوام اندیشم — محتسب نیز ازین عیش نهانی دانست

دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید — ورنه از جانب ما دل نگرانی دانست

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق — هر که قدر نفس باد یمانی دانست

ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی — ترسم این نکته بتحقیق ندانی دانست

می بیاور که ننازد بگل باغ جهان | هر که غارتگری باد خزانی دانست

حافظ این گوهر منظوم که از طبع انگیخت
اثر تربیت آصف ثانی دانست

حاصل کارگه کون و مکان این همه نیست | باده پیش آر که اسباب جهان این همه نیست

از دل و جان شرف صحبت جانان غرض است | همه آنست وگرنه دل و جان این همه نیست

منت سدره و طوبی ز پی سایه مکش | که چو خوش بنگری ای سرو روان این همه نیست

دولت آنست که بی خون دل آید بکنار | ورنه با سعی و عمل باغ جنان این همه نیست

پنج روزی که درین مرحله مهلت داری | خوش بیاسای زمانی که زمان این همه نیست

بر لب بحر فنا منتظریم ای ساقی | فرصتی دان که ز لب تا بدهان این همه نیست

زاهد ایمن مشو از بازی غیرت زنهار | که ره صومعه تا دیر مغان این همه نیست

دردمندی چو من سوخته زار و نزار | ظاهرا حاجت تقریر و بیان این همه نیست

از تهتک مکن اندیشه و چون گل خوش باش | زانکه تمکین جهان گذران این همه نیست

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولی
پیش رندان رقم سود و زیان این همه نیست

بحریست بحر عشق که هیچش کناره نیست | آنجا جز اینکه جان بسپارند چاره نیست

آن دم که دل بعشق دهی خوش دمی بود / در کارِ خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست

ما را بمنعِ عقل مترسان و می بیار / کان شحنه در ولایتِ ما هیچ کاره نیست

از چشمِ خود بپرس که ما را که میکشد / جانا گناهِ طالع و جرمِ ستاره نیست

رویش بچشمِ پاک توان دید چون هلال / هر دیده جای جلوهٔ آن ماه پاره نیست

فرصت شمر طریقهٔ رندی که این نشان / چون راهِ گنج بر همه کس آشکاره نیست

نگرفت در تو گریهٔ حافظ بهیچ روی / حیرانِ آن دلم که کم از سنگِ خاره نیست

چه لطف بود که ناگاه رشحهٔ قلمت / حقوقِ خدمتِ ما عرضه کرد بر کرمت

بنوکِ خامه رقم کردهٔ سلام مرا / که کارخانهٔ دوران مباد بی رقمت

نگویم از منِ بیدل بسهو کردی یاد / که در حسابِ خرد نیست سهو بر قلمت

مرا ذلیل مگردان بشکرِ این نعمت / که داشت دولتِ سرمد عزیز و محترمت

بیا که تا سرِ زلفت قرار خواهم کرد / که گر سرم برود بر ندارم از قدمت

ز حالِ ما دلت آگه شود مگر وقتی / که لاله بردمد از خاکِ کشتگانِ غمت

روانِ تشنهٔ ما را بجرعهٔ دریاب / چو میدهند زلالِ خضر ز جامِ جمت

صبا ز دستِ تو با هر گلی حدیثی کرد / رقیب کی رهِ غماز داد در حرمت

لم مقیمِ درِ تست حرمتش میدار — بشکرِ آنکه خدا داشته است محترمت

میشه وقتِ تو ای عیسی صبا خوش باد — که جانِ عاشقِ دل خسته زنده شد بدمت

کمینگه است و تو خوش نیز میروی حافظ
مکن که گرد بر آید ز شهرهٔ عدمت

ز گریه مردمِ چشمم نشسته در خون است — ببین که در طلبت حالِ مردمان چون است

یادِ لعلِ لب و چشمِ مست میگونت — ز جامِ غم می لعلی که میخورم خون است

ز مشرقِ سرِ کوی آفتابِ طلعتِ تو — اگر طلوع کند طالعم همایون است

حکایتِ لبِ شیرین کلامِ فرهادست — شکنجِ طرّهٔ لیلی مقامِ مجنون است

دلم بجو که قدت همچو سرو دلجوی است — سخن بگو که کلامت لطیف و موزون است

ز دورِ باده بجان راحتی رسان ساقی — که رنجِ خاطرم از جورِ دورِ گردون است

از آن زمان که ز دستم برفت یارِ عزیز — کنارِ دیدهٔ من همچو رودِ جیحون است

چگونه شاد شود اندرونِ غمگینم — باختیار که از اختیار بیرون است

ز بیخودی طلبِ یار میکند حافظ
چو مفلسی که طلبکارِ گنجِ قارون است

زان یارِ دلنوازم شکریست با حکایت — گر نکته دانِ عشقی خوش بشنو این حکایت

بیمزد بود و منت هر خدمتے کہ کردم — یارب مباد کس را مخدوم بی عنایت

رندان تشنہ لب را آبی نمیدهد کس — گویا ولی شناسان رفتند از ولایت

در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا — سرها بریده بینی بیجرم و بیجنایت

این راه را نهایت صورت کجا توان بست — کش صد هزار منزل بیش است در بدایت

چشمت بغمزه ما را خون خورد و می پسندی — جانا روا نباشد خونریز را حمایت

هرچند بردی آبم رو از درت نتابم — جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

ای آفتاب خوبان مے سوزد اندرونم — یک ساعتم بگنجان در سایۂ عنایت

در این شب سیاهم گم گشته راه مقصود — از گوشۂ برون آی ای کوکب هدایت

از هر طرف که رفتم جز وحشتم نیفزود — زنهار ازین بیابان وین راه بی نهایت

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ — قرآن ز بر بخوانے با چارده روایت

یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت — باز آید و برهاندم از چنگ ملامت

خاک ره آن یار سفر کرده بیارید — تا چشم جهان بین کنمش جاے اقامت

فریاد که از شش جهتم راه ببستند — آن خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت

امروز که در دست توام مرحمتے کن — فردا که شوم خاک چه سود اشک ندامت

ای آنکه بتقریر و بیان دم زنی از عشق
ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

درویش مکن ناله ز شمشیر احبا
کاین طائفه از کشته ستانند غرامت

در خرقه زن آتش که خم ابروی ساقی
بر می‌شکند گوشهٔ محراب امامت

حاشا که من از جور و جفاے تو بنالم
بیداد لطیفان همه لطفست و کرامت

کوته نکند بحث سر زلف تو حافظ
پیوسته شد این سلسله تا روز قیامت

ساقیم خضرست و مے آب حیات
توبه از می چون کنم هیهات هات

بادهٔ تلخ از لب شیرین لبان
در حلاوت می برد آب از نبات

چون دم عیسے نسیم او ز لطف
مردهٔ صد ساله را بخشد حیات

جز بآب آتشین یعنی شراب
حل نمیگردد مرا این مشکلات

روزی ما بین که از دیوان عشق
جز مے هجران نشد ما را برات

شاد باد ارواح آن رندے که او
بر سر کوے مغان یابد وفات

حاصل عمر تو حافظ در جهان
بادهٔ صافیست باقی ترهات

شربتی از لب لعلش نچشیدیم و برفت
روی مه پیکر او سیر ندیدیم و برفت

گویی از صحبت ما نیک بتنگ آمده بود — بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت

بس که ما فاتحه و حرز یمانی خواندیم — وز پیش سورهٔ اخلاص دمیدیم و برفت

سر ز فرمان خطم گفت بکشش تا نروم — ما سر خویش ز خطش نکشیدیم و برفت

عشوه میداد که از کوی ارادت نروم — دیدی آخر که چنان عشوه خریدیم و برفت

شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن — در گلستان وصالش نچمیدیم و برفت

گفت از خود ببرد هر که وصالم طلبد — ما بامید وی از خویش بریدیم و برفت

صورت او بلطافت اثر صنع خداست — ما بروی نظری سیر ندیدیم و برفت

همچو حافظ همه شب ناله و افغان کردیم
کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

ما را ز آرزوی تو پروای خواب نیست — بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست

در دور چشم مست تو هشیار کس ندید — کو دیده کز تصور چشمت بخواب نیست

در هر که بنگری بغمی از تو مبتلاست — یک دل ندیده ام که ز عشقت خراب نیست

هر کو بدست عشق تو شد کشته بر درست — او را در آن جناب سوال و جواب نیست

حافظ چو زر ببوته در افتاد و تاب یافت
عاشق نباشد آنکه چو زر را و تاب نیست

خمِ زلفِ تو دامِ کفر و دین است / ز کارستانِ او یک شمه این است

جمالت معجزِ حسن است لیکن / حدیثِ غمزه‌ات سحرِ مبین است

بر آن چشمِ سیه صد آفرین باد / که در عاشق‌کشی سحرآفرین است

عجب اهیبت راهِ عشق هیهات / که چرخِ هشتمش هفتم زمین است

تو پنداری که بدگو رفت و جان برد / حسابش با کراماً کاتبین است

ز چشمِ شوخِ تو کی جان توان برد / که دائم با کمان اندر کمین است

لبت را آبِ حیوان گفتم اما / چه جای آبِ کان ماءِ معین است

مشو ایمان ز کیدِ زلفش ایمن / که دل برد و کنون دربندِ دین است

ز جامِ عشق می نوشید حافظ
مدامش مستیِ رندی ازین است

دیدی که یار جز سرِ جور و ستم نداشت / بشکست عهدِ ما و از هیچ غم نداشت

یا رب مگیرش ارچه دلِ چون کبوترم / افگند و کشت و حرمتِ صیدِ حرم نداشت

بر من جفا ز بختِ بد آمد وگرنه یار / حاشا که رسمِ جور و طریقِ ستم نداشت

دل این همه جفا که بخواری کشید ازو / هر جا که رفت هیچکسش محترم نداشت

ساقی بیار باده و با مدعی بگو / انکارِ ما مکن که چنین جامِ جم نداشت

هر رهروی که ره بحریم درش نبرد | مسکین برید وادی و ره در حرم نداشت
خوش وقت رندِ مست که دنیا و آخرت | بر باد داد و هیچ غم از بیش و کم نداشت

حافظ ببر تو گوی فصاحت که مدعی
هیچش هنر نبود و خبر نیز هم نداشت

برو ای زاهد و دعوت مکنم سوی بهشت | که خدا در ازل از بهرِ بهشتم نسرشت
یک جو از خرمنِ هستی نتواند بر داشت | هر که در راهِ فنا و رهِ حق دانه نکاشت
تو و تسبیح و مصلی و رهِ زهد و ورع | من و میخانه و ناقوس و رهِ دیر و کنشت
منعم از می مکن ای صوفیِ صافی که حکیم | در ازل طینتِ ما را ز میِ صاف سرشت
صوفیِ صاف بهشتی نبود زانکه چو من | خرقه در میکده‌ها رهنِ میِ ناب نهشت
لذت از حورِ بهشت و لبِ حوضش نبود | هر که او دامنِ معشوقِ خود از دست بهشت

حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد
باش فارغ ز غمِ دوزخ و شادیِ بهشت

ای نسیمِ سحر آرامگهِ یار کجاست | منزلِ آن مهِ عاشق‌کشِ عیار کجاست
شب تار است و رهِ وادیِ ایمن در پیش | آتشِ طور کجا موعدِ دیدار کجاست
هر که آمد بجهان نقشِ خرابی دارد | در خرابات بپرسید که هشیار کجاست

انکس ست اهل بشارت که اشارت داند — نکتها هست بسی محرم اسرار کجاست

هر سر موی مرا با تو هزاران کارست — ما کجائیم و نصیحتگر بیکار کجاست

عاشق خسته ز درد غم هجر تو بسوخت — خود نپرسی تو که آن عاشق غمخوار کجاست

باده و مطرب و گل جمله مهیاست ولی — عیش بی دوست مهیا نشود یار کجاست

عقل دیوانه شد آن سلسلهٔ مشکین کو — دل ز ما گوشه گرفت ابروی دلدار کجاست

دلم از صومعه و صحبت شیخ ست ملول — یار ترسابچه کو خانهٔ خمار کجاست

حافظ از باد خزان در چمن دهر مرنج
فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست

خواب آن نرگس فتان تو بی چیزی نیست — تاب آن زلف پریشان تو بی چیزی نیست

از لبت شیر روان بود که من میگفتم — کاین شکر گرد نمکدان تو بی چیزی نیست

چشمهٔ آب حیات ست دهانت اما — زیر لب چاه زنخدان تو بی چیزی نیست

جان درازی تو بادا که یقین میدانم — در کمان ناوک مژگان تو بی چیزی نیست

مبتلائی بغم و محنت و اندوه و فراق — ای دل این نالهٔ و افغان تو بی چیزی نیست

دوش باد از سر کویت بگلستان بگذشت — ای گل این چاک گریبان تو بی چیزی نیست

درد عشق ارچه دل از خلق نهان میدارد — حافظ این دیدهٔ گریان تو بی چیزی نیست

دیدمش دوش که سرمست و خرامان میرفت ‏ جام می در کف و در مجلس رندان میرفت

چون همی گفتمش ای مونس دیرینهٔ من ‏ سخت میگفت دل آزرده و پریشان میرفت

نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست ‏ با هزاران گله از ملک سلیمان میرفت

میشد آنکس که چو او جان سخن کس نشناخت ‏ من همیدیدم و از کالبدم جان میرفت

گفتم اکنون سخن خوش که بگوید با ما ‏ کان شکر لهجهٔ خوشگوی سخندان میرفت

لابه بسیار نمودم که مرو سود نداشت ‏ زانکه کار از نظر رحمت سلطان میرفت

پادشاها ز کرم از سر جرمش بگذر ‏ چه کند سوخته از غایت حرمان میرفت

[illegible]

چون بشد آن صنم از دیدهٔ حافظ غائب
اشک همواره ز رخسار بدامان میرفت

هر آن خجسته نظر کز پی سعادت رفت ‏ بکنج میکده و خانهٔ ارادت رفت

ز رطل درد کشان کشف کرد سالک راه ‏ رموز غیب که در عالم شهادت رفت

بیا و معرفت من بشنو که در سخنم ‏ ز فیض روح قدس نکته سعادت رفت

مجو مطالع مولود من بجز رندی ‏ که این معامله با کوکب ولادت رفت

تمام بود به صحبت دگر برآمده ‏ وظیفه می دوشین مگر زیادت رفت

[illegible] طبیب عیسی دم ‏ چرا که کار دل خسته از عبادت رفت

[illegible]

هزار شکر که حافظ ز راه میکده دوش
بکنج زاویهٔ طاعت و عبادت رفت

۱۸۰

خمی که ابروی شوخ تو در کمان انداخت
بقصد جان من زار ناتوان انداخت

شراب خورده و خوی کرده کی شدی بچمن
که آبروی تو آتش در ارغوان انداخت

بیک کرشمه که نرگس بخود فروشی کرد
فریب چشم تو صد فتنه در جهان انداخت

ز شرم آنکه بروی تو نسبتش کردند
سمن بدست صبا خاک در دهان انداخت

بنزمگاه چمن دوش مست بگذشتم
که از دهان توام غنچه در گمان انداخت

بنفشه طرهٔ مفتول خود گره میزد
صبا حکایت زلف تو در میان انداخت

کنون بآب می لعل خرقه میشویم
نصیبهٔ ازل از خود نمی توان انداخت

نبود رنگ دو عالم که نقش الفت بود
زمانه طرح محبت نه این زمان انداخت

من از ورع می و مطرب ندیدمی هرگز
هوای مغبچگانم درین و آن انداخت

جهان بکام دل اکنون شود که دوران
مرا به بندگی خواجهٔ زمان انداخت

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود
که قسمت ازلش در می مغان انداخت

روشن از پرتو رویت نظری نیست که نیست
منت خاک درت بر بصری نیست که نیست

ناظر روی تو صاحب نظرانند ولی — سر گیسوی تو در هیچ سری نیست که نیست

اشک غماز من از سرخ برآید عجب است — خجل از کردهٔ خود پرده دری نیست که نیست

کمر کین بمن خسته چه بندی که ز مهر — بر میان دل و جانم کمری نیست که نیست

تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردی — سیل اشک از نظرم بر گذری نیست که نیست

تا دم از شام سر زلف تو سر جا نزند — با صبا گفت و شنیدم سحری نیست که نیست

من ازین طالع شوریده برنجم ورنه — بهره مند از سر کویت دگری نیست که نیست

از خیال لب شیرین تو ای چشمهٔ نوش — غرق آب و عرق اکنون شکری نیست که نیست

آب چشمم که بر و منت خاک در تست — زیر صد منت او خاک دری نیست که نیست

از وجود آن قدرم نام و نشانیست که هست — ورنه از ضعف در انجا اثری نیست که نیست

شیر در بادیهٔ عشق تو روباه شود — آه ازین راه که در وی خطری نیست که نیست

نه من دل شده از دست تو خونین جگرم — از غم عشق تو پر خون جگری نیست که نیست

از سر کوی تو رفتن نتوانم گامی — ورنه اندر دل بیدل سفری نیست که نیست

تو خود ای شعلهٔ رخشنده چه داری در سر — که کباب از حرکاتت جگری نیست که نیست

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز — ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

بجز این نکته که حافظ ز تو ناخوشنود است — در سراپای وجودت هنری نیست که نیست

کس نیست که افتادهٔ آن زلفِ دوتا نیست ‌ ‌ در رهگذری نیست که دامی ز بلا نیست

روی تو مگر آئینهٔ لطفِ الٰهیست ‌ ‌ حقا که چنین ست درین روی و ریا نیست

زاهد ز هوا توبه ز روی تو زهی روی ‌ ‌ هیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست

نرگس طلبد شیوهٔ چشمِ تو زهی چشم ‌ ‌ مسکین خبرش از سر و در دیده حیا نیست

از بهرِ خدا زلف میارای که ما را ‌ ‌ شب نیست که صد عربده با بادِ صبا نیست

باز آی که بی روی تو ای شمعِ دل افروز ‌ ‌ در بزمِ حریفان اثرِ نور و ضیا نیست

دی میشد و گفتم صنما عهد بجا آر ‌ ‌ گفتا غلط ای خواجه درین عهد وفا نیست

تیمارِ غریبان سببِ ذکرِ جمیل ست ‌ ‌ جانا مگر این قاعده در شهرِ شما نیست

چون چشمِ تو دل میبرد از گوشه نشینان ‌ ‌ دنبالِ تو بودن گنه از جانبِ ما نیست

گر پیرِ مغان مرشدِ ما شد چه تفاوت ‌ ‌ در هیچ سری نیست که سری ز خدا نیست

گفتن برِ خورشید که من چشمهٔ نورم ‌ ‌ دانند بزرگان که سزاوارِ سها نیست

عاشق چه کند گر نخورد تیرِ ملامت ‌ ‌ با هیچ دلاور سپرِ تیرِ قضا نیست

در صومعه زاهد و در خلوتِ عابد ‌ ‌ جز گوشهٔ ابروی تو محرابِ دعا نیست

ای چنگ فرو برده بخونِ دلِ حافظ
فکرت مگر از عزتِ قرآنِ خدا نیست

رواق منظر چشم من آشیانهٔ توست | کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ توست

به لطف خال و خط از عارفان ربودی دل | لطیفه‌های عجب زیر دام و دانهٔ توست

دلت به وصل گل ای بلبل چمن خوش باد | که در چمن همه گلبانگ عاشقانهٔ توست

علاج ضعف دل ما به لب حوالت کن | که آن مفرح یاقوت در خزانهٔ توست

به تن مقصرم از دولت ملازمتت | ولی خلاصهٔ جان خاک آستانهٔ توست

چه جای من که بلغزد سپهر شعبده باز | ازین حیل که در انبانهٔ بهانهٔ توست

من آن نیم که دهم نقد دل به هر شوخی | در خزانه به مهر تو و نشانهٔ توست

تو خود چه لعبتی ای شهسوار شیرین کار | که توسنی چو فلک رام تازیانهٔ توست

سرود مجلست اکنون فلک به رقص آورد
که شعر حافظ شیرین سخن ترانهٔ توست

ساقی بیا که یار ز رخ پرده برگرفت | کار چراغ خلوتیان باز درگرفت

آن شمع سرگرفته دگر چهره برفروخت | وان پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت

آن عشوه داد عشق که مفتی ز ره برفت | وان لطف کرد دوست که دشمن حذر گرفت

زنهار ازین عبارت شیرین دلفریب | گویی که پستهٔ تو سخن در شکر گرفت

بار غمی که خاطر ما خسته کرده بود | عیسی دمی خدا بفرستاد و برگرفت

هر سرو قد که بر مه و خور حسن می فروخت
چون تو در آمدی پی کاری دگر گرفت

زین قصه هفت گنبد افلاک پر صداست
کوته نظر ببین که سخن مختصر گرفت

حافظ تو این دعا ز که آموختی که یار
تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

شنیده ام سخنی خوش که پیر کنعان گفت
فراق یار نه آن میکند که بتوان گفت

حدیث هول قیامت که گفت واعظ شهر
کنایتیست که از روزگار هجران گفت

نشان یار سفر کرده از که پرسم باز
که هر چه گفت برید صبا پریشان گفت

فغان که آن مه نامهربان دشمن دوست
بترک صحبت یاران خود چه آسان گفت

غم کهن بمی سالخورده دفع کنید
که تخم خوشدلی اینست پیر دهقان گفت

من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب
که دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت

گره بباد مزن گرچه بر مراد وزد
که این سخن بمثل باد با سلیمان گفت

مزن بچون و چرا دم که بندهٔ مقبل
قبول کرد بجان هر سخن که جانان گفت

بعشوه‌ئی که سپهرت دهد ز راه مرو
ترا که گفت که این زال ترک دستان گفت

بیار باده بخور زانکه پیر میکده دوش
بسی حدیث غفور و رحیم و رحمن گفت

که گفت حافظ از اندیشهٔ تو آمد باز
چه این نگفته ام آنکس که گفت بهتان گفت

مدامم مست می دارد نسیمِ جعدِ گیسویت
خرابم میکند هر دم فریبِ چشمِ جادویت

پس از چندین شکیبائی شبی یارب توان دیدن
که شمعِ دیده افروزیم در محرابِ ابرویت

سوادِ لوحِ بینش را عزیز از بهرِ آن دارم
که جان را نسخه باشد ز نقشِ خالِ هندویت

تو گر خواهی که جاویدان جهان یکسر بیارائی
صبا را گو که بردارد زمانی برقع از رویت

و گر رسمِ فنا خواهی که از عالم براندازی
بیفشان زلف تا ریزد هزاران جان ز هر مویت

من و بادِ صبا مسکین دو سرگردان و بیحاصل
من از افسونِ چشمت مست و او از بوی گیسویت

من از لطفِ صبا دارم سپاسِ نکهتِ جانان
و گرنه کی گذر بودے سحرگاهان ازین سویت

سوادِ دیده هر وقتی بخونِ دل همی ریزم
عزیزش دارم این ساعت بیادِ خالِ هندویت

زهی همت که حافظ راست از دنیا و از عقبی
نیاید هیچ در چشمش بجز خاکِ سر کویت

مردمِ دیدهٔ ما جز برخت ناظر نیست
دلِ سرگشتهٔ ما غیر ترا ذاکر نیست

اشکم احرامِ طوافِ حرمت می بندد
گرچه از خونِ دلِ ریش دمی طاهر نیست

بستهٔ دامِ قفس باد چو مرغِ وحشی
طائرِ سدره اگر در طلبت طائر نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار
مکنش عیب که بر نقدِ روان قادر نیست

عاقبت دست بدان سروِ بلندش برسد
هر کرا در طلبت همتِ او قاصر نیست

از روان بخشی عیسی نزنم پیش تو دم
زانکه در روح فزائی چو دمت قادر نیست

منکه از آتش سودای تو آهی نزنم
کی توان گفت که بر داغ دلم صابر نیست

روز اول که سر زلف تو دیدم گفتم
که پریشانی این سلسله را آخر نیست

سر پیوند تو تنها نه دل حافظ راست
کیست آن کش سر پیوند تو در خاطر نیست

بی مهر رخت روز مرا نور نمانده است
وز عمر مرا در شب دیجور نمانده است

هنگام وداع تو ز بس گریه که کردم
دور از رخ تو چشم مرا نور نمانده است

من بعد چه سود ار قدمی رنجه کند دوست
کز جان رمقی در تن رنجور نمانده است

میرفت خیال تو ز چشم من و میگفت
هیهات ازین گوشه که معمور نمانده است

نزدیک شد آن دم که رقیبان تو گویند
دور از درت آن خسته رنجور نمانده است

وصل تو اجل را ز سرم دور همی داشت
از دولت هجر تو کنون دور نمانده است

صبرست مرا چاره ز هجران تو لیکن
چون صبر توان کرد که مقدور نمانده است

در هجر تو گر چشم مرا آب نماند
گو خون جگر ریز که معذور نمانده است

حافظ ز غم از گریه نپرداخت بخنده
ماتم زده را داعیه سور نمانده است

مدتی شد کآتش سودای او در جان ماست | وین تمنا بین که دایم در دل ویران ماست

مردم چشمم بخون ناب جگر غرقند از آن | چشمهٔ مهر رخش در سینهٔ نالان ماست

آب حیوان قطرهٔ از لعل همچون شکرش | قرص خور عکسی ز روی آن مه تابان ماست

تا نفخت فیه من روحی شنیدم شد یقین | بر من این معنی که ما زان وی ایم وی زان ماست

هر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب | محرم این سر معنی از علوی جان ماست

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش | دین ما در هر دو عالم صحبت جانان ماست

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گزار
کان صنم از روز اول دارو و درمان ماست

امروز شاه انجمن دلبران یکیست | دلبر اگر هزار بود دل بر آن یکیست

من بهر آن یکی دل و دین داده ام بباد | عیبم مکن که حاصل هر دو جهان یکیست

سودائیان عالم پندار را بگوی | سرمایه کم کنید که سود و زیان یکیست

خلقی زبان بدعوی عشقش گشاده اند | ای من غلام آنکه دلش با زبان یکیست

حافظ بر آستانهٔ دولت نهاده سر
دولت در آن سرست که با آستان یکیست

خمها همه در جوش و خروش‌اند ز مستی
وان می که در آنجاست حقیقت نه مجازست

از وی همه مستی و غرورست و تکبر
وز ما همه بیچارگی و عجز و نیازست

شرح شکن زلف خم اندر خم جانان
کوته نتوان کرد که این قصه درازست

بار دل مجنون و خم طرهٔ لیلی ست
رخسارهٔ محمود و کف پای ایازست

بر دوخته‌ام دیده چو باز از همه عالم
تا دیدهٔ من بر رخ زیبای تو بازست

رازی که بر خلق نهفتیم و نگفتیم
با دوست بگوییم که او محرم رازست

در کعبهٔ کوی تو هر آن کس که درآید
از قبلهٔ ابروی تو در عین نمازست

ای مجلسیان سوز دل حافظ مسکین
از شمع بپرسید که در سوز و گدازست

میر من خوش میروی کاندر سراپا میرمت
ترک من خوش می خرامی پیش بالا میرمت

گفته بودی کی بمیری پیشم این تعجیل چیست
خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت

عاشق مهجور مخمورم بت ساقی کجاست
گو خرامان شو که پیشش قد رعنا میرمت

ایکه عمری شد که تا بیمارم از مژگان تو
تو نگاهی کن که پیش چشم شهلا میرمت

گفته لعل منت هم درد بخشد هم شفا
گاه پیش درد و گه پیش مداوا میرمت

خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور
دارم اندر سر خیال آنکه در پا میرمت

گرچه جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست
ای همه جای تو خوش پیش تو هر جا یست

کنون که میدمد از بوستان نسیم بهشت
من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت

چمن حکایت اردی بهشت میگوید
نه عاقل است که نسیه خرید و نقد بهشت

بی عمارت دل کن که این جهان خراب
بران سرست که از خاک ما بسازد خشت

وفا مجوی ز دشمن که پرتوی ندهد
چو شمع صومعه افروزی از چراغ کنشت

مکن بنامه سیاهی ملامت من مست
که آگاهست که تقدیر بر سرش چه نوشت

گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز
که خیمه سایهٔ ابرست و بزمگه لب کشت

قدم دریغ مدار از جنازه حافظ
که گرچه غرق گناه است میرود به بهشت

درد ما را نیست درمان الغیاث
هجر ما را نیست پایان الغیاث

دین و دل بردند و قصد جان کنند
الغیاث از جور خوبان الغیاث

در بهای بوسه جانی طلب
میکنند این دلستانان الغیاث

خون ما خوردند این کافردلان
ای مسلمانان چه درمان الغیاث

[illegible] مسکینان ببدی [illegible]
ز شب یلدای هجران الغیاث

هر زمانم دردِ دیگر میرسد | زین حریفان بر دل و جان الغیاث

همچو حافظ روز و شب بی خویشتن
گشته ام سوزان و گریان الغیاث

سزد که تو ز همه دلبران ستانی باج | چرا که بر سرِ خوبانِ عالمی چون تاج
دو چشمِ شوخِ تو برهم زدی خطا و ختن | بچین زلفِ تو ماچین و هند داده خراج
بیاضِ روی تو روشن چو عارضِ خورشید | سوادِ زلفِ تو تاریک تر ز ظلمت داج
لبِ تو خضر و دهانِ تو آبِ حیوان ست | قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردن عاج
ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم | که از تو دردِ دلِ من نمیرسد بعلاج
دهانِ تنگِ تو داده بآبِ خضر بقا | لبِ چو قندِ تو برد از نباتِ مصر رواج
چرا همی شکنی جانِ من ز سنگدلی | دلِ ضعیف که هست او بنازکی چو زجاج

فتاده در دلِ حافظ هوای چون تو شهی
کمینه بندهٔ خاکِ درِ تو بودی کاج

اگر بمذهبِ تو خونِ عاشق ست مباح | صلاحِ ما همه آنست کان ترا ست صلاح
سوادِ موی تو تفسیرِ جاعل الظلمات | بیاضِ روی تو تبیانِ فالق الاصباح
ز دیده ام شده صد چشمه در کنار روان | که خود شناکند در میانِ آن ملاح

لب چو آب حیات تو هست قوت روح
وجود خاکی ما را ازوست قوت رواح

ز چنگ زلف کمندت کسی نیافت خلاص
نه از کمانچهٔ ابرو و تیر غمزه نجاح

بیا که خون دل خویشتن بحل کردم
اگر بمذهب تو خون عاشق است مباح

نداد لعل لبش بوسه بصد تلبیس
نیافت کام دل من ازو بصد الحاح

صلاح و توبه و تقوی ز ما مجو زنهار
ز رند و عاشق و مجنون کسی نجست صلاح

پیاله چیست که بر یاد تو کشیم مدام
وَنَحْنُ نَشْرَبُ شُرْباً کَذٰلِکَ الاَقْدَاحُ

دعای جان تو ورد زبان حافظ باد
مدام تا که بود گردش مسا و صباح

ببین هلال محرم بخواه ساغر راح
که ماه امن و امانست و سال صلح و صلاح

عزیز دار زمان وصال را کان دم
مقابل شب قدرست و روز استفتاح

نزاع بر سر دنیای دون کسی بکند
با آشتی برای نور دیده گوی فلاح

دلا تو غافلی از کار خویش و می‌ترسم
که کس درت نگشاید چو گم کنی مفتاح

بیار باده که رویش بخیر خواهد بود
هر آنکه جام صبوحش نهد چراغ صباح

کدام طاعت شایسته آید از من مست
که بانگ صبح ندانم ز خالق الاصباح

بیان غافل خجلست و مگیرت شرح
براحت دل و جان کوش در مسا و صباح

بیوی صبح چو حافظ شبی بروز آور
که بشگفد گل عیشت ز شعلهٔ مصباح

دل من در هوای روی فرخ — بود آشفته همچون موی فرخ
بجز هندوی زلفش هیچکس نیست — که برخوردار شد از روی فرخ
سیاه نیکبخت ست آنکه دائم — بود همراز و همزانوی فرخ
شود چون بید لرزان سرو آزاد — اگر بیند قد دلجوی فرخ
بده ساقی شراب ارغوانی — بیاد نرگس جادوی فرخ
دوتا شد قامتم همچون کمانی — ز غم پیوسته چون ابروی فرخ
نسیم مشک تاتاری خجل کرد — شمیم موی عنبربوی فرخ
اگر میل دل هرکس بجاییست — بود میل دل من سوی فرخ

غلام خاطر آنم که باشد
چو حافظ چاکر هندوی فرخ

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید — وجه می میخواهم و مطرب که میگوید رسید
شاهدان در جلوه و من شرمسار کیسه ام — ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید
قحط جود است آبروی خود نمی باید فروخت — باده و گل از بهای خرقه می باید خرید

غالباً خواهد گشود از دولتم کاری که دوش | من همی کردم دعا و صبح آمین می‌دمید

با لبی و صد هزاران خنده گل آمد بباغ | از کریمی گوئیا از گوشهٔ بوئی شنید

دامنی گر چاک شد در عالم رندی چه باک | جامهٔ در نیکنامی نیز می‌باید درید

این لطائف کز لب لعل تو من گفتم که گفت | وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم که دید

عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق | گوشه گیران را ز آسایش طمع باید برید

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ که زد
این قدر دانم که از شعر ترش خون میچکید

اگر آن طائر قدسی ز درم باز آید | عمر بگذشته به پیرانه سرم باز آید

دارم امید بدان اشک چو باران که مگر | برق دولت که برفت از نظرم باز آید

گر نثار قدم یار گرامی نکنم | جوهر جان بچه کار دگرم باز آید

آنکه تاج سر من خاک کف پایش بود | از خدا میطلبم تا بسرم باز آید

کوس نودولتی از بام سعادت بزنم | گر ببینم که مه نوسفرم باز آید

خواهم اندر عقبش رفت بیاران عزیز | شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید

مانعش غلغل چنگ است و شکر خواب صبوح | ورنه گر بشنود آه سحرم باز آید

آرزومند رخ شاه چو ماهم حافظ | همتی تا بسلامت بدرم باز آید

از دیده خونِ دل همه بر روی ما رود
بر روی ما ز دیده ندانم چها رود

ما در درونِ سینه هوائی نهفته‌ایم
بر باد اگر رود سرِ ما زان هوا رود

بر خاکِ راهِ یار نهادیم روی خویش
بر روی ما رواست اگر آشنا رود

سیلیست آبِ دیده و بر هر که بگذرد
گر خود دلش ز سنگ بود هم ز جا رود

ما را بآبِ دیده شب و روز ماجراست
زین رهگذر که بر سرِ کویش چرا رود

خورشید خاوری کند از رشک جامه چاک
گر ماهِ مهرپرورِ من در قبا رود

حافظ بکوی میکده دائم بصدقِ دل
چون صوفیان بصفّهٔ دار الصفا رود

از سرِ کوی تو هر کو بملالت برود
نرود کارش و آخر بخجالت برود

سالک از نورِ هدایت طلبد راه بدوست
که بجائی نرسد گر بضلالت برود

گر دمی آخرِ عمر از می و معشوق بگیر
حیف اوقات که یکسر ببطالت برود

ای دلیلِ دلِ گم گشته خدا را مددی
که غریب ار نبرد ره بدلالت برود

حکمِ مستوری و مستی همه بر خاتمه است
کس ندانست که آخر بچه حالت برود

کاروانی که بود بدرقه‌اش لطفِ خدا
بتجمل بنشیند بجلالت برود

حافظ از چشمهٔ حکمت بکف آور جامی
بو که از لوحِ دلت نقشِ جهالت برود

آن کس که بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد

آبی که خضر حیات ازو یافت
در میکده جو که جام دارد

سر رشتهٔ جان بجام بگذار
کاین رشته ازو نظام دارد

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسی که کام دارد

ما و می و زاهدان و تقوی
تا یار سر کدام دارد

بر سینهٔ ریش دردمندان
لعلت نمکی تمام دارد

نرگس همه شیوه‌های مستی
از چشم خوشت بوام دارد

ذکر رخ و زلف تو دلم را
وردیست که صبح و شام دارد

در چاه ذقن چو حافظ ای جان
حسن تو دو صد غلام دارد

آنکه از سنبل او غالیه تابی دارد
باز با دلشدگان ناز و عتابی دا

از سر کشتهٔ خود میگذری همچون باد
چه توان کرد که عمرست و شتابی دا

ماه خورشید نمایش ز پس پردهٔ زلف
آفتابیست که در پیش سحابی دا

آب حیوان اگر اینست که دارد لب یار
روشن است اینکه خضر بهره سرابی دا

چشم من کرده بهر گوشه روان سیل سرشک
تا سهی سرو ترا تازه بآبی دا

غمزهٔ شوخ تو خونم بخطا میریزد
فرصتش باد که خوش رای صوابی دارد

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر
ترک مستست مگر میل کبابی دارد

جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال
ای خوش آن خسته که از دوست جوابی دارد

کی کند سوی دل خستهٔ حافظ نظری
چشم مستت که بهر گوشه خرابی دارد

اگر نه باده غم دل ز یاد ما ببرد
نهیب حادثه بنیاد ما ز جا ببرد

وگر نه عقل بمستی فروکشد لنگر
چگونه کشتی ازین ورطهٔ بلا ببرد

طبیب عشق منم باده خور که این معجون
فراغت آرد و اندیشهٔ بلا ببرد

دل ضعیفم ازان میکشد بطرف چمن
که جان ز مرگ بدلداری صبا ببرد

گذار بر ظلمات ست خضر راهی کو
مباد کاتش محرومی آب ما ببرد

فغان که با همه کس نرد کینه باخت فلک
کسی نبود که دستی ازین دغا ببرد

بسوخت حافظ و کس حال او بیار نگفت
مگر نسیم پیامی خدای را ببرد

اگر روم ز پیش فتنها برانگیزد
ور از طلب بنشینم بکینه برخیزد

وگر بره گذری یک دم از وفاداری
چو گرد در رهش افتم چو باد بگریزد

چه گویمش که چرا با کسان بیامیزی
چنان کند که سرشکم بخون بیامیزد

وگر کنم طلب نیم بوسه صد افسوس
ز حقهٔ دهنش چون شکر فرو ریزد

من آن فریب که در نرگس تو می‌بینم
بس آبروسے که بر خاک ره فرو ریزد

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست
کجاست شیردلے کز بلا نپرهیزد

تو عمر خواه و صبوری که چرخ شعبده باز
هزار بازی ازین طرفه‌تر برانگیزد

بر آستانهٔ تسلیم سر بنه حافظ
که گر ستیزه کنی روزگار بستیزد

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند
بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند

اول ببانگ نای و نی گوید بمن پیغام وی
وانگه بیک پیمانه می با من هواداری کند

دلبر که جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو
نومید نتوان بود ازو باشد که دلداری کند

گفتم گره نگشوده‌ام زان طره تا من بوده‌ام
گفتا منش فرموده‌ام تا با تو طراری کند

پشمینه‌پوش تندخو کز عشق نشنیدست بو
از مستیش رمزے بگو تا ترک هشیاری کند

چون من گدائی بی‌نشان مشکل بود یار فلان
سلطان کجا عیش نهان با رند بازاری کند

زان طرهٔ پرپیچ و خم سهل است اگر بینم ستم
از بند و زنجیرش چه غم آنکس که عیاری کند

شد لشکر غم بی‌عدد از بخت میخواهم مدد
تا فخر دین عبدالصمد باشد که غمخواری کند

با چشمِ پر نیرنگِ او حافظ مکن آهنگِ او
کان طرهٔ شبرنگِ او بسیار طراری کند

ای پستهٔ تو خنده زده بر دهانِ قند
مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند

جائیکه یارِ ما بشکر خنده دم زند
ای پستهٔ کیستی تو خدا را دگر مخند

خواهی که بر نخیزدت از دیده رودِ خون
دل در هوای صحبتِ رودِ کسان مبند

گر طره می نمائی و گه طعنه میزنی
ما نیستیم معتقدِ مردِ خود پسند

طوبی ز قامتِ تو نیارد که دم زند
زین قصه بگذرم که سخن میشود بلند

ز آشفتگیِ حالِ من آگاه کی شود
آن را که دل نگشت گرفتارِ این کمند

بازارِ شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست
تا جانِ خود بر آتشِ رویش کنم سپند

حافظ تو ترکِ غمزهٔ خوبان نمیکنی
دانی کجاست جای تو خوارزم یا خجند

اگر ز کوی تو بوئی بمن رساند باد
بمژده جانِ جهان را بباد خواهم داد

اگرچه گرد برانگیختی ز هستیِ من
غباری از منِ خاکی بدامنت مفتاد

تو تا بروی من ای نورِ دیده در بستی
دگر جهان درِ شادی بروی من نگشاد

خیالِ روی تو ام دیده میکند پر خون
هوای زلفِ تو ام عمر میدهد برباد

نه در برابر چشمی نه غائب از نظری | نه یاد میکنی از من نمی‌بری از یاد
بجای طعنه اگر تیغ میزند دشمن | ز دوست دست نداریم هر چه باد اباد

ز دست عشق تو جان را نمیبرد حافظ
که جان ز محنت شیرین نمیبرد فرهاد

بآب روشن می عارفی طهارت کرد | علی الصباح که میخانه را زیارت کرد
همین که ساغر زرین خور نهان گردید | هلال ابروی ساقی سبی اشارت کرد
خوشا نماز و نیاز کسی که از سر درد | بآب دیدهٔ و خون جگر طهارت کرد
بهای بادهٔ چون لعل چیست جوهر عقل | بیا که سود کسی برد کاین تجارت کرد
بیا بمیکدهٔ و وضع قرب جاهم بین | اگر چه چشم بساو غلط از حقارت کرد
نشان مهر و محبت ز جان عاشق جوی | اگر چه خانهٔ دل محنت تو غارت کرد

اگر امام جماعت بخواندش امروز
خبر دهید که حافظ بمی طهارت کرد

بستر جام جم آنگه نظر توانی کرد | که خاک میکده کحل بصر توانی کرد
گدائی در میخانه طرفه اکسیریست | گرین عمل بکنی خاک زر توانی کرد
مباش بی می و مطرب بزیر چرخ کبود | کزین ترانه غم از دل بدر توانی کرد

بعزم مرحلۀ عشق پیش نه قدمی — که سودها بری ار این سفر توانی کرد

بیا که چارۀ ذوقِ حضور و نظمِ امور — بفیض بخشیِ اهلِ نظر توانی کرد

گلِ مرادِ تو آنگه نقاب بگشاید — که خدمتش چو نسیمِ سحر توانی کرد

تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون — کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد

جمالِ یار ندارد نقاب و پرده ولی — غبارِ ره بنشان تا نظر توانی کرد

دلا ز نورِ ریاضت گر آگهی یابی — چو شمع خنده زنان ترکِ سر توانی کرد

ولی تو تا لبِ معشوق و جامِ می خواهی — طمع مدار که کارِ دگر توانی کرد

گر این نصیحتِ شاهانه بشنوی حافظ
بشاهراهِ طریقت گذر توانی کرد

بیا که ترکِ فلک خوانِ روزه غارت کرد — هلالِ عید بدورِ قدح اشارت کرد

ثوابِ روزه و حج قبولِ آنکس برد — که خاکِ میکدۀ عشق را زیارت کرد

مقامِ اصلیِ ما گوشۀ خرابات است — خداش خیر دهاد آنکه این عمارت کرد

نماز در خمِ آن ابروانِ محرابی — کسی کند که بخونِ جگر طهارت کرد

امامِ شهر که سجاده میکشید بدوش — بخونِ دخترِ رز جامه را قصارت کرد

فغان که نرگسِ جماشِ شیخِ شهر امروز — نظر بدردکشان از سرِ حقارت کرد

حدیث عشق ز حافظ شنو نه از واعظ
اگر چه صنعت بسیار در عبارت کرد

بلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد — باد غیرت بصدش حال پریشان دل کرد
طوطی را بهوای شکرین دل خوش بود — ناگهش سیل فنا نقش امل باطل کرد
قرة العین من میوهٔ دل یادش باد — که خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد
ساربان بار من افتاد خدا را مددی — که امید کرمم همره این محمل کرد
روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار — چرخ فیروزه طربخانه ازین کهگل کرد
آه و فریاد که از چشم حسود مه و مهر — در لحد ماه کمان ابروی من منزل کرد

نزدی شاه رخ و فوت شد امکان حافظ
چکنم بازی ایام مرا غافل کرد

بخت از دهان یار نشانم نمیدهد — دولت خبر ز راز نهانم نمیدهد
از بهر بوسهٔ ز لبش جان همیدهم — اینم همی ستاند و آنم نمیدهد
مردم ز انتظار و درین پرده راه نیست — یا هست پرده دار نشانم نمیدهد
شکر بصبر دست دهد عاقبت ولی — بدعهدی زمانه امانم نمیدهد
زلفش کشید باد صبا چرخ سفله بین — کانجا بحال باد وزانم نمیدهد

چند آنکه بر کنار چو پرکار میروم دوران چو نقطه در بمیانم نمیدهد

گفتم روم بخواب که بینم جمال یار
حافظ ز آه و ناله امانم نمیدهد

بود آیا که در میکدها بگشایند گره از کار فرو بسته ما بگشایند
اگر از بهر دل زاهد خود بین بستند دل قوی دار که از بهر خدا بگشایند
در میخانه ببستند خدایا مپسند که در خانهٔ تزویر و ریا بگشایند
گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب تا همه مغبچگان زلف دوتا بگشایند
بصفای دل رندان صبوحی زدگان بس در بسته بمفتاح دعا بگشایند
نامهٔ تعزیت دختر رز بنویسید تا حریفان همه خون از مژها بگشایند

حافظ این خرقهٔ پشمینه بینی فردا
که چه زنار ز زیرش بجفا بگشایند

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند که ببالای چمان از بن و بیخم بر[illegible]
حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشای که برقص آورد م آتش رویت چو [illegible]
هیچ روئی نشود آینهٔ چهرهٔ بخت مگر آن روی که مالند بران سم سم[illegible]
گفت اسرار غمت هرچه بود گو میباش صبر ازین بیش ندارم چکنم تا کی و[illegible]

بکش آن آهوی مشکین مرا ای صیاد ۔ شرم از آن چشم سیه دار مبندش بکمند
من خاکی که ازین در نتوانم برخاست ۔ از کجا بوسه زنم بر لب آن قصر بلند
جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلے ۔ آه ازین دل که بصد بند بزنجیر دربند
شب و روز بدعا عاشق بیدل گوید ۔ که مبینا دسهی قامت از دهر گزند

باز مستان دل ازان گیسوی مشکین حافظ
زانکه دیوانه همان به که بماند دربند

بتی دارم که گرد گل ز سنبل سایبان دارد ۔ بهار عارضش خطے بخون ارغوان دارد
غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب ۔ حیات جاودانش ده که حسن جاودان دارد
چو عاشق میشدم گفتم که بردم گوهر مقصود ۔ ندانستم که این دریا چه موج بیکران دارد
چو در رویت بخندد گل مشو در دامش ای بلبل ۔ که بر گل اعتمادی نیست گو حسن جهان دارد
خدارا دادِ من بستان ازو ای شحنه مجلس ۔ که می با دیگران خورده است و با من سرگران دارد
چو دام طره افشاند ز گرد خاطر عاشق ۔ بغماز صبا گوید که راز من نهان دارد
ز خوف هجرم ایمن کن اگر امید آن داری ۔ که از چشم بداندیشان خدایت در امان دارد
چه افتاده است در این ره که هر سلطان معنی را ۔ درین درگاه می بینم که سر بر آستان دارد
بفتراک ار همی بندی خدارا زود صیدم کن ۔ که آفتهاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

زسرو قدِ دلجویت مکن محروم چشمم را | بدین سرچشمه‌اش بنشان که خوش آبی روان دارد
ز چشمت جان نشاید برد کز هر سو همی بینم | کمین از گوشهٔ کرده است و تیر اندر کمان دارد
بیفشان جرعه بر خاک و حال اهل شوکت بین | که از جمشید و کیخسرو هزاران داستان دارد

چه عذر از بخت خود گویم که آن عیارِ شهرآشوب
به تلخی کشت حافظ را و شکر در دهان دارد

بحسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد | ترا درین سخن انکار کار ما نرسد
اگرچه حسن فروشان بجلوه آمده‌اند | کسی بحسن و لطافت بیار ما نرسد
بحق صحبتِ دیرین که هیچ محرمِ راز | بیار یک جهت حق گذار ما نرسد
هزار نقد ببازار کائنات آرند | یکی بسکهٔ صاحب عیار ما نرسد
دریغ قافلهٔ عمر آنچنان رفتند | که گردِ شان بهوای دیار ما نرسد
هزار نقش برآید ز کلکِ صنع و یکی | بدلپذیریِ نقشِ نگار ما نرسد
دلا ز طعنِ حسودان مرنج و این باش | که بد بخاطرِ امیدوار ما نرسد
چنان بزی که اگر خاکِ ره شوی کس را | غبار خاطری از رهگذار ما نرسد

بسوخت حافظ و ترسم که شرحِ قصهٔ او
بسمعِ پادشهِ کامگار ما نرسد

بیا که رایت منصور پادشاه رسید ‌‌‌‌ نوید فتح و بشارت بمهر و ماه رسید

جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت ‌‌‌‌ کمال عدل بفریاد دادخواه رسید

سپهر دور خوش اکنون زند که ماه آمد ‌‌‌‌ جهان بکام دل اکنون رسد که شاه رسید

ز قاطعان طریق آن زمان شوند ایمن ‌‌‌‌ قوافل دل و دانش که مرد راه رسید

عزیز مصر برغم برادران غیور ‌‌‌‌ ز قعر چاه برآمد باوج ماه رسید

کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل ‌‌‌‌ بگو بسوز که مهدی دین پناه رسید

صبا بگو که چها بر سرم درین غم عشق ‌‌‌‌ ز آتش دل سوزان و برق آه رسید

ز شوق روی تو جانان برین اسیر فراق ‌‌‌‌ همان رسید کز آتش ببرگ کاه رسید

مرو بخواب که حافظ ببارگاه قبول
ز ورد نیم شب و درس صبحگاه رسید

بنفشه دوش بگل گفت و خوش نشانی داد ‌‌‌‌ که تاب من بجهان طرهٔ فلانی داد

دلم که مخزن اسرار بود دست قضا ‌‌‌‌ درش ببست و کلیدش بدلستانی داد

شکسته وار بدرگاهت آمدم که طبیب ‌‌‌‌ بمومیائی لطف توام نشانی داد

برو معالجهٔ خود کن ای نصیحت گوی ‌‌‌‌ شراب و شاهد و ساقی کرا زیانی داد

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش ‌‌‌‌ که دست دادش و [illegible]

گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت　　دریغ عاشق مسکین من که جانی داد

خزینهٔ دل حافظ ز گوهر اسرار
بیمن عشق تو سرمایهٔ جهانی داد

پیرانه سرم عشق جوانی بسر افتاد　　وان راز که در دل بنهفتم بدر افتاد

از راه نظر مرغ دلم گشت هواگیر　　ای دیده نظر کن که بدام که در افتاد

دردا که ازان آهوی مشکین سیه چشم　　چون نافه بسی خون دلم در جگر افتاد

بارِ غم او عرض بهر کس که نمودم　　عاجز شد و این قرعه بنامم ز سر افتاد

از رهگذر خاک سر کوی شما بود　　هر نافه که در دست نسیم سحر افتاد

مژگان تو تا تیغ جهانگیر بر آورد　　بس کشتهٔ دل زنده که بر یکدگر افتاد

این باده که پرورد که خمار خرابات　　از بوی بهشتیش ز خود بیخبر افتاد

بس تجربه کردیم درین دار مکافات　　با دردکشان هر که در افتاد بر افتاد

گر جان بدهد سنگ سیه لعل نگردد　　با طینت اصلی چه کند بدگهر افتاد

حافظ که سر زلف بتان دست کشش بود
بس طرفه حریفیست کش اکنون بسر افتاد

برید باد صبا دوشم آگهی آورد　　که روز محنت و غم رو بکوتهی آورد

بمطربان صبوحی دهیم جامهٔ پاک ... بدین نوید که باد سحرگهی آورد

نسیم زلف تو شد خضر راهم اندر عشق ... زهی رفیق که بختم بهمرهی آورد

بیا بیا که طهور بهشت را رضوان ... درین جهان ز برای دل رهی آورد

بخیر خاطر ما کوشش کاین کلاه نمد ... بسی شکست که بر افسر شهی آورد

چه ناگهان که رسید از دلم بخرگه ماه ... چو یاد عارض آن ماه خرگهی آورد

رساند رایت منصور بر فلک حافظ

چو التجا بجناب شهنشهی آورد

بکوی میکده یارب سحر چه مشغله بود ... که جوش شاهد و ساقی و شمع و مشعله بود

حدیث عشق که از حرف و صوت مستغنیست ... بناله دف و نی در خروش و ولوله بود

مباحثی که دران حلقهٔ جنون میرفت ... ورای مدرسه و قیل و قال مسئله بود

دل از کرشمهٔ ساقی بشکر بود ولی ... ز نامساعدت بختش اندکی گله بود

قیاس کردم ازان چشم جادوانه مست ... هزار ساحر چون سامریش در گله بود

بگفتمش بلبم بوسه حوالت کن ... بخنده گفت کیت با من این معامله بود

ز اخترم نظر سعد در ره است که دوش ... میان ماه و رخ یار من مقابله بود

دهان یار که درمان درد حافظ داشت ... فغان که وقت مروت چه تنگ حوصله بود

بوی خوش تو هر که ز باد صبا شنید — از یار آشنا سخن آشنا شنید

اینش سزا نبود دل حق گزار من — کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید

ای شاه حسن چشم بحال گدا فکن — کین گوش بس حکایت شاه و گدا شنید

خوش میکنم بباده مشکین مشام جان — کز دلق پوش صومعه بوی ریا شنید

سر خدا که عارف سالک بکس نگفت — در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

ما باده زیر خرقه نه امروز میکشیم — صد بار پیر میکده این ماجرا شنید

یارب کجاست محرم رازی که یک زمان — دل شرح آن دهد که چه دید و چها شنید

ما می ببانگ چنگ نه امروز میکشیم — بس دور شد که گنبد چرخ این صدا شنید

ساقی بیا که عشق ندا میکند بلند — آنکس که گفت قصه ما هم ز ما شنید

پند حکیم عین صوابست و محض خیر — فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید

حافظ وظیفه تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش که نشنید یا شنید

بر سر آنم که گر ز دست برآید — دست بکاری زنم که غصه سر آید

منظر دل نیست جای صحبت اغیار — دیو چو بیرون رود فرشته درآید

صحبت حکام ظلمت شب یلداست — نور ز خورشید خواه بو که برآید

بر در ارباب بی مروت دنیا ‏ چند نشینی که خواجه کی بدر آید

بگذر ازین روزگار تلخ تر از زهر ‏ بار دگر روزگار چون شکر آید

صالح و طالح متاع خویش نمودند ‏ تا که قبول افتد و چه در نظر آید

بلبل عاشق تو عمر خواه که آخر ‏ باغ شود سبز و شاخ گل بدر آید

صبر و ظفر هر دو دوستان قدیم اند ‏ بر اثر صبر نوبت ظفر آید

غفلت حافظ درین سرا چه عجب نیست

هر که بمیخانه رفت بیخبر آید

پیش ازینت بیش ازین غمخواری عشاق بود ‏ مهرورزی تو با ما شهرهٔ آفاق بود

یاد باد آن صحبت شبها که با زلف توام ‏ بحث سر عشق و ذکر حلقهٔ عشاق بود

حسن مه رویان مجلس گرچه دل میبرد و دین ‏ عشق ما بر لطف طبع و خوبی اخلاق بود

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد ‏ دوستی و مهر بر یک عهد و یک میثاق بود

سایهٔ معشوق اگر افتاد بر عاشق چه شد ‏ ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

پیش ازین کین سقف سبزه طاق مینا برکشید ‏ منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود

رشتهٔ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار ‏ دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود

بر در شاهم گدائی نکتهٔ در کار کرد ‏ گفت با هر خوان که بنشستم خدا رزاق بود

شعرِ حافظ در زمانِ آدم اندر باغِ خلد
دولتِ نسرین و گل را زینتِ اوراق بود

زمیخانه و مے نام و نشان خواہد بود | سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغان خواہد بود
حلقۂ پیرِ مغانم ز ازل در گوش ست | ما ہمانیم کہ بودیم و ہمان خواہد بود
بر سرِ تربتِ ما چون گذری ہمت خواہ | کہ زیارتگہِ رندانِ جہان خواہد بود
بر زمینی کہ نشانِ کفِ پاے تو بود | سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود
برو ای زاہدِ خودبین کہ ز چشمِ من و تو | رازِ این پردہ نہانست و نہان خواہد بود
ترکِ عاشق کشِ من مست برون رفت امروز | تا گرا خونِ دل امروز روان خواہد بود
عیبِ مستان مکن ای خواجہ کزین کہنہ رباط | کس ندانست کہ رحلت بچسان خواہد بود
چشمم آن دم کہ ز شوق تو نہد سر بلحد | تا دمِ صبحِ قیامت نگران خواہد بود

بختِ حافظ گر ازین گونہ مدد خواہد کرد
زلفِ معشوقہ بدستِ دگران خواہد بود

ترسم کہ اشک در غمِ ما پردہ در شود | وین رازِ سر بمہر بعالم سمر شود
گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر | آرے شود ولیک بخونِ جگر شود
خواہم شدن بمیکدہ گریان و دادخواہ | کز دستِ غم خلاص دل آنجا مگر شود

این سرکشی که در سر سرو بلند تست — کی با تو دست کوته باد در کمر شو
این قصر سلطنت که تواش ماه منظری — سرها بر آستانهٔ او خاک در شو
از هر کنار تیر دعا کرده ام روان — باشد کزین میانه یکی کارگر شو
از کیمیای مهر تو زر گشت روی من — آری بیمن همت تو خاک زر شو
ای دل حدیث ما بر دلدار عرضه کن — لیکن چنان مکن که صبا را خبر شو
روزی اگر غمی رسدت تنگدل مباش — رو شکر کن مبادا که از بد بتر شو
ای دل صبور باش مخور غم که عاقبت — از شام صبح گردد و از شب سحر شو
در تنگنای حیرتم از نخوت رقیب — یارب مبادا آنکه گدا معتبر شو
بس نکته غیر حسن بباید که تا کسی — مقبول طبع مردم صاحب نظر شو
مهر تو در درونم و عشق تو در سرم — با شیر در درون شد و با جان بدر شو

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس
گر خاک او بپای شما بی سپر شود

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد — وجود نازکت آزرده از گزند مبا
سلامت همه آفاق در سلامت تست — بهیچ عارضه شخص تو دردمند مبا
درین چمن چو در آید خزان بیغمائی — رهش بسرو سهی قامت بلند مبا

دران بساط که حسنِ تو جلوه اندازد | مجالِ طعنهٔ بدبینِ بدپسند مباد
جمالِ صورت و معنیٰ بیمنِ همت تست | که ظاهرت دژم و باطنت نژند مباد
هرانکه روی چو ماهت بچشمِ بد بیند | بر آتشِ تو بجز جشمِ او سپند مباد

شفا زگفتهٔ شکرفشان حافظ جوے
که حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد

ترکِ من چون حیدِ مشکین گرد کاکل بشکند | لاله را دل خون شود بازارِ سنبل بشکند
در خرامان سروِ گلنارش کند میلِ چمن | سرو را از پا در اندازد دلِ گل بشکند
تا خیالِ ابروی جانان ز چشمم دور شد | اندرین ره سیلها باشد که صد پل بشکند
چون نسیمِ صبحگاهی پردهٔ گل بردرد | خارِ غم اندر دلِ مجروحِ بلبل بشکند

حافظا این سرِّ وحدت را ز دستِ خود مده
تا خیالِ زهد و تقوے را توکل بشکند

جان بے جمالِ جانان میلِ جهان ندارد | هر کس که این ندارد حقا که آن ندارد
با هیچکس نشانے زان دلستان ندیدم | یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد
هر شبنمے درین ره صد موجِ آتشین ست | دردا که این معما شرح و بیان ندارد
سر منزلِ قناعت نتوان ز دست دادن | ای ساربان فروکش کاین ره کران ندارد

چنگِ خمیده قامت میخواندت بعشرت | بشنو که پندِ پیران هیچت زیان ندارد
گر خود رقیب شمع ست احوال از و بپوشان | کان شوخِ سر بریده بندِ زبان ندارد
ذوقی چنان ندارد بی دوست زندگانی | بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد
احوالِ گنجِ قارون کایام داد بر باد | در گوشِ گل فرو خوان تا زر نهان ندارد
آن را که خواندی استاد گر بنگری بتحقیق | صنعتگر یست اما طبعِ روان ندارد
ای دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز | مست ست و در حقِ او این کس گمان ندارد

کس در جهان ندارد یک بندهٔ چو حافظ
زیرا که چون تو شاهی کس در جهان ندارد

جهان ز ابروی عید از هلال وسمه کشید | هلالِ عید برابروی یار باید دید
شکسته گشت چو پشتِ هلال قامتِ من | کمان ابروی یارم که بار وسمه کشید
مپوش روی و مشو در خطا ز تفرجِ حسن | که خواند خطِ تو بر روی وان نگاه دمید
مگر نسیم تنت صبح در چمن بگذشت | که گل ببوی خوشت همچو صبح جامه درید
بیا که با تو بگویم غمِ ملالتِ دل | چرا که بی تو ندارم مجالِ گفت و شنید
بنود چنگ و ربابی گل و نبید که بود | گلِ وجودِ من آغشتهٔ شراب و نبید
بهای وصلِ تو گر جان بود خریدارم | که جنسِ خوب مبصر بهرچه دید خرید

مریز آبِ سرشکم که بی بود ورا نه تو ‏ ‏ چو باد میشد و در خاکِ راه می غلطید

چو ماهِ روی تو در زیرِ زلف میدیدم ‏ ‏ شبم بروی تو روشن چو روز میگردید

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام ‏ ‏ بسر رسید امید و طلب بسر نرسید

ز انقلابِ زمانه طمع مدار ای چرخ ‏ ‏ چو صبح بر رخِ عالم ازین صفت خندید

دلم ز زلفِ تو شوریده بود میدانم ‏ ‏ که پیشِ روی تو بر خود چو برق می خندید

ز شوقِ لعلِ تو حافظ نوشت شعری چند
بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید

جمالت آفتابِ هر نظر باد ‏ ‏ ز خوبی روی خوبت خوبتر باد

همای اوجِ شاهین شهپرت را ‏ ‏ دلِ شاهانِ عالم زیرِ پر باد

دلی کو بستهٔ زلفت نباشد ‏ ‏ همیشه غرقهٔ خونِ جگر باد

بتا چون غمزه ات ناوک کشاید ‏ ‏ دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد

چو لعلِ شکرینت بوسه بخشد ‏ ‏ مذاقِ جانِ من زو پر شکر باد

مرا از تست هر دم تازه عشقی ‏ ‏ ترا هر ساعتی حسنِ دگر باد

بجان مشتاقِ روی تست حافظ
ترا بر حالِ مشتاقان نظر باد

چو رویت مهر و مه تابان نباشد | چو قدت سرو در بستان نباشد
چو لعل و لولوت در دلفروزی | دُرِ دریا و لعلِ کان نباشد
میانِ خطِ سبزت لعلِ نوشین | عجب گر چشمهٔ حیوان نباشد
چو فندق پستہ اش خندد بعالم | چرا با دامِ من گریان نباشد
سوادِ کفرِ زلفِ او که دل را | بروے تو از ان ایمان نباشد
بتو نسبت نباشد هیچ تن را | نه تن بالله که مثلت جان نباشد

اگرچه هست شیرین شعرِ حافظ
چو لعلِ خسروِ خوبان نباشد

چو آفتاب مے از مشرقِ پیاله برآید | ز باغِ عارضِ ساقی هزار لاله برآید
نسیم در سرِ گل بشکند کلالهٔ سنبل | چو در میانِ چمن بوی آن کلاله برآید
حکایتِ شبِ هجران نه آن حکایتِ حالست | که شمهٔ ز بیانش بصد رساله برآید
ز گردِ خوانِ نگونِ فلک مدار توقع | که بی ملالتِ صد غصه یک نواله برآید
گرت چو نوحِ نبی صبر هست در غمِ طوفان | بلا بگردد و کامِ هزار ساله برآید
بسعیِ خود نتوان بُرد پے بگوهرِ مقصود | خیال باشد کاین کار بی حواله برآید
نسیمِ وصلِ تو گر بگذرد بتربتِ حافظ | ز خاکِ کالبدش صد هزار ناله برآید

چو باد عزم سر کوی یار خواهم کرد | نفس به بوی خوشش مشکبار خواهم کرد

هر آبروی که اندوختم ز دانش و دین | نثار خاک رهِ آن نگار خواهم کرد

به هرزه بی می و معشوق عمر میگذرد | بطالتم بس از امروز کار خواهم کرد

صبا کجاست که این جانِ خون گرفته چو گل | فدای نکهتِ گیسوی یار خواهم کرد

چو شمع صبحدمم شد ز مهر او روشن | که عمر در سرِ این کار و بار خواهم کرد

به یادِ چشم تو خود را خراب خواهم ساخت | بنای عهدِ قدیم استوار خواهم کرد

نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ

طریقِ رندی و عشق اختیار خواهم کرد

چه مستی است ندانم که رو به ما آورد | که بود ساقی و این باده از کجا آورد

دلا چو غنچه شکایت ز بختِ بسته مکن | که بادِ صبح نسیم گره گشا آورد

رسیدنِ گل و نسرین به خیر و خوبی باد | بنفشه شاد و خوش آمد سمن صفا آورد

علاجِ ضعفِ دلِ ما کرشمهٔ ساقیست | برآر سر که طبیب آمد و دوا آورد

صبا به خوش‌خبری هدهدِ سلیمان است | که مژدهٔ طرب از گلشنِ سبا آورد

چه راه میزند از مطربِ مقام شناس | که در میانِ غزل قولِ آشنا آورد

تو نیز باده به چنگ آر و راهِ صحرا گیر | که مرغِ نغمه سرا سازِ خوش نوا آورد

ريد پير مغانم ز من مرنج اى شيخ — چرا كه وعده تو كردى و او بجا آورد
نگ چشمىِ آن ترك لشكرى نازم — كه حمله بر منِ مسكين يك قبا آورد

فلك غلامى حافظ كنون بطوع كند
كه التجا بدرِ دولتِ شما آورد

ر دست بر سر زلفش زنم بتاب رود — ور آشتى طلبم بر سرِ عتاب رود
ماهِ نوره نظارگانِ بيچاره — زند بگوشه ابرو و در نقاب رود
يقِ عشق پر آشوب فتنه است اى دل — بيفتد آنكه درين راه با شتاب رود
ائى درِ جانان بسلطنت مفروش — كسى ز سايه اين در بآفتاب رود
اب را چو فتد باد نخوت اندر سر — كلاه دارىش اندر سرِ شراب رود
ب شراب خرابم كند به بيدارى — و گر بروز حكايت كنم بخواب رود
ر تو عهدِ شكن خوانده و ميترسم — كه با تو روز قيامت همين خطاب رود
ا چو پير شدى حسن و ناز كى مفروش — كه اين معامله با عالمِ شباب رود
وادِ نامه موى سياه چون شد طى — بياض كم نشود ور صد انتخاب رود

تو خود حجابِ خودى حافظ از ميان برخيز
خوشا كسيكه درين راه بى حجاب رود

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند | قاصدی کو که فرستم بتو پیغامی چند

ما بدان مقصدِ عالی نتوانیم رسید | هم مگر پیش نهد لطفِ شما گامی چند

چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب | فرصتِ عیش نگهدار و بزن جامی چند

قند آمیخته با گل نه علاجِ دلِ ماست | بوسهٔ چندی بیامیز بدشنامی چند

ای گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست | چشمِ انعام مدارید ز انعامی چند

زاهد از کوچهٔ رندان بسلامت بگذر | تا خرابت نکند صحبتِ بدنامی چند

عیبِ می جمله بگفتی هنرش نیز بگو | نفیِ حکمت مکن از بهرِ دلِ عامی چند

پیرِ میخانه چه خوش گفت بدردی کشِ خویش | که مگو حالِ دلِ سوخته با خامی چند

حافظ از تابشِ رخ مهر فروغِ تو بسوخت
کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

حسنِ تو همیشه در فزون باد | رویت همه ساله لاله گون باد

اندر سرِ من هوای عشقت | هر روز که هست در فزون باد

قدِ همه دلبرانِ عالم | در خدمتِ قامتت نگون باد

هر سرو که در چمن برآید | پیشِ الفِ قدت چو نون باد

چشمی که نه فتنهٔ تو باشد | از گوهرِ اشک غرقِ خون باد

هر جا که دلیست در غمِ تو | بی صبر و قرار و بی سکون باد
چشمِ تو ز بهرِ دلربائی | در گردنِ سحر ذوفنون باد
هر کس که به هجرِ تو نسازد | از حلقهٔ وصلِ تو برون باد

لعلِ تو که هست جانِ حافظ
دور از لبِ هر خسیس دون باد

خسروا گوی فلک در خمِ چوگانِ تو باد | ساحتِ کون و مکان عرصهٔ میدانِ تو باد
همه آفاق گرفت و همه اطراف گشاد | صیتِ خلقِ تو که پیوسته نگهبانِ تو باد
زلفِ خاتونِ ظفر شیفتهٔ پرچمِ تست | دیدهٔ فتح ابد عاشقِ جولانِ تو باد
ای که انشای عطارد صفتِ شوکتِ تست | عقلِ کل چاکرِ طغراکشِ دیوانِ تو باد
طیرهٔ جلوهٔ طوبی قدِ دلجوی تو شد | غیرتِ خلدِ برین ساحتِ ایوانِ تو باد
نه به تنها حیوانات و نباتات و جماد | هر چه در عالمِ امر است بفرمانِ تو باد

حافظِ خسته باخلاص ثناخوانِ تو شد
لطفِ عامِ تو شفابخشِ ثناخوانِ تو باد

خوش است خلوت اگر یارِ یارِ من باشد | نه من بسوزم و او شمعِ انجمن باشد
من آن نگینِ سلیمان بهیچ نستانم | که گاه گاه در او دستِ اهرمن باشد

روا مدار خدایا که در حریم وصال ‌‌ رقیب محرم و حرمان نصیب من باشد

همای گو مفگن سایهٔ شرف هرگز ‌‌ در آن دیار که طوطی کم از زغن باشد

بیانِ شوق چه حاجت که حالِ آتشِ دل ‌‌ توان شناخت ز سوزی که در سخن باشد

هوای کوی تو از سر نمی‌رود ما را ‌‌ غریب را دلِ آواره در وطن باشد

بسانِ سوسن اگر ده زبان شود حافظ
چو غنچه پیشِ تو اش مُهر بر دهن باشد

خوش آمد گل وزان خوشتر نباشد ‌‌ که در دستت بجز ساغر نباشد

زمانِ خوشدلی دریاب دریاب ‌‌ که دائم در صدف گوهر نباشد

غنیمت دان و می خور در گلستان ‌‌ که گل تا هفتهٔ دیگر نباشد

عجب راهیست راهِ عشق کانجا ‌‌ کسی سر بر کند کش سر نباشد

بشوی اوراق اگر همدرسِ مائی ‌‌ که علمِ عشق در دفتر نباشد

ز من منیوش و دل در شاهدی بند ‌‌ که حُسنش بستهٔ زیور نباشد

بیا ای شیخ در خمخانهٔ ما ‌‌ شرابی خور که در کوثر نباشد

ایا پرلعل کرده جامِ زرین ‌‌ ببخشا بر کسی کش زر نباشد

شرابِ بی‌خمارم بخش یا رب ‌‌ که با او هیچ دردِ سر نباشد

بنام ایزد بتِ سیمین تنم ہست
کہ در بتخانۂ آذر نباشد

من از جان بندۂ سلطان اویسم
اگرچہ یادش از چاکر نباشد

بتاجِ عالم آرایش کہ خورشید
چنین زیبندۂ افسر نباشد

کسے گیرد خطا در نظمِ حافظ
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت

ما جفا از تو ندیدیم و تو ہم نپسندی
آنچہ در مذہبِ اربابِ فتوت

تا کہ افسون نکند جادوی چشمِ تو مدام
نور در سوختنِ شمعِ محبت

چون چنین نیک ز سررشتۂ خود بیخبرم
آن مبادا کہ مددگاری فرصت

ہر کہ آئینۂ صافی نشد از زنگِ ہوا
دیدہ اش قابلِ نظارۂ حکمت

خیرہ آن دیدہ کہ آبش نبرد گریۂ عشق
تیرہ آن دل کہ در و نورِ مودت

چون طہارت نبود کعبہ و بتخانہ یکیست
نبود خیر در آن خانہ کہ عصمت

دولت از مرغِ ہمایون طلب و سایۂ او
زانکہ با زاغ و زغن شہپرِ دولت

گر مدد خواستم از پیرِ مغان عیب مکن
شیخ ما گفت کہ در صومعہ ہمت

حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلسِ شاہ
ہر کرا نیست ادب لائقِ صحبت نہ

دلبر برفت و دلشدگان را خبر نکرد | یاد حریفِ شهر و رفیقِ سفر نکرد
یا بختِ من طریقِ محبت فروگذاشت | یا او بشاهراهِ حقیقت گذر نکرد
من ایستاده تا کنمش جان فدا چو شمع | او خود گذر بمن چو نسیمِ سحر نکرد
گفتم مگر بگریه دلش مهربان کنم | در سنگِ خاره قطرهٔ باران اثر نکرد
هر کس که دید روی تو بوسید چشمِ من | کاری که کرد دیدهٔ من بی نظر نکرد
در حیرتم که بهر چه شد همدمِ رقیب | خر مهرهٔ هیچکس چو دُرِ گهر نکرد

کلکِ زبان بُریدهٔ حافظ در انجمن
با کس نگفت رازِ تو تا ترکِ سر نکرد

دل از من برد و روی از من نهان کرد | خدا را با که این بازی توان کرد
شبِ تنهاییم در قصدِ جان بود | خیالش لطفهای بیکران کرد
چرا چون لاله خونین دل نباشم | که با من نرگسِ او سرگران کرد
صبا گر چاره داری وقت وقت است | که دردِ اشتیاقم قصدِ جان کرد
بدانسان سوخت چون شمعم که بر من | صراحی گریه و بربط فغان کرد
میانِ مهربانان کی توان گفت | که یارِ من چنین گفت و چنان کرد
عدو با جانِ حافظ آن نکردی | که تیرِ چشمِ آن ابروکمان کرد

دلا بسوز که سوزِ تو کارها بکند
دعای نیم شبی دفع صد بلا بکند

عتابِ یارِ پریچهره عاشقانه بکش
که یک کرشمه تلافیِ صد جفا بکند

ز ملک تا ملکوتش حجاب برگیرند
هر آنکه خدمتِ جامِ جهان نما بکند

طبیبِ عشق مسیحا دمست و مشفق لیک
چو درد در تو نبیند کرا دوا بکند

تو با خدای خود انداز کار و دل خوش دار
که رحم اگر نکند مدعی خدا بکند

ز بختِ خفته ملولم بود که بیداری
بوقتِ فاتحهٔ صبح یک دعا بکند

بسوخت حافظ و بوئی ز زلفِ یار نبرد
مگر دلالتِ این دولتش صبا بکند

دیدی ای دل که غمِ یار دگر بار چه کرد
چون بشد دلبر و با یارِ وفادار چه کرد

آه ازان نرگس جادو که چه بازی انگیخت
وای ازان مست که با مردمِ هشیار چه کرد

اشکِ من رنگِ شفق یافت ز بیمهریِ یار
طالعِ بی شفقت بین درین کار چه کرد

ساقیا جامِ میم ده که نگارندهٔ غیب
نیست معلوم که در پردهٔ اسرار چه کرد

آنکه پرنقش زد این دائرهٔ مینائی
کس ندانست که در گردشِ پرگار چه کرد

برقی از پردهٔ لیلی بدرخشید سحر
وه که با خرمنِ مجنونِ دلِ افگار چه کرد

برقِ عشق آتشِ غم در دلِ حافظ زد و سوخت
یارِ دیرینه ببینید که با یار چه کرد

دست در حلقهٔ آن زلف دو تا نتوان کرد | تکیه بر عهد تو و باد صبا نتوان کرد
آنچه سعی ست من اندر طلبت بنمودم | این قدر هست که تغییر قضا نتوان کرد
دامن دوست بصد خون دل افتاد بدست | بفسونیکه کنند خصم رها نتوان کرد
عارضش را بمثل ماه فلک نتوان خواند | نسبت دوست بهر بی سر و پا نتوان کرد
سرو بالای من آن دم که درآید بسماع | چه محل جامهٔ جان را که قبا نتوان کرد
مشکل عشق که در حوصلهٔ دانش ماست | حل این نکته بدین فکر خطا نتوان کرد
غیرتم کشت که محبوب جهانی لیکن | روز و شب عربده با خلق خدا نتوان کرد
من چه گویم که ترا نازکی طبع لطیف | تا بحدیست که آهسته دعا نتوان کرد
نظر پاک توان در رخ جانان دیدن | که در آئینه نظر جز بصفا نتوان کرد

بجز ابروی تو محراب دل حافظ نیست
طاعت غیر تو در مذهب ما نتوان کرد

دانی که چنگ و عود چه تقریر میکنند | پنهان خورید باده که تکفیر میکنند
ناموس عشق و رونق عشاق می برند | عیب جوان و سرزنش پیر میکنند
جز قلب تیره هیچ نشد حاصل و هنوز | باطل درین خیال که اکسیر میکنند
گویند رمز عشق مگوئید و مشنوید | مشکل حکایتی ست که تقریر میکنند

تشویشِ وقتِ پیرِ مغان میدهند باز | این سالکان نگر که چه با پیر میکنند
صد ملکِ دل به نیم نظر میتوان خرید | خوبان درین معامله تقصیر میکنند
ما از برونِ در شده مغرورِ صد فریب | تا خود درونِ پرده چه تقریر میکنند
قومی بجد و جهد گرفتند وصلِ دوست | قومی دگر حواله بتقدیر میکنند
فی الجمله اعتماد مکن بر ثباتِ دهر | کاین کارخانه ایست که تغییر میکنند

می خور که شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
چون نیک بنگری همه تزویر میکنند

در نظربازیِ ما بیخبران حیرانند | من چنینم که نمودم دگر ایشان دانند
عاقلان نقطهٔ پرگارِ وجودند ولی | عشق داند که درین دایره سرگردانند
وصفِ رخسارهٔ خورشید ز خفاش مپرس | که درین آینه صاحب نظران حیرانند
گر شوند آگه از اندیشهٔ ما مغبچگان | بعد ازین خرقهٔ صوفی بگرو نستانند
لافِ عشق و گله از یار زهی لافِ خلاف | عشقبازان چنین مستحقِ هجرانند
جلوه گاهِ رخِ او دیدهٔ من تنها نیست | ماه و خورشید همین آینه میگردانند
مگرم چشمِ سیاهِ تو بیاموزد کار | ورنه مستوری و مستی همه کس نتوانند
مفلسانیم و هوایِ می و مطرب داریم | آه اگر خرقهٔ پشمین بگرو نستانند

گر بنزهتگه ارواح برد بوی تو باد — عقل و جان گوهر هستی بنثار افشانند

زاهد ار رندی حافظ نکند فهم چه باک
دیو بگریزد ازان قوم که قرآن خوانند

دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند — واندران ظلمت شب آب حیاتم دادند

بیخود از شعشعهٔ پرتو ذاتم کردند — باده از جام تجلی بصفاتم دادند

چه مبارک سحری بود و چه فرخنده شبی — آن شب قدر که این تازه براتم دادند

چون من از عشق رخش بیخود و حیران گشتم — خبر از واقعهٔ لات و مناتم دادند

من اگر کامروا گشتم و خوشدل چه عجب — مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند

بعد ازین روی من و آینهٔ حسن نگار — که در آنجا خبر از جلوهٔ ذاتم دادند

هاتف آن روز بمن مژدهٔ این دولت داد — که بآن زحمت صبر و ثباتم دادند

این همه قند و شکر کز سخنم می‌ریزد — اجر صبریست کزان شاخ نباتم دادند

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان — خاک او گشتم و چندین درجاتم دادند

بحیات ابد آن روز رسانید مرا — خط آزادگی از حسن بیاتم دادند

عاشق آن دم که بدام سر زلفت افتاد — گفت کز بند غم و غصه نجاتم دادند

شکر شکر بشکرانه بیفشان ای دل — که نگار خوش شیرین حرکاتم دادند

همت حافظ و انفاس سحرخیزان بود
که ز بند غم ایام نجاتم دادند

دوش دیدم که ملائک در میخانه زدند | گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند
ساکنان حرم ستر عفاف ملکوت | با من راه‌نشین باده مستانه زدند
شکر ایزد که میان من و او صلح فتاد | حوریان رقص کنان ساغر شکرانه زدند
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه | چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند
آسمان بار امانت نتوانست کشید | قرعه فال بنام من دیوانه زدند
نقطه عشق دل گوشه‌نشینان خون کرد | همچو آن خال که بر عارض جانانه زدند
ما بصد خرمن پندار ز ره چون برویم | چون ره آدم خاکی به یکی دانه زدند
آتش آن نیست که بر شعله او خندد شمع | آتش آنست که بر خرمن پروانه زدند

کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشه نقاب
تا سر زلف عروسان سخن شانه زدند

دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارد | که چو سرو پای بندست و چو لاله داغ دارد
سر ما فرو نیاید بکمان ابروی کس | که درون گوشه‌گیران ز جهان فراغ دارد
شب تیره چون سر آرم ره پیچ پیچ زلفت | مگر آنکه شمع رویت برهم چراغ دارد

ز بنفشه تاب دارم که ز زلف او زند دم — تو سیاه کم بها بین که چه در دماغ دارد

بفروغ چهره زلفت همه شب زند ره دل — چه دلاورست دزدی که بکف چراغ دارد

سزد از چو ابر بهمن که درین چمن بگریم — طرب آشیان بلبل بنگر که زاغ دارد

من و شمع صبحگاهی سزد ار بهم بگرییم — که بسوختیم و از ما بت ما فراغ دارد

بچمن خرام و بنگر بر تخت گل که لاله — بندیم شاه ماند که بکف ایاغ دارد

سر درس عشق دارد دل دردمند حافظ

که نه خاطر تماشا نه هوای باغ دارد

داد گرا فلک ترا جرعه کش پیاله باد — دشمن دل سیاه تو غرقه بخون چو لاله باد

ذروهٔ کاخ رفعتت رست ز فرط ارتفاع — راهروان وهم را راه هزار ساله باد

زلف سیاه پر خمت چشم و چراغ عالمست — جان ز نسیم دولتت در شکن کلاله باد

ای مه برج معدلت مقصد کل ز آدمی — بادهٔ صاف دائمت در قدح و پیاله باد

چون بهوای قامتت زهره شود ترانه ساز — حاسدت از سماع آن همدم آه و ناله باد

از طبق سپهر و آن قرصهٔ سیم و زر که هست — از لب خوان حشمتت سهلترین نواله باد

دختر فکر بکر من محرم صحبت تو شد — مهر چنین عروس را هم بکفت حواله باد

حافظ تو درین غزل حجت بندگی نوشت — لطف عبید پرورت شاهد این قباله باد

دیریست که دلدار پیامے نفرستاد | ننوشت کلامے و سلامے نفرستاد
صد نامه فرستادم و آن شاهِ سواران | پیکے ندوانید و پیامے نفرستاد
سوی من وحشی صفتِ عقل رمیده | آہو روشے کبک خرامے نفرستاد
دانست که خواہد شدنم مرغِ دل از دست | زان طرۂ چون سلسله دامے نفرستاد
فریاد که آن ساقیِ شکرلبِ سرمست | دانست که مخمورم و جامے نفرستاد
چندانکه زدم لافِ کرامات مقامات | ہیچم خبر از ہیچ مقامے نفرستاد

حافظ بادب باش که درخواست نباشد
گر شاه پیامے بغلامے نفرستاد

دی پیرِ میفروش که ذکرش بخیر باد | گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر ز یاد
گفتم بباد میدہدم باده نام و ننگ | گفتا قبول کن سخن و هرچه باد باد
سود و زیانِ مایه چو خواهد شدن ز دست | از بهرِ این معامله غمگین مباش و شاد
بادت بدست باشد اگر دل نهی بہیچ | در معرضے که تختِ سلیمان رود بباد
بخار گل نباشد و بی نیش نوش هم | تدبیر چیست وضعِ جهان این چنین فتاد
پر کن ز باده جام دمادم بگوشِ ہوش | بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
در آرزوی آنکه رسد دل براحتے | جان در درونِ سینه غمِ عشقِ او نهاد

حافظ گرت ز پندِ حکیمان ملالتست
کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

دوش در حلقهٔ ما قصهٔ گیسوی تو بود | تا دلِ شب سخن از سلسلهٔ موی تو بود
دل که از ناوکِ مژگانِ تو در خون میگشت | باز مشتاقِ کمانخانهٔ ابروی تو بود
هم عفا الله زصبا کز تو پیامی آورد | ورنه در کس نرسیدیم که در کوی تو بود
عالم از شور و شرِ عشق خبر هیچ نداشت | فتنه انگیزِ جهان غمزهٔ جادوی تو بود
منِ سرگشته هم از اهلِ سلامت بودم | دام راهم شکنِ طرّهٔ هندوی تو بود
بگشا بندِ قبا تا بگشاید دلِ من | که گشادی که مرا بود ز پهلوی تو بود

بوفای تو که بر تربتِ حافظ بگذر
کز جهان میشد و در آرزوی روی تو بود

در ازل پرتوِ حسنت ز تجلی دم زد | عشق پیدا شد و آتش بهمه عالم زد
جلوهٔ کرد رخش دید ملک عشق نداشت | عین آتش شد ازین غیرت و بر آدم زد
مدعی خواست که آید بتماشاگهِ راز | دستِ غیب آمد و بر سینهٔ نامحرم زد
عقل میخواست کزان شعله چراغ افروزد | برقِ غیرت بدرخشید و جهان بر هم زد
جانِ علوی هوسِ چاهِ زنخدانِ تو داشت | دست در حلقهٔ آن زلفِ خم اندر خم زد

دیگران قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند | دلِ غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد

نظری کرد کہ بیند بجہان صورتِ خویش | خیمہ در آب و گلِ مزرعۂ آدم زد

حافظ آن روز طرب نامۂ عشقِ تو نوشت

کہ قلم بر سرِ اسباب و دلِ خرم زد

دوش می آمد و رخسارہ برافروختہ بود | تا کجا باز دلِ غمزدۂ سوختہ بود

رسمِ عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی | جامۂ بود کہ بر قامتِ او دوختہ بود

کفرِ زلفش رہِ دین میزد و آن سنگین دل | در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود

دل بسے خون بکف آورد ولی دیدہ بریخت | اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود

یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد | آنکہ یوسف بزرِ ناسرہ بفروختہ بود

جانِ عشاق سپندِ رخِ خود میدانست | و آتشِ چہرہ برین کار برافروختہ بود

گرچہ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم | کہ نہانش نظرے با منِ دلسوختہ بود

گفت و خوش گفت برو خرقہ بسوزان حافظ

یا رب این قلب شناسی ز کہ آموختہ بود

دوش آگہی ز یارِ سفر کردہ داد باد | من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد

در چینِ طرۂ تو دلِ بی حفاظِ من | ہرگز نگفت مسکنِ مالوف یاد باد

دل خوش شدم بیادِ تو هرگه که در چمن ‏ بندِ قبای غنچۂ گل می کشاد باد

طرفِ کلاهِ شاهیت آمد بخاطرم ‏ آنجا که تاج بر سرِ نرگس نهاد باد

کارم بدان رسید که همراهِ خود کنم ‏ هر شام برق لامع و هر بامداد باد

از دست رفته بود وجودِ ضعیفِ من ‏ صبحم ببوی وصلِ تو جان باز داد باد

امروز قدرِ پندِ عزیزان شناختم ‏ یارب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد

تاریخِ عیشِ ما شبِ دیدارِ دوست بود ‏ عهدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد

حافظ نهادِ نیکِ تو کامت برآورد

جانها فداے مردمِ نیکو نهاد باد

درآن هوا که جز برق اندر طلب نباشد ‏ گر خرمنے بسوزد چندین عجب نباشد

مرغیکه با غمِ دل شد الفتش چو حاصل ‏ بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است ‏ آتش کرا بسوزد گر بولهب نباشد

در کیشِ جان فروشان فضل و هنر نزیبد ‏ اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد

در محفلی که خورشید اندر شمارِ ذره است ‏ خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد

می خور که عمرِ سرمد گر در جهان توان یافت ‏ جز بادۂ بهشتی هیچش سبب نباشد

حافظ وصالِ جانان با چون تو تنگدستی ‏ روزے شود که با او پیوندِ شب نباشد

دلم جز مهر مه‌رویان طریقی بر نمی‌گیرد | ز هر در می‌دهم پندش ولیکن در نمی‌گیرد

خدا را ای نصیحتگو حدیث از مطرب و می گو | که نقشی در خیال ما ازین خوشتر نمی‌گیرد

صراحی میکشم پنهان و مردم دفتر انگارند | عجب گر آتش این زرق در دفتر نمی‌گیرد

نصیحت کم کن و ما را بنغمهٔ دف و نی بخش | که غیر از راستی نقشی درین جوهر نمی‌گیرد

میان گریه میخندم که چون شمع اندرین مجلس | زبان آتشینم هست لیکن در نمی‌گیرد

سر و چشمی باین خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر | برو کاین وعظ بی‌معنی مرا در سر نمی‌گیرد

نصیحت گوی رندان را که با حکم خدا جنگست | دلش بس تنگ می‌بینم که در ساغر نمی‌گیرد

چه خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را | که کس آهوی وحشی را ازین خوشتر نمی‌گیرد

سخن در احتیاج ما و استغنای معشوق است | چه سود افسونگری ای دل که در دلبر نمی‌گیرد

خدا را رحمی ای منعم که درویش سرکوت | در دیگر نمیداند ره دیگر نمی‌گیرد

من از پیر مغان دیدم کرامتهای مردانه | که این دلق ریائی را بجامی بر نمی‌گیرد

باین شعر تر و شیرین ز شاهنشه عجب دارم
که سرتاپای حافظ را چرا در زر نمی‌گیرد

دیدم بخواب خوش که بدستم پیاله بود | تعبیر رفت و کار بدولت حواله بود

چل سال رنج و غصه کشیدیم و عاقبت | تدبیر ما بدست شراب دوساله بود

آن نافهٔ مراد که میخواستم ز غیب / در چین زلفِ آن بتِ مشکین کلاله بود

از دست برده بود وجودم خمارِ عشق / دولت مساعد آمد و مے در پیاله بود

نالان و داد خواه بمیخانه میروم / کانجا کشاد کارِ من از آه و ناله بود

خون میخورم ولیک جای شکایت نیست / روزے ما ز خوانِ کرم این نواله بود

بر طرفِ گلشنم نظر افتاد وقتِ صبح / آن دم که کارِ مرغِ چمن آه و ناله بود

هر کو نکاشت مهر و ز خوبی گلے نچید / در رهگذارِ باد نگهبانِ لاله بود

آتش فگند در دلِ مرغان نسیمِ باغ / زان داغِ سر بمهر که در جانِ لاله بود

آن شاهِ تند حمله که خورشید شیرگیر / پیشش بروزِ معرکه کمتر غزاله بود

دیدم که شعرِ دلکشِ حافظ بمدحِ شاه
هر بیت از آن سفینه به از صد رساله بود

دمی با غم بسر بردن جهان یکسر نمی ارزد / بمی بفروش دلقِ ما کزین بهتر نمی ارزد

بکوی میفروشانش بجامے بر نمیگیرند / زهی سجادهٔ تقوی که یک ساغر نمی ارزد

شکوهِ تاجِ سلطانی که بیمِ جان درو درجست / کلاهِ دلکش ست اما بدردِ سر نمی ارزد

رقیبم سرزنشها کرد کز این باب سر برتاب / چه افتاد این سر ما را که خاکِ در نمی ارزد

ترا آن به که روے خود ز مشتاقان بپوشانی / که سودای جهانداری غمِ لشکر نمی ارزد

بشنو این نکتهٔ دلبستگی که در بازیگری
بنغمهای گوناگون سه می احمر نمی ارزد

دیار و یار مردم را مقید میکند لیکن
چه جای پارس کاین محنت جهان یکسر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا ببوی سود
غلط گفتم که هر موجش بصد گوهر نمی ارزد

برو گنج قناعت جو بکنج عافیت بنشین
که یک دم تنگدل بودن به بحر و بر نمی ارزد

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیای دون بگذر
که یک جو منت دونان بصد من زر نمی ارزد

دوستان دختر رز توبه ز مستوری کرد
شد بر محتسب و کار بدستوری کرد

آمد از پرده بمجلس عرقش پاک کنید
تا نگویند حریفان که چرا دوری کرد

مژده گانی بده ای دل که دگر مطرب عشق
راه مستانه زد و چارهٔ مخموری کرد

جای آنست که در عقد وصالش گیرند
دختر رز که بخشم این همه مستوری کرد

نه بهفت آب که رنگش بصد آتش نرود
آنچه با خرقهٔ زاهد می انگوری کرد

غنچهٔ گلبن وصلم ز نسیمش بشگفت
مرغ خوشخوان طرب از برگ گل سوری کرد

حافظ افتادگی از دست مده زانکه حسود
عرض و مال و دل و دین در سر مغروری کرد

درخت دوستی بنشان که کام دل ببار آرد
نهال دشمنی برکن که رنج بیشمار آرد

چو مهمانِ خراباتی بعشرت باش با رندان | که درد سر کشی جانان گرت مستی خمار آرد

شب صحبت غنیمت دان و دادِ خوشدلی بستان | بسے گردش کند گردون بسی لیل و نهار آرد

عماری دار لیلی را که مهر و ماه در حکمست | خدایا در دل اندازش که بر مجنون گذار آرد

بهار عمر خواه ای دل و گرنه این چمن هر سال | چو نسرین صد گل آرد بار و چون بلبل هزار آرد

خدا را چون دلِ ریشم قرارے بسته با زلفت | بفرمان لعلِ نوشین را که جان را بر قرار آرد

ز کار افتاده ای دل که صد من بار غم داری | برو یک جرعه می درکش که در حالت بکار آرد

درین باغ ار خدا خواهد درین پیرانه سر حافظ
نشیند بر لبِ جوئے و سروے در کنار آرد

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد | کز حضرتِ سلیمان عشرت اشارت آمد

خاکِ وجودِ ما را از آبِ باده گل کن | ویران سرای دل را گاهِ عمارت آمد

این شرحِ بی نهایت کز حسنِ یار گفتند | حرفیست کز هزاران کاندر عبارت آمد

عیبم بپوش زنهار ای خرقهٔ مے آلود | کان پاکِ دامن اینجا بهرِ زیارت آمد

امروز جای هر کس پیدا شود ز خوبان | کان ماهِ مجلس آرا اندر صدارت آمد

بر تختِ جم که تاجش محرابِ آفتابست | همت نگر که موری با این حقارت آمد

از چشمِ شوخش ای دل ایمان خود نگهدار | کان جادوی کمان کش بر عزمِ غارت آمد

دریاست مجلسِ شاه دریاب و وقت بشناس — هان ای زیان رسیده وقتِ تجارت آمد

آلودۂ تو حافظ فیضے ز شاه درخواه

کان عنصرِ سماحت بهرِ طهارت آمد

در نمازم خمِ ابروی تو چون یاد آمد — حالتے رفت که محراب بفریاد آمد

از من اکنون طمعِ صبر و دل و هوش مدار — کان تحمّل که تو دیدی همه بر باد آمد

باده صافی شد و مرغانِ چمن مست شدند — موسمِ عاشقی و کار به بنیاد آمد

بوی بهبود ز اوضاعِ جهان می شنوم — شادی آورد گل و بادِ صبا شاد آمد

ای عروسِ هنر از دهر شکایت منمای — حجلۂ حسن بیارائے که داماد آمد

بر زلیخا ستم اے یوسفِ مصری مپسند — زانکه از عشق بر او این همه بیداد آمد

دلفریبانِ نباتی همه زیور بستند — دلبرِ ماست که با حسنِ خدا داد آمد

زیر بارند درختان که تعلق دارند — ای خوشا سرو که از بندِ غم آزاد آمد

مطرب از گفتۂ حافظ غزلے نغز بخوان

تا بگویم که ز عهدِ طربم یاد آمد

دلے که غیب نماست جامِ جم دارد — ز خاتمے که ازو گم شود چه غم دارد

بخط و خالِ گدایان مده خزینۂ دل — بدستِ شاه وشے ده که محترم دارد

نه هر درخت تحمل کند جفای خزان / غلام همت سروم که این قدم دارد

رسید موسم آن کز طرب چو نرگس مست / نهد بپای قدح هر که شش درم دارد

زر از بهای می اکنون چو گل دریغ مدار / که عقل کل بصدت عیب متهم دارد

ز سر غیب کس آگاه نیست قصه مخوان / کدام محرم دل ره درین حرم دارد

دلم که لاف تجرد زدی کنون صد شغل / ببوی زلف تو با باد صبحدم دارد

مراد دل ز که جوییم که نیست دلداری / که جلوهٔ نظر و شیوهٔ کرم دارد

ز جیب خرقهٔ حافظ چه طرف بتوان بست

که ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد

دست از طلب ندارم تا کام من برآید / یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

بگشای تربتم را بعد از وفات و بنگر / کز آتش درونم دود از کفن برآید

بنمای رخ که خلقی واله شوند و حیران / بگشای لب که فریاد از مرد و زن برآید

جان بر لبست و حسرت در دل که از لبانش / نگرفته هیچ کامی جان از بدن برآید

از حسرت دهانت جانم بتنگ آمد / خود کام تنگدستان کی زان دهن برآید

گفتم بخویش کز وی برگیر دل دلم گفت / کار کسیست این کو با خویشتن برآید

هر یک شکن ز زلفت پنجاه شست دارد / چون این دل شکسته با آن شکن برآید

بر بوی آنکه در باغ آید گلی چو رویت
آید نسیم و هر دم گرد چمن برآید

هر دم چو بی‌وفایان نتوان گرفت یاری
ماییم و آستانش تا جان ز تن برآید

برخیز تا چمن را از قامت و میانت
هم سرو در برآید هم نارون برآید

گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازان
هرجا که نام حافظ در انجمن برآید

در ازل هر کو بفیض دولت ارزانی بود
تا ابد جام مرادش همدم جانی بود

من همان ساعت که از می خواستم شد توبه کار
گفتم این شاخ ار دهد باری پشیمانی بود

خود گرفتم کافکنم سجاده چون سوسن بدوش
همچو گل بر خرقه رنگ می مسلمانی بود

خلوت ما را فروغ از عکس جام باده باد
زانکه کنج اهل دل باید که نورانی بود

بی چراغ جام در خلوت نمی‌آرم نشست
وقت گل مستوری مستان ز نادانی بود

مجلس انس و بهار و بحث عشق اندر میان
جام می نگرفتن از جانان گران جانی بود

همت عالی طلب جام مرصع گو مباش
رند را آب عنب یاقوت رمانی بود

نیکنامی خواهی ای دل با بدان صحبت مدار
خودپسندی جان من برهان نادانی بود

گرچه بی سامان نماید کار ما سهلش مبین
کاندرین کشور گدائی رشک سلطانی بود

خوش بود خلوت هم ای صوفی ولیکن گر بود
باده ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنہان شراب

ای عزیز من گناہ آن بہ کہ پنہانی بود

دلم بی جمالت صفائے ندارد — چو بیگانہ کاشنائے ندارد

متاعِ دلِ پاک عشاقِ مسکین — ببازار حسنش بہائے ندارد

دلا جام و ساقیِ گلرخ طلب کن — کہ چون گل زمانہ بقائے ندارد

اگرچہ دلم رفت لیکن غمش نیست — بجز آن خمِ زلف جائے ندارد

ازین سینۂ تنگ ترسم کہ تیرش — رود جای و آنگہ دوائے ندارد

ہمہ چیز دارد دلارام لیکن — دریغا کہ با ما وفائے ندارد

چو ماہ است روشن کہ بے مہرِ رویش

دل و جانِ حافظ صفائے ندارد

دل شوقِ لبت مدام دارد — یارب ز لبت چہ کام دارد

جان شربتِ مہر و بادۂ شوق — در ساغرِ دل مدام دارد

شوریدۂ زلفِ یار دائم — در دامِ بلا مقام دارد

آخر نرسد کہ باز پرسیم — کان دلبرِ ما چہ نام دارد

با یار کجا نشیند آن کو — اندیشۂ خاص و عام دارد

خرّم دل آن کسی کہ صحبت — با یار علی الدّوام دارد
تا صید کند دلی بشوخی — برگل ز بنفشہ دام دارد
حافظ چو دمی خوش ست مجلس
اسباب طرب تمام دارد

رو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد — صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد
سیل سرشک ما ز دلش کین بدر نبرد — در سنگ خارہ قطرۂ باران اثر نکرد
ماہی و مرغ دوش نخفت از فغان من — وان شوخ دیدہ بین کہ سر از خواب بر نکرد
میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع — او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
یارب تو آن جوان دلاور نگاہدار — کز تیر آہ گوشہ نشینان حذر نکرد
جانا کدام سنگدلِ بی کفایت ست — کاو پیش زخم تیغ تو جان را سپر نکرد
شوخی نگر کہ مرغ دل بال و پر کباب — سودای خام عاشقی از سر بدر نکرد
حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش ست
نشنید کس کہ از سر رغبت ز بر نکرد

راہی بزن کہ آہی بر سازِ آن توان زد — شعری بخوان کہ با او رطل گران توان زد
بر آستانِ جانان گر سر توان نہادن — گلبانگ سر بلندی بر آسمان توان زد

در خانقه نگنجد اسرار عشق و مستی
جام می مغانه هم با مغان توان زد

شد رهزن سلامت زلف تو وین عجب نیست
گر راهزن تو باشی صد کاروان توان زد

گر دولت وصالت خواهد دری گشودن
سرها برین تخیل بر آستان توان زد

قد خمیدهٔ ما سهلت نماید اما
بر چشم دشمنانت تیر از کمان توان زد

از شرم در حجابم ساقی تلطفی کن
باشد که بوسه چندبر آن دهان توان زد

بر جویبار چشم گر سایه افگند دوست
بر خاک رهگذارش آب روان توان زد

درویش را نباشد منزل سرای سلطان
مائیم و کهنه دلقی کاتش در آن توان زد

اهل نظر دو عالم در یک نظر ببازند
عشق ست و داو اول بر نقد جان توان زد

با عقل و فهم و دانش داد سخن توان داد
چون جمع شد معانی گوی بیان توان زد

عشق و شباب و رندی مجموعهٔ مرادست
ساقی بیا که جامی در این زمان توان زد

حافظ بحق قرآن کز زرق و شید باز آ
باشد که گوی عیشی در این میان توان زد

روز وصل دوستداران یاد باد
یاد باد آن روزگاران یاد باد

این زمان در کس وفاداری نماند
زان وفاداران و یاران یاد باد

کامم از تلخی غم چون زهر گشت
بانگ نوش باده خواران یاد باد

من کہ در تدبیرِ غم بیچارہ ام | چارۂ آن غمگساران یاد باد
گرچہ یاران فارغ اند از یادِ من | از من ایشان را ہزاران یاد باد
مبتلا گشتم درین دامِ بلا | کوششِ آن حق گذاران یاد باد

رازِ حافظ بعد ازین ناگفتہ بہ
اے دریغ از رازداران یاد باد

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند | چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند
من ارچہ در نظرِ یار خاکسار شدم | رقیب نیز چنین محترم نخواہد ماند
چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را | کسے مقیمِ حریمِ حرم نخواہد ماند
توانگرا دلِ درویشِ خود بدست آر | کہ مخزنِ زر و گنجِ درم نخواہد ماند
غنیمتے شمر ای شمع وصلِ پروانہ | کہ این معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند
سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد | کہ بردرِ کرمش کس دژم نخواہد ماند
برین رواقِ زبرجد نوشتہ اند بزر | کہ جز نکوئیِ اہلِ کرم نخواہد ماند
سرودِ مجلسِ جمشید گفتہ اند این بود | کہ جامِ بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند
چہ جای شکر و شکایت زنقشِ نیک و بد | کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند
زمہربانیِ جانان طمع مبر حافظ | کہ نقشِ مہر و نشانِ ستم نخواہد ماند

روشنیِ طلعتِ تو ماه ندارد | پیشِ تو گل رونقِ گیاه ندارد
جانبِ دلها نگاه دار که سلطان | ملک نگیرد اگر سپاه ندارد
دیده ام آن چشمِ دل سیه که تو داری | جانبِ هیچ آشنا نگاه ندارد
ای شهِ خوبان بعاشقان نظری کن | هیچ شهی چون تو این سپاه ندارد
نی منِ تنها کشم تطاولِ زلفت | کیست بدل داغِ این سیاه ندارد
شوخیِ نرگس نگر که پیشِ تو بشگفت | چشمِ دریده ادب نگاه ندارد
رطلِ گرانم ده ای مریدِ خرابات | شادیِ شیخی که خانقاه ندارد
گو برو و آستین بخونِ جگر شوی | هر که درین آستانه راه ندارد
تا چه کند با رخِ تو دودِ دلِ من | آینه دانی که تابِ آه ندارد
خون خور و خامش نشین که آن دلِ نازک | طاقتِ فریادِ دادخواه ندارد
گوشهٔ ابروی تست منظرِ چشمم | خوشتر ازین گوشه پادشاه ندارد

حافظ اگر سجدهٔ تو کرد مکن عیب
کافرِ عشق ای صنم گناه ندارد

رسید مژده که آمد بهار و سبزه دمید | وظیفه گر برسد مصرفش گل ست و نبید
صفیرِ مرغ برآمد بطِ شراب بجاست | فغان فتاد زبلبل نقابِ گل که درید

ز روی ساقی مهوش گلی بچین امروز | که گرد عارض بستان خط بنفشه دمید

چنان کرشمهٔ ساقی دلم ز دست ببرد | که با کسی دگرم نیست روی گفت و شنید

من این مرقع رنگین چو گل بخواهم سوخت | که پیر باده فروشش بجرعهٔ نخرید

بکوی عشق منه بی دلیل راه قدم | که گم شد آنکه درین ره برهبری نرسید

ز میوهای بهشتی چه ذوق دریابد | کسی که سیب زنخدان شاهدی نگزید

مکن ز غصه شکایت که در طریق ادب | براحتی نرسید آنکه زحمتی نکشید

عجایب ره عشق ای رفیق بسیارست | ز پیش آهوی این دشت شیر نر برمید

خدای را مددی ای دلیل راه حرم | که نیست بادیهٔ عشق را کرانه پدید

گلی نچید ز بستان آرزو دل من | مگر نسیم مروت درین چمن نوزید

شراب نوش کن و جام زر بصوفی ده | که پادشه ز کرم جرم صوفیان بخشید

بهار میگذرد دادگسترا دریاب
که رفت موسم و حافظ هنوز می نچشید

روز هجران و شب فرقت یار آخر شد | زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

آن همه ناز و تنعم که خزان میفرمود | عاقبت در قدم باد بهار آخر شد

بعد ازین نور بآفاق دهیم از دل خویش | که بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

آن پریشانیِ شبهاے دراز و غمِ دل — همه در سایۂ گیسوی نگار آخر شد
ساقیا عمرِ درازت و قدحت پُر می باد — که بسعیِ تو ام اندوہِ خمار آخر شد
شکرِ ایزد که باقبال کلہ گوشۂ گل — نخوتِ بادِ دی و شوکتِ خار آخر شد
باورم نیست زبدعہدیِ ایام ہنوز — قصۂ غصہ که در دولتِ یار آخر شد
صبحِ امید که بُد معتکفِ پردۂ غیب — گو برون آی که کارِ شبِ تار آخر شد
گرچه آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود — حلِ این عقده ہم از روی نگار آخر شد

در شمار ارچه نیاورد کسے حافظ را
شکر کان محنتِ بے حد و شمار آخر شد

زاہدِ خلوت نشین دوش بمیخانه شد — از سرِ پیمان گذشت بر سرِ پیمانه شد
شاہدِ عہدِ شباب آمده بودش بخواب — باز به پیرانه سر عاشق و دیوانه شد
مغبچۂ میگذشت راہزنِ عقل و دین — در پے آن آشنا از ہمه بیگانه شد
آتشِ رخسارِ گل خرمنِ بلبل بسوخت — چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانه شد
گریۂ شام و سحر شکر که ضائع نگشت — قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یک دانه شد
نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسونگری — حلقۂ اورادِ ما گردشِ پیمانه شد
صوفیِ مجلس که دی جام و قدح می شکست — دوش بیک جرعۂ می عاقل و فرزانه شد

منزلِ حافظ کنون بارگہِ کبریاست
دل برِ دلدار رفت جان برِ جانانہ شد

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید — فغان کہ بختِ من از خواب بر نمی آید
مگر بروی دل آرای یارِ من ورنہ — بہیچ گونہ دگر کار بر نمی آید
درین خیال بسر شد دریغ عمرِ عزیز — بلاے زلفِ سیاہت بسر نمی آید
چنان بحسرتِ خاکِ درِ تو می میرم — کہ آبِ زندگیم در نظر نمی آید
بسے حکایتِ دل ہست با نسیمِ سحر — ولے بختِ من امشب سحر نمی آید
قدِ بلندِ ترا تا ببر نمیگیرم — درختِ کامِ مرادم ببر نمی آید
مقیمِ زلفِ تو شد دل کہ خوش ہوائی دید — وزان غریبِ بلاکش خبر نمی آید
فدای دوست نکردیم عمر و مال دریغ — کہ کارِ عشق ز ما این قدر نمی آید
ہمیشہ تیرِ سحرگاہِ من خطا نشدے — کنون چہ شد کہ یکے کارگر نمی آید

زبسکہ شد دلِ حافظ رمیدہ از ہمہ کس
کنون ز حلقۂ زلفت بدر نمی آید

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد — انچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد
گوہرے کز صدفِ کون و مکان بیرون بود — طلب از گم شدگانِ لبِ دریا میکرد

مشکل خویش بر پیر مغان بردم دوش — کو بتایید نظر حل معما میکرد

بیدلی در همه احوال خدا با او بود — او نمیدیدش و از دور خدارا میکرد

دیدمش خرم و خندان قدح باده بدست — و اندران آینه صدگونه تماشا میکرد

گفتم این جام جهان بین بتو کی داد حکیم — گفت آن روز که این گنبد مینا میکرد

آن همه شعبده‌ها عقل که میکرد آن جا — سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد

گفت آن یار کزو گشت سر دار بلند — جرمش آن بود که اسرار هویدا میکرد

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید — دیگران هم بکنند آنچه مسیحا میکرد

گفتمش سلسلهٔ زلف بتان دانی چیست
گفت حافظ گلهٔ از شب یلدا میکرد

سالها دفتر ما در گرو صهبا بود — رونق میکده از درس و دعای ما بود

نیکی پیر مغان بین که چو ما بدمستان — هر چه کردیم بچشم کرمش زیبا بود

دل چو پرگار بهر سو دورانی میکرد — و اندران دایره سرگشتهٔ پابرجا بود

می شگفتم ز طرب زانکه چو گل بر لب جوی — بر سرم سایهٔ آن سرو سهی بالا بود

پیر گلرنگ من اندر حق ازرق پوشان — (خبث) رخصت خبث نداد ارنه حکایتها بود

دفتر دانش ما جمله بشوئید بمی — که فلک دیدم و در قصد دل دانا بود

مطرب از درد محبت غزلی می پرداخت   که حکیمان جهان را مژه خون پالا بود

قلب اندوده حافظ بر او خرج نشد

که معامل بهمه عیب نهان بینا بود

ساقی حدیث سرو و گل و لاله می رود   وین بحث با ثلاثه غساله می رود

می ده که نو عروس چمن حد حسن یافت   کار این زمان ز صنعت دلاله می رود

شکرشکن شوند همه طوطیان هند   زین قند پارسی که به بنگاله می رود

طی مکان ببین و زمان در سلوک شعر   کاین طفل یکشبه ره یکساله می رود

باد بهار می وزد از بوستان شاه   وز ژاله باده در قدح لاله می رود

آن چشم جادوانه عابد فریب بین   کش کاروان سحر بدنباله می رود

خوی کرده می خرامد و بر عارض سمن   از شرم روی او عرق از ژاله می رود

ایمن مشو ز عشوه دنیا که این عجوز   مکاره می نشیند و محتاله می رود

چون سامری مباش که زر دید از خری   موسی بهشت و از پی گوساله می رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین

خامش مشو که کار تو از ناله می رود

سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند   همدم گل نمی شود یاد سمن نمیکند

تا دلِ هرزه گرد من رفت بچینِ زلفِ او | زان سفرِ درازِ خود یادِ وطن نمیکند
پیشِ کمانِ ابرویت لابه همیکنم ولی | گوشه کشیده است ازان گوش بمن نمیکند
چون زنسیم میشود زلفِ بنفشه پرشکن | وه که دلم چه یادِ آن عهدشکن نمیکند
با همه عطرِ دامنت آیدم از صبا عجب | کز گذرِ تو خاک را مشکِ ختن نمیکند
ساقیِ سیم ساقِ من گر همه زهر میدهد | کیست که تن چو جامِ می جمله دهن نمیکند
دل بامیدِ وصلِ تو همدمِ جان نمی شود | جان بهوای کوی او خدمتِ تن نمیکند
دی گله ز طرّه اش کردم و از سرِ فسون | گفت که این سیاه کج گوش بمن نمیکند
دستکشِ جفا مکن آبِ رخم که فیضِ ابر | بی مددِ سرشکِ من دُرِّ عدن نمیکند
لخلخه سای شد صبا دامنِ پاکت از چه رو | خاکِ بنفشه زار را مشکِ ختن نمیکند

کشتهٔ غمزهٔ تو شد حافظِ ناشنیده پند
تیغ سزاست هر کرا درکِ سخن نمیکند

سمن بویان غبارِ دل چو بنشینند بنشانند | پریرویان قرارِ دل چو بستیزند بستانند
بفتراکِ بلا جانها چو بربندند بربندند | ز زلفِ عنبرین دلها چو بفشانند بفشانند
ز چشمم لعلِ رمّانی چو میبارند میخندند | ز رویم رازِ پنهانی چو میبینند میخوانند
بعمری یک نفس باما چو بنشینند برخیزند | نهالِ شوق در خاطر چو بنشینند بنشانند

چو منصور از مراد آنانکه بردارند بردارند | که با این درد اگر در بند درمانند درمانند
سرشک گوشه گیران را چو دریابند دریابند | رخ مهر از سحرخیزان نگردانند گر دانند

بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند ناز آرند
بدین درگاه حافظ را چو میرانند میخوانند

سحرم دولت بیدار ببالین آمد | گفت برخیز که آن خسرو شیرین آمد
قدحی درکش و سرخوش بتماشا بخرام | تا ببینی که نگارت بچه آئین آمد
مژدگانی بده ای خلوتی نافه گشای | که ز صحرای ختن آهوی مشکین آمد
گریه آبی برخ سوختگان باز آورد | ناله فریادرس عاشق مسکین آمد
مرغ دل باز هوادار کمان ابروئیست | که کمین صید گهش جان و دل و دین آمد
در هوا چند معلق زنی و جلوه کنی | ای کبوتر نگران باش که شاهین آمد
ساقیا می بده و غم مخور از دشمن و دوست | که بکام دل ما آن بشد و این آمد
شادی یار پریچهره بده بادهٔ ناب | که می لعل دوای دل غمگین آمد
رسم بدعهدی ایام چو دید ابر بهار | گریه اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد

چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل
عنبرافشان بتماشای ریاحین آمد

ستاره بدرخشید و ماه مجلس شد — دل رمیدهٔ ما را انیس و مونس شد

نگار من که بمکتب نرفت و خط ننوشت — بغمزه مسئله آموز صد مدرس شد

طرب سرای محبت کنون شود معمور — که طاق ابروی یار منش مهندس شد

ببوی او دل بیمار عاشقان چو صبا — فدای عارض نسرین و چشم نرگس شد

بصدر مصطبه ام می نشاند اکنون یار — گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد

لب از ترشح می پاک کن برای خدا — که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد

کرشمهٔ تو شرابی بعاشقان پیمود — که علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد

خیال آب خضر بست و جام کیخسرو — بجرعه نوشی سلطان ابوالفوارس شد

چو زر عزیز وجود است شعر من آری — قبول دولتیان کیمیای این مس شد

ز راه میکده یاران عنان بگردانید
چرا که حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

ساقی ار باده ازین دست بجام اندازد — عارفان را همه در شرب مدام اندازد

ور چنین زیر خم زلف نهد دانهٔ خال — ای بسا مرغ خرد را که بدام اندازد

آن زمان وقت می صبح فروغ است که شب — گرد خرگاه افق پردهٔ شام اندازد

روز در کسب هنر کوش که می خوردن روز — دل چون آینه در زنگ ظلام اندازد
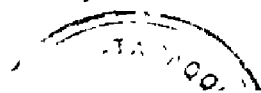
ای خوشا حالت آن مست که در پای حریف ‌ سر و دستار نداند که کدام اندازد

زاهد اسر بکله گوشهٔ خورشید بر آر ‌ بختت ار قرعه بدین ماهِ تمام اندازد

زاهدِ خام طمع بر سرِ انکار بماند ‌ پخته گردد چو نظر بر مے جام اندازد

بادہ با محتسبِ شهر ننوشی حافظ

که خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

سحر چون خسرو خاور علم بر کوهساران زد ‌ بدستِ مرحمت یارم درِ امیدواران زد

چو پیشِ صبح روشن شد که حالِ مهرِ گردون چیست ‌ بر آمد خندهٔ خوش بر غرورِ کامگاران زد

نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست ‌ گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد

من از رنگِ صلاح آندم بخونِ دل بشستم دست ‌ که چشمِ بادہ پیمایش صلا بر هوشیاران زد

کدام آهن دلش آموخت این آئینِ عیاری ‌ کز اول چون برون آمد رهِ شب زنده داران زد

خیالِ شهسواران پخت و شد ناگه دلِ مسکین ‌ خداوندا نگهدارش که بر قلبِ سواران زد

منش با خرقهٔ پشمین کجا اندر کمند آرم ‌ زره موئی که مژگانش رهِ خنجر گذاران زد

نظر بر قرعهٔ توفیق و یُمنِ دولتِ شاه است ‌ بده کامِ دلِ عاشق که فالِ بختیاران زد

شهنشاهِ مظفر فر شجاعِ ملک و دین منصور ‌ که جودِ بیدریغش خنده بر ابرِ بهاران زد

ازان ساعت که جامِ می بدستِ او مشرف شد ‌ زمانه ساغرِ شادی بیادِ میگساران زد

ز شمشیرِ سرافشانش ظفر آن روز بدرخشید | که چون خورشیدِ انجم سوز تنها بر هزاران زد
تعالی الله زهی ذاتی که تا نیرنگِ هستی یافت | صفای جوهرِ پاکش دم از پرهیزگاران زد

دوامِ ملک و عمرِ او بخواه از لطفِ حق حافظ
که چرخ این سکهٔ دولت بنامِ شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد | که عشقِ گل بما دیدی چها کرد
غلامِ همتِ آن نازنینم | که کارِ خیر بی روی و ریا کرد
خوشش باد آن نسیمِ صبحگاهی | که دردِ شب نشینان را دوا کرد
من از بیگانگان هرگز ننالم | که با من هر چه کرد آن آشنا کرد
نقابِ گل کشید از زلفِ سنبل | گره بندِ قبای غنچه وا کرد
از آن رنگِ رخم خون در دل انداخت | درین گلشن بخارم مبتلا کرد
بهر سو بلبلِ بیدل در افغان | تنعم در میان بادِ صبا کرد
گر از سلطان طمع کردم خطا بود | ور از دلبر وفا جستم جفا کرد
وفا از خواجگانِ شهر با من | کمالِ دین و دولت بو الوفا کرد

بشارت بر بکوی میفروشان
که حافظ توبه از زهد و ریا کرد

شاہدان گر دلبری زینسان کنند | زاہدان را رخنہ در ایمان کنند
ہر کجا آن شاخ نرگس بشگفد | گلرخانش دیدہ نرگسدان کنند
یار ما چون سازد آہنگ سماع | قدسیان بر عرش دست افشان کنند
رخ نماید آفتاب دولتت | گر چو صبحت آئنہ رخشان کنند
مردم چشمم بخون آغشتہ شد | از کجا این ظلم بر انسان کنند
عاشقان را بر سر خود حکم نیست | ہر چہ فرمان تو باشد آن کنند
پیش چشمم کمترست از قطرہ | آن حکایتہا کہ از طوفان کنند
کن نگاہے از دو چشمت تا روان | مرگ را بر بیدلان آسان کنند
عید رخسار تو کو تا عاشقان | در وفایت جان و دل قربان کنند
ای جوان سرو قد گوئے بزن | پیش ازان کز قامت چوگان کنند
خوش بر آی از غصہ ای دل کاہل راز | عیش خوش در بوتہ ہجران کنند

سرکش حافظ ز آہ نیم شب
تا چو صبحت آئنہ رخشان کنند

شراب بیغش و ساقی خوش دو دام رہند | کہ زیرکان جہان از کمندشان نرہند
ن ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ | ہزار شکر کہ یاران شہر بیگنہند

مبین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم ‏ ‏ ‏ ‏ شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہند

جفا نہ شیوۂ درویشیست و راہروی ‏ ‏ ‏ ‏ بیار بادہ کہ این سالکان نہ مردِ رہند

مکن کہ کوکبۂ دلبری شکستہ شود ‏ ‏ ‏ ‏ چو چاکران بگریزند و بندگان بجہند

غلامِ ہمتِ دُردی کشانِ یکرنگم ‏ ‏ ‏ ‏ نہ آن گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند

قدم منہ بخرابات جز بشرطِ ادب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ساکنانِ درش محرمانِ پادشہند

بہوش باش کہ ہنگامِ بادِ استغنا ‏ ‏ ‏ ‏ ہزار خرمنِ طاعت بہ نیمِ جو بدہند

جنابِ عشق بلندست ہمتے حافظ

کہ عاشقان رہِ بے ہمتان بخود ندہند

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد ‏ ‏ ‏ ‏ بندۂ طلعتِ آن باش کہ آنے دارد

شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست ولے ‏ ‏ ‏ ‏ خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد

چشمۂ چشمِ مرا ای گلِ خندان دریاب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ بامیدِ تو خوش آبِ روانے دارد

مُرغِ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے ‏ ‏ ‏ ‏ ہر بہارے کہ ز دنبال خزانے دارد

خمِ ابروے تو در صنعتِ تیراندازی ‏ ‏ ‏ ‏ بستد از دست ہر آنکس کہ کمانے دارد

گوے خوبی کہ برد از تو کہ خورشید آنجا ‏ ‏ ‏ ‏ نہ سواریست کہ در دست عنانے دارد

دلنشین شد سخنم تا تو قبولش کردی ‏ ‏ ‏ ‏ آرے آرے سخنِ عشق نشانے دارد

در رہِ عشق نشد کس بیقین محرمِ راز　　ہر کسے بر حسبِ فہم گمانے دارد

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف　　ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد

مدعی گو پرو و نکتہ بہ حافظ مفروش
کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

شرابِ عیش نہان چیست کارِ بے بنیاد　　زدیم بر صفِ رندان و ہرچہ بادا باد

گرہ ز دل بکشا و ز سپہر یاد مکن　　کہ فکرِ ہیچ مہندس چنین گرہ نکشاد

ز انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ　　ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد

قدح بشرطِ ادب گیر زانکہ ترکیبش　　ز کاسۂ سرِ جمشید و بہمن ست و قباد

کہ آگہ است کہ جمشید و کے کجا رفتند　　کہ واقف ست کہ چون رفت تختِ جم بر باد

ز حسرتِ لبِ شیرین ہنوز می بینم　　کہ لالہ میدمد از خاکِ تربتِ فرہاد

مگر کہ لالہ بدانست بیوفائی دہر　　کہ تا بزاد و بشد جامِ مے ز کف ننہاد

نمیدہند اجازت مرا بسیرِ سفر　　نسیمِ خاکِ مصلّٰی و آبِ رکن آباد

بیا بیا کہ زمانے ز مے خراب شویم　　مگر رسیم بگنجے درین خراب آباد

بنوش بادۂ صافی بنالۂ دف و چنگ　　کہ بستہ اند برابریشمِ طرب دلِ شاد

ز دست اگر ننہم جامِ مے مکن عیبم　　کہ پاک تر بہ ازینم حریف دست نداد

رسید در غمِ عشقش به حافظ آنچه رسید
که چشمِ زخمِ زمانه بعاشقان مرساد

صوفی نهاد دام و سرِ حقه باز کرد	بنیادِ مکر با فلکِ حقه باز کرد
بازیِ چرخ بشکندش بیضه در کلاه	زیرا که عرضِ شعبده با اهلِ راز کرد
ساقی بیا که شاهدِ رعنای صوفیان	دیگر بجلوه آمد و آغازِ ناز کرد
این مطرب از کجاست که سازِ عراق ساخت	و آهنگِ باز گشت ز راهِ حجاز کرد
ای دل بیا که ما به پناهِ خدا رویم	زانچه آستینِ کوته و دستِ دراز کرد
صنعت مکن که هر که محبت نه راست باخت	عشقش بروی دل درِ محنت فراز کرد
ای کبکِ خوش خرام که خوش میروی بناز	غره مشو که گربهٔ عابد نماز کرد
فردا که پیشگاهِ حقیقت شود پدید	شرمنده رهروی که نظر بر مجاز کرد

حافظ مکن ملامتِ رندان که در ازل
ما را خدا ز زهد و ریا بی نیاز کرد

صوفی ار باده باندازه خورد نوشش باد	ورنه اندیشهٔ این کار فراموشش باد
آنکه یک جرعه می از دست تواند دادن	دست با شاهدِ مقصود در آغوشش باد
لیست آن شاهسوارِ خوش و خرم که دو کون	بستهٔ بندِ قبا و علمِ دوشش باد

نرگسِ مست نوازش کن مردم دارش ‏— خونِ عاشق بخورد گر بقدح نوشش

چشمم از آئینه دارانِ خط و خالش گشت ‏— لبم از بوسه ربایانِ لبِ نوشش

گرچه از کبر سخن با منِ درویش نکرد ‏— جان فدای شکرین پستهٔ خاموشش

شاهِ ترکان سخنِ مدّعیان می شنود ‏— شرمی از مظلمهٔ خونِ سیاووشش

پیرِ ما گفت خطا بر قلمِ صنع نرفت ‏— آفرین بر نظرِ پاکِ خطا پوشش

بغلامیِ تو مشهورِ جهان شد حافظ

حلقهٔ بندگیِ زلفِ تو در گوشش باد

صبا وقتِ سحر بوئی ز زلفِ یار می آورد ‏— دلِ شوریدهٔ ما را ز نو در کار می آورد

زرشکِ تارِ زلفِ یار بر بادِ سحر میداد ‏— صبا هر نافهٔ مشکی که از تاتار می آورد

فروغِ ماه میدیدم ز بامِ قصرِ او روشن ‏— که روی از شرمِ او خورشید بر دیوار می آورد

عفی الله چینِ ابرویش اگرچه ناتوانم کرد ‏— برحمت هم پیامی بر سرِ بیمار می آورد

سراسر بخششِ جانان طریقِ لطف و احسان بود ‏— اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

من آن شاخِ صنوبر را ز باغِ سینه برکندم ‏— که هر گل کز غمش بشکفت محنت بار می آورد

ز بیمِ غارتِ چشمش دلِ خونین رها کردم ‏— ولی میریخت خون در ره بدین هنجار می آورد

خوش آن وقت و خوش آن ساعت که آن لعلِ گهر بندش ‏— بدزدیدی جان دلها که خصم اقرار می آورد

بقولِ مطرب و ساقی برون رفتم گه و بیگه　　کز آن راهِ گران قاصد خبر دشوار می آرد

عجب میداشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانه
ولے منعش نمیکردم که صوفی وار می آورد

صبا به تهنیتِ پیرِ میفروش آمد　　که موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد

هوا مسیح نفس گشت و باد نافه گشا　　درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنورِ لاله چنان برفروخت بادِ بهار　　که غنچه غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

بگوشِ هوش ز من بشنو و بعشرت کوش　　که این سخن سحر از هاتفم بگوش آمد

ز فکرِ تفرقه باز آے تا شوی مجموع　　بحکمِ آنکه چو شد اهرمن سروش آمد

ز مرغِ صبح ندانم که سوسنِ آزاد　　چه گوش کرد که باده زبان خموش آمد

چه جای صحبتِ نامحرم ست مجلسِ انس　　سرِ پیاله بپوشان که خرقه پوش آمد

بگومیت سخنِ خوش بیا و باده بنوش　　که زاهد از برِ یار رفت و باده نوش آمد

ز خانقاه بمیخانه میرود حافظ
مگر ز مستیِ زهد و ریا بهوش آمد

طائرِ دولت اگر باز گذاری بکند　　یار باز آید و با وصل قراری بکند

دیده را دستگهِ دُر و گهر گرچه نماند　　بخورد خونے و تدبیرِ نثاری بکند

شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفے ۔ دستے از غیب برون آید و کاری بکند
کس نیارد بر او دم زدن از قصۂ ما ۔ مگرش باد صبا گوش گزاری بکند
دادہ ام باز نظر را بہ تذروے پروا ۔ باز خواند مگرش بخت و شکاری بکند
کو کریمے کہ ز بزم طربش غمزدۂ ۔ جرعۂ در کشد و دفع خماری بکند
یا وفا یا خبر وصل تو یا مرگ رقیب ۔ بازی چرخ ازین یک دو سہ کاری بکند
دوش گفتم بکند لعل لبش چارۂ دل ۔ ہاتف غیب ندا داد کہ کاری بکند

حافظا گر نروی از در او ہم روزے
گذرے بر سرت از گوشۂ کنارے بکند

عکس روے تو چو در آئنۂ جام افتاد ۔ عارف از پرتو مے در طمع خام افتاد
جلوۂ کرد رخش روز ازل زیر نقاب ۔ عکسے از پرتو آن بر رخ افہام افتاد
این ہمہ عکس می و نقش مخالف کہ نمود ۔ یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد
غیرت عشق زبان ہمہ خاصان ببرید ۔ از کجا سر غمش در دہن عام افتاد
ہر دمش با من دل سوختہ لطف دگرست ۔ این گدا بین کہ چہ شایستۂ انعام افتاد
پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید ۔ احول از چشم دو بین در طمع خام افتاد
زیر شمشیر غمش رقص کنان باید رفت ۔ کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاهِ زنخ — آه کز چاه برون آمد و در دام افتاد
آن شد ای خواجه که در صومعه بازم بینی — کارِ ما با رخِ ساقی و لبِ جام افتاد
من ز مسجد بخرابات نه خود افتادم — اینم از روزِ ازل حاصلِ فرجام افتاد
چه کند کز پی دوران نرود چون پرگار — هر که در دائرهٔ گردشِ ایام افتاد

صوفیان جمله حریفند و نظرباز ولی
زین میان حافظِ دلسوخته بدنام افتاد

عشقت نه سرسریست که از سر بدر شود — مهرت نه عارضیست که جای دگر شود
عشقِ تو در وجودم و مهرِ تو در دلم — با شیر در درون شد و با جان بدر شود
دردیست دردِ عشق که اندر علاجِ او — هر چند سعی بیش نمائی بتر شود
اوّل منم یکی که درین شهر هر شبی — فریادِ من بگنبدِ افلاک بر شود
ور زانکه من سرشک فشانم ز نده رود — کشتِ عراق جمله بیکبار تر شود
دی در میانِ زلف بدیدم رخِ نگار — ق — بر هیئتی که ابر محیطِ قمر شود
گفتم که ابتدا کنم از بوسه گفت نی — بگذار تا که ماه ز عقرب بدر شود
ای دل بیاد لعلش اگر باده میخوری — مگذار تا که مدعیان را خبر شود
حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس — گر خاکِ او بپای شما پی سپر شود

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند — خرابِ بادهٔ لعلِ تو هوشیارانند

ترا صبا و مرا آبِ دیده شد غماز — دگرنه عاشق و معشوق رازدارانند

بزیرِ زلفِ دوتا چون گذر کنی بنگر — که از یمین و یسارت چه بیقرارانند

گذار کن چو صبا بر بنفشه زار و ببین — که از تطاولِ زلفت چه سوگوارانند

رقیب درگذر و بیش ازین مکن نخوت — که ساکنانِ درِ دوست خاکسارانند

نصیبِ ماست بهشت ای خداشناس برو — که مستحقِ کرامت گناهکارانند

نه من بران گلِ عارض غزل سرایم و بس — که عندلیبِ تو از هر طرف هزارانند

تو دستگیر شو ای خضرِ پی خجسته که من — پیاده میروم و همرهان سوارانند

بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن — مرو بصومعه کانجا سیاهکارانند

خلاصِ حافظ ازان زلفِ تابدار مباد
که بستگانِ کمندِ تو رستگارانند

قتلِ این خسته بشمشیرِ تو تقدیر نبود — ورنه هیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود

یارب آئینهٔ حسنِ تو چه جوهر دارد — که درو آهِ مرا قوتِ تاثیر نبود

سر ز حیرت بدرِ میکده‌ها برکردم — چون شناسای تو در صومعه یک پیر نبود

منِ دیوانه چو زلفِ تو رها میکردم — هیچ لائق‌ترم از حلقهٔ زنجیر نبود

نازنین تر ز قدت در چمنِ حسن نرست | خوشتر از نقش تو در عالمِ تصویر نبود
تا مگر همچو صبا باز بزلفِ تو رسم | حاصلم دوش بجز نالهٔ شبگیر نبود
آن کشیدم ز تو ای آتشِ هجران که چو شمع | جز فنای خودم از دستِ تو تدبیر نبود

آیتی بد ز عذاب اندهِ حافظ بی تو
که بر هیچکسش حاجتِ تفسیر نبود

گر می فروش حاجتِ رندان روا کند | ایزد گنه ببخشد و دفعِ بلا کند
در کارخانهٔ که رهِ علم و عقل نیست | وهمِ ضعیف و رای فضولی چرا کند
مطرب بساز عود که کس بی اجل نمرد | وان کو نه این ترانه سراید خطا کند
گر رنج پیشت آید و گر راحت ای حکیم | نسبت مکن بغیر که اینها خدا کند
ما را که دردِ عشق و بلای خمار هست | یا وصلِ دوست یا میِ صافی دوا کند
حقا که در زمان برسد مژده امان | گر سالکی بعهدِ امانت وفا کند
ساقی بجامِ عدل بده باده تا گدا | غیرت نیاورد که جهان پر بلا کند

جان رفت در سرِ می و حافظ ز غصه سوخت
عیسی دمی کجاست که احیای ما کند

کلکِ مشکین تو روزی که ز ما یاد کند | ببرد اجرِ دو صد بنده که آزاد کند

قاصدِ حضرتِ سلمیٰ کہ سلامت بادا — چہ شود گر بسلامی دلِ ما شاد کند
یارب اندر دلِ آن خسروِ شیرین انداز — کہ برحمت گذری بر سرِ فرہاد کند
حالیا عشوۂ عشقِ تو زبنیادم برد — تا دگر خاطرِ حکیمانہ چہ بنیاد کند
گوہرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست — فکرِ مشاطہ چہ با حسنِ خداداد کند
امتحان کن کہ بسی گنجِ مرادت بدہند — گر خرابی چو مرا لطفِ تو آباد کند
شاہ را بہ بود از طاعتِ صد سالہ زہد — قدرِ یک ساعتِ عمری کہ درو داد کند

رہ نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
خرم آن روز کہ حافظ رہِ بغداد کند

گفتم کیم دہان ولبت کامران کنند — گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہمان کنند
گفتم خراجِ مصر طلب میکند لبت — گفتا درین معاملہ کمتر زیان کنند
گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ — گفت این حکایتیست کہ با نکتہ دان کنند
گفتم صنم پرست مشو با صمد نشین — گفتا بکوی عشق ہم این وہم آن کنند
گفتم ہوای میکدہ غم می برد ز دل — گفتا خوش آن کسان کہ دلی شادمان کنند
گفتم شراب و خرقہ نہ آئینِ مذہبست — گفت این عمل بمذہبِ پیرِ مغان کنند
گفتم ز لعلِ نوش لبان پیر را چہ سود — گفتا ببوسۂ شکرینش جوان کنند

گفتم کہ خواجہ کے بسرِ حجلہ میرود گفت آن زمان کہ مشتری و مہ قران کنند
گفتم دعاے دولتِ تو وردِ حافظ ست
گفت این دعا ملائکِ ہفت آسمان کنند

کسیکہ حسنِ رُخِ دوست در نظر دارد محقق ست کہ او حاصلِ بصر دارد
چو خامہ بر خطِ فرمانِ او سرِ طاعت نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بردارد
کسے بوصلِ تو چون شمع یافت پروانہ کہ زیرِ تیغِ تو ہر دم سرے دگر دارد
بپای بوسِ تو دستِ کسے رسید کہ او چو آستانہ بدین در ہمیشہ سر دارد
ز زہدِ خشک ملولم بیار بادۂ ناب کہ بوے بادہ دماغم مدام تر دارد
ز در قیبِ تو روزے بسینہ ام تیرے زبسکہ تیرِ غمت سینہ بے سپر دارد
کسیکہ از رہِ تقوےٰ قدم بیرون نہاد بعزمِ میکدہ اکنون سرِ سفر دارد
ز بادہ ہیچت اگر نیست این نہ بس کہ ترا دمے ز وسوسۂ عقل بیخبر دارد
دلِ شکستۂ حافظ بخاک خواہد برد
چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد

گر من از باغِ تو یک میوہ بچینم چہ شود پیشِ پائے بچراغِ تو بہ بینم چہ شود
یارب اندر کنفِ سایۂ آن سرو بلند گر منِ سوختہ یک دم بنشینم چہ شود

آخر ای خاتمِ جمشیدِ سلیمان آثار — گرفتد عکسِ تو بر لعلِ نگینم چه شود
زاهدِ شهر چو مهرِ ملک و شحنه گزید — من اگر مهرِ نگاری بگزینم چه شود
صرف شد عمرِ گرانمایه بمعشوقه و می — تا ازانم چه به پیش آید ازینم چه شود
عقلم از خانه بدر رفت و اگر می اینست — دیدم از پیش که در خانهٔ دینم چه شود
منکه در کوی بتان منزل و ماوا دارم — گر رهی جای بفردوسِ برینم چه شود

خواجه دانست که من عاشقم و هیچ نگفت
حافظ ار نیز بداند که چنینم چه شود

گداخت جان که شود کارِ دل تمام و نشد — بسوختیم درین آرزوی خام و نشد
فغان که در طلبِ گنجِ گوهرِ مقصود — شدم خراب جهانی زغم تمام و نشد
دریغ و درد که در جستجوی گنجِ حضور — بسی شدم بگدائی برِ کرام و نشد
بطعنه گفت شبی میرِ مجلسِ تو شوم — شدم بمجلسِ او کمترین غلام و نشد
پیام کرد که خواهم نشست با رندان — بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد
رواست در بر اگر می طپد کبوترِ دل — که دید در رهِ خود پیچ و تاب دام و نشد
بکوی عشق منه بی دلیلِ راه قدم — که من بخویش نمودم صد اهتمام و نشد
بدان هوس که بمستی ببوسم آن لبِ لعل — چه خون که در دلم افتاد همچو جام و نشد

ہزار حیلہ برانگیخت حافظ از سرِ مہر
بدان ہوس کہ شود آن حریف رام و نشد

مے شعرِ ترانگیزد خاطر کہ حزین باشد | یک نکتہ درین معنی گفتیم و ہمین باشد
از لعلِ تو گر یابم انگشتریٔ زنہار | صد ملکِ سلیمانم در زیرِ نگین باشد
غمناک نباید بود از طعنِ حسود ای دل | شاید کہ چو وابینی خیرِ تو درین باشد
ہر کو نکند فہمی این کلکِ خیال انگیز | نقشش بحرامش از خود صورتگرِ چین باشد
جامِ مے و خونِ دل ہر یک بکسے دادند | در دائرۂ قسمت اوضاع چنین باشد
در کارِ گلاب و گل حکمِ ازلی این بود | کان شاہدِ بازاری وین پردہ نشین باشد

آن نیست کہ حافظ را مستی رود از خاطر
کاین سابقۂ رندی تا روزِ پسین باشد

گل بے رخِ یار خوش نباشد | بے بادہ بہار خوش نباشد
طرفِ چمن و ہوای بستان | بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدنِ سرو و حالتِ گل | بے صوتِ ہزار خوش نباشد
باغ و گل و مل خوش ست لیکن | بے صحبتِ یار خوش نباشد
ہر نقش کہ دستِ عقل بندد | بے نقش و نگار خوش نباشد

با یارِ شکرلب و گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد
جان نقدِ محقرست حافظ
از بهرِ نثار خوش نباشد

گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سرآید
گفتم که ماهِ من شو گفتا اگر برآید
گفتم ز مهرورزان رسمِ وفا بیاموز
گفتا ز ماهرویان این کار کمتر آید
گفتم که بوے زلفت گمراہِ عالمم کرد
گفتا تو بندگی کن کو بندہ پرور آید
گفتم دلِ رحیمت کے عزمِ صلح دارد
گفتا بکش جفا را تا وقتِ آن برآید
گفتم که بر خیالت راهِ نظر ببندم
گفتا که شبروست این از راهِ دیگر آید
گفتم خوش آن ہوائے کز باغِ خلد خیزد
گفتا خنک نسیمے کز کوے دلبر آید
گفتم که نوشِ لعلت ما را بآرزو کشت
گفتا تو بندگی کن کان بندہ پرور آید
گفتم زمانِ عشرت دیدی که چون سرآید
گفتا خموش حافظ کاین غصه هم برآید

گوہرِ مخزنِ اسرار ہمان ست که بود
حقّہ مہر بدان مہر و نشان ست که بود
از صبا پرس که ما را همه شب تا دمِ صبح
بوی زلفِ تو ہمان مونسِ جان ست که بود
طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
ہمچنان در عملِ معدن و کان ست که بود

رنگِ خونِ دلِ ما را کہ نہان کرد خطت ۔ ہمچنان از لبِ لعلِ تو عیان ست کہ بود

عاشقان بندۂ اربابِ امانت باشند ۔ لاجرم چشمِ گہربار ہمان ست کہ بود

کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت می آے ۔ زانکہ بیچارہ ہمان دل نگران ست کہ بود

زلفِ ہندوے تو گفتم کہ دگر رہ نزند ۔ سالہا رفت و بدان سیرت و شان ست کہ بود

حافظا باز نما قصۂ خونابۂ چشم

کہ درین چشمہ ہمان آبِ روان ست کہ بود

کنون کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود ۔ بنفشہ در قدمِ او نہاد سر بسجود

بنوش جامِ صبوحی بنالۂ دف و چنگ ۔ ببوس غبغبِ ساقی بنغمۂ نے و رود

بباغ تازہ کن آئینِ دینِ زردشتی ۔ کنون کہ لالہ برافروخت آتشِ نمرود

ز دستِ شاہدِ سیمین عذارِ عیسیٰ دم ۔ شراب نوش و رہا کن حدیثِ عاد و ثمود

جہان چو خلدِ برین شد بدورِ سوسن و گل ۔ ولے چہ سود کہ دروی نہ ممکن ست خلود

شد از فروغِ ریاحین چو آسمان گلشن ۔ زمین اخترِ میمون و طالعِ مسعود

چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار ۔ سحر کہ مرغ درآید بنغمۂ داؤد

بدورِ گل منشین بے شراب و شاہد و چنگ ۔ کہ ہمچو دورِ بقا ہفتۂ بود معدود

بیار جامِ لبالب بیادِ آصفِ عہد ۔ وزیرِ ملکِ سلیمان عمادِ دین محمود

بود کہ مجلسِ حافظ بیمنِ تربیتش
ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود

گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ این بود — گفتا چہ توان کرد کہ تقدیر چنین بود

گفتم کہ خدا داد مُرادت بوصالش — گفتا کہ مرادم بوصالش نہ ہمین بود

گفتم کہ قرینِ بدت افگند برین روز — گفتا کہ مرا بختِ بدِ خویش قرین بود

گفتم ز من اے ماہ چرا مہر بُریدی — گفتا کہ فلک با منِ بدمہر بکین بود

گفتم کہ بسے جامِ طرب خوردی ازین پیش — گفتا کہ شفا در قدحِ بازپسین بود

گفتم کہ تو اے عمر چرا زود برفتی — گفتا کہ فلانی چکنم عمر ہمین بود

گفتم کہ بسے خطِ خطا بر تو کشیدند — گفتا ہمہ آن بود کہ بر لوحِ جبین بود

گفتم کہ نہ وقتِ سفرت بود چنین زود — گفتا کہ مگر مصلحتِ وقت چنین بود

گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور
گفتا کہ ہمہ وقت مرا داعیہ این بود

گرچہ بر واعظِ شہر این سخن آسان نشود — تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چندین ہنرست — حیوانے کہ ننوشد مے و انسان نشود

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض — ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

اسمِ اعظم بکند کارِ خود ای دل خوش باش — که بتلبیس و حیل دیو مسلمان نشود
دردمندیکه کند درد نهان پیشِ طبیب — دردِ او بے سببے قابلِ درمان نشود
عشق می ورزم و امید که این فنِ شریف — چون هنرهای دگر موجبِ حرمان نشود
دوش میگفت که فردا بدهم کامِ دلت — سببے ساز خدایا که پشیمان نشود
حسنِ خلقے ز خدا میطلبم روے ترا — تا دگر خاطرِ ما از تو پریشان نشود
هرکه در پیشِ بتان از سرِ جان می لرزد — بے تکلف تنِ او لائقِ قربان نشود
ذرہ را تا نبود همتِ عالی حافظ
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشان نشود

کارم ز دورِ چرخ بسامان نمیرسد — خون شد دلم ز درد و بدرمان نمیرسد
چون خاکِ راه پست شدم همچو باد و باز — تا آبِ رو نمیرود و دهنان نمیرسد
از دستبردِ جورِ زمان اهلِ فضل را — این غصه بسکه دست سوی جان نمیرسد
سیرم ز جانِ خود بدلِ راستان ولے — بیچاره را چه چاره که فرمان نمیرسد
تا صد هزار خار نمی روید از زمین — از گلبنے گلے بگلستان نمیرسد
یعقوب را دو دیده ز حسرت سفید شد — آوازۂ ز مصر بکنعان نمیرسد
پی پارہ نمیکنم از هیچ استخوان — تا صد هزار زخم بدندان نمیرسد

از حشمت اهلِ جهل بکیوان رسیده اند   جز آهِ اهلِ فضل بکیوان نمیرسد

صوفی بشوی زنگِ دلِ خود بآبِ می   زین شست و شوی خرقهٔ غفران نمیرسد

حافظ صبور باش که در راه عاشقی

هر کس که جان نداد بجانان نمیرسد

مرا بر ندیِ عشق آن فضول عیب کند   که اعتراض بر اسرارِ علمِ غیب کند

کمالِ صدقِ محبت ببین که نقصِ گناه   که هر که بے هنر افتد نظر بعیب کند

چنان بزد رهِ اسلام غمزهٔ ساقی   که اجتناب ز صهبا مگر صهیب کند

ز عطرِ حورِ بهشت آن زمان بر آید بوی   که خاکِ میکدهٔ ما عبیرِ جیب کند

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اهلِ دل است   مباد کس که درین نکته شک و ریب کند

شبانِ وادی ایمن گہے رسد بمراد   که چند سال بجان خدمتِ شعیب کند

ز دیده خون بچکاند فسانهٔ حافظ

چو یادِ عهدِ شباب و زمانِ شیب کند

مژده اے دل که مسیحا نفسے می آید   که ز انفاسِ خوشش بوی کسے می آید

از غم و درد مکن ناله و فریاد که دوش   زده ام فالے و فریادرسے می آید

ز آتشِ وادی ایمن نه منم خرّم و بس   موسیٰ اینجا بامیدِ قبسے می آید

پلس نیست کہ در کوی تو اش کاری نیست　　ہر کس اینجا بامید ہوسے می آید
ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست　　این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید
عۂ دہ کہ مسیحا نۂ اربابِ کرم　　ہر حریفے ز پئے ملتمسے می آید
رِ بلبلِ این باغ مپرسید کہ من　　نالہ ہمی شنوم کز قفسے می آید
ت را گر سرِ پرسیدنِ بیارِ غم ست　　گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید

یار دارد سرِ صیدِ دلِ حافظ یاران
شاہبازے بشکارِ مگسے مے آید

ربِ عشق عجب ساز و نوائے دارد　　نقشِ ہر پردہ کہ زد راہ بجائے دارد
لم از نالۂ عشاق مبادا خالی　　کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائے دارد
در دی کشِ ما گرچہ ندارد زر و زور　　خوش عطا بخش و خطا پوش خدائے دارد
دالت نبود دور گرش پرسد حال　　پادشاہے کہ بہمسایہ گدائے دارد
رم دار دلم کاین مگسِ قند پرست　　تا ہوا خواہِ تو شد فرِ ہمائے دارد
بِ خونین بطبیبان بنمودم گفتند　　دردِ عشق ست و جگر سوز دوائے دارد
از غمزہ میاموز کہ در مذہبِ عشق　　ہر عمل اجری و ہر کردہ جزائے دارد
فت آن بت ترسا بچۂ بادہ فروش　　شادیِ روی کسے خور کہ صفائے دارد

خسروا حافظ درگاه نشین فاتحه خواند
وز زبانِ تو تمنای دعائے دارد

من وانکار شراب این چه حکایت باشد | غالباً این قدرم عقل کفایت باشد
منکه شبها رهِ تقوی زده ام با دف و چنگ | این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد
زاهد ار راه برندی نبرد معذور است | عشق کاریست که موقوف هدایت باشد
تا بغایت رهِ میخانه نمیدانستم | ورنه مستوری ما تا بچه غایت باشد
بندهٔ پیرِ مغانم که ز جهلم برهاند | پیرِ ما هر چه کند عینِ رعایت باشد
زاهد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز | تا خود او را ز میان با که عنایت باشد

دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت
حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

مسلمانان مرا وقتے دلے بود | که با وے گفتمے گر مشکلے بود
دلے همدرد و یاری مصلحت بین | که استظهار هر اهلِ دلے بود
بگردابے چو می افتادم از غم | بتدبیرش امیدِ ساحلے بود
ز من ضایع شد اندر کوی جانان | چه دامنگیر یارب منزلے بود
بحالِ این پریشان رحمت آید | که وقتے کاروانِ کاملے بود

مرا تا عشق تعلیم سخن کرد　　حدیثم نکتهٔ هر محفلی بود

هنر بی عیب حرمان نبود لیکن　　ز من محروم‌تر کی سائلی بود

سرشکم در طلب در ها فشانید　　ولی از وصل او بی حاصلی بود

مگو دیگر که حافظ نکته دانست
که ما دیدیم محکم غافلی بود

معاشران ز حریف شبانه یاد آرید　　حقوق بندگی مخلصانه یاد آرید

چو در میان مراد آورید دست امید　　ز عهد صحبت ما در میانه یاد آرید

چو عکس باده کند جلوه در رخ ساقی　　ز زهد من لب ر دو ترانه یاد آرید

بوقت سرخوشی از آه و نالهٔ عشاق　　بصوت نغمهٔ چنگ و چغانه یاد آرید

نمی‌خورید زمانی غم وفاداران　　ز بی‌وفائی دور زمانه یاد آرید

سمند دولت اگر تند و سرکشست ولی　　ز همرهان بسر تازیانه یاد آرید

بوقت مرحمت ای ساکنان صدر جلال
ز روی حافظ و آن آستانه یاد آرید

من و صلاح و سلامت کس این گمان نبرد　　که کس برند خرابات ظن آن نبرد

من این مرقع پشمینه بهر آن دارم　　که زیر خرقه کشم می کس این گمان نبرد

مباش غره بعلم و عمل فقیه زمان — که هیچکس ز قضای خدای جان نبرد

مشو فریفتهٔ رنگ و بو قدح درکش — که زنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد

اگرچه دیده بود پاسبان تو ای گل — بهوش باش که نقد تو پاسبان نبرد

سخن بنزد سخندان ادا مکن حافظ

که تحفه کس در و گوهر بحر و کان نبرد

مرا می دگر باره از دست برد — بمن باز آورد می دستبرد

هزار آفرین بر می سرخ باد — که از روی ما رنگ زردی ببرد

بنازیم دستی که انگور چید — مریزاد پایی که درهم فشرد

بروز اجل خورده بر من مگیر — که کار خدائی نه کاریست خرد

مرا از ازل عشق شد سرنوشت — قضای نبشته نشاید سترد

مزن دم ز حکمت که در وقت مرگ — ارسطو دهد جان چو بیچاره گرد

مکن رنج بیهوده خرسند باش — قناعت کن انیست اطلس چو برد

چنان زندگانی کن اندر جهان — که چون مرده باشی نگویند مرد

[illegible]

شو مست وحدت ز جام الست

هر آنکو چو حافظ می صاف خورد

مرا مہرِ سیہ چشمان ز سر بیرون نخواہد شد ، قضای آسمان ست این و دیگرگون نخواہد شد

مرا روزِ ازل کارے بجز رندی نفرمودند ، ہر آن قسمت کہ آنجا شد کم و افزون نخواہد شد

مجالِ من ہمین باشد کہ پنہان مہرِ او ورزم ، کنار و بوس و آغوشش چگویم چون نخواہد شد

شرابِ لعل و جای امن و یارِ مہربان ساقی ، دلا کے بہ شود کارت اگر اکنون نخواہد شد

بیا تا در صفِ رندان ببانگِ چنگ مے نوشیم ، کہ سازِ شرع زین افسانہ بی قانون نخواہد شد

شبے مجنون بلیلی گفت کای محبوبِ بے ہمتا ، ترا عاشق شود پیدا و لے مجنون نخواہد شد

رقیب آزارہا فرمود و جاے آشتی نگذاشت ، مگر آہِ سحرخیزان سوے گردون نخواہد شد

بیا تا در مے صافیت رازِ دہر بنمایم ، کہ کارِ عشق ازین افسانہ بی افسون نخواہد شد

مشوی ای دیدہ نقشِ غم ز لوحِ سینۂ حافظ

کہ زخمِ تیرِ دلدار ست و رنگِ خون نخواہد شد

معاشران گرہ از زلفِ یار باز کنید ، شبے خوش ست باین قصہ اش دراز کنید

حضورِ مجلسِ انس ست و دوستان جمع اند ، و ان یکاد بخوانید و در فراز کنید

رباب و چنگ ببانگِ بلند میگویند ، کہ گوشِ ہوش بہ پیغامِ اہلِ راز کنید

ز آنکسے کہ درین حلقہ نیست زندہ بعشق ، برو چو مردہ بفتواے من نماز کنید

میانِ عاشق و معشوق فرق بسیار ست ، چو یار ناز نماید شما نیاز کنید

بجانِ دوست که غم پردهٔ شما ندرد — گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید

نخست موعظهٔ پیرِ میفروش اینست — که از معاشرِ ناجنس احتراز کنید

اگر طلب کند انعامی از شما حافظ
حوالتش به لبِ یارِ دلنواز کنید

مرا بوصلِ تو گر زانکه دسترس باشد — دگر ز طالعِ خویشم چه ملتمس باشد

اگر بهر دو جهان یک نفس زنم با دوست — مرا ز هر دو جهان حاصل آن نفس باشد

بر آستانِ تو غوغای عاشقان چه عجب — که هر کجا شکرستان بود مگس باشد

رهِ خلاص کجا باشد آن غریقی را — که سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد

چه حاجتست بشمشیر قتلِ عاشق را — که نیم جانِ مرا یک کرشمه بس باشد

هزار بار شود آشنا و دیگر بار — مرا ببیند و گوید که این چه کس باشد

ازین سبب که مرا دستِ بخت کوتاه است — کیم بسروِ بلندِ تو دسترس باشد

خوشست بادهٔ رنگین و صحبتِ جانان
مدام حافظِ بیدل درین هوس باشد

میزنم هر نفس از دستِ فراقت فریاد — آه اگر نالهٔ زارم نرساند بتو باد

چکنم گر نکنم نالهٔ و فریاد و فغان — کز فراقِ تو چنانم که بداندیش مباد

روز و شب غصه و خون میخورم و چون نخورم | چون ز دیدار تو دورم بچه باشم دلشاد

تا تو از چشم من سوخته دل دور شدی | ای بسا چشمهٔ خونین که دل از دیده گشاد

از بن هر مژه صد قطرهٔ خون بیش چکید | خون برآورد دل از دست فراقت فریاد

حافظ دل شده مستغرق یادت شب و روز

تو ازین بندهٔ دل خسته بکلی آزاد

مژده ای دل که دگر باد صبا باز آمد | هدهد خوش خبر از طرف سبا باز آمد

برکش ای مرغ سحر نغمهٔ داودی را | که سلیمان گل از طرف هوا باز آمد

لاله بوی می نوشین نشنید از دم صبح | داغ دل بود باميد دوا باز آمد

عارفی کو که کند فهم زبان سوسن | تا بگوید که چرا رفت و چرا باز آمد

مردمی کرد و کرم بخت خدا دادهٔ من | کان بت سنگدل از راه وفا باز آمد

چشم من از پی این قافله بس آه کشید | تا بگوش دلم آواز درا باز آمد

گرچه ما عهد شکستیم و گنه حافظ کرد

لطف او بین که بصلح از در ما باز آمد

نقدها را بود آیا که عیاری گیرند | تا همه صومعه داران پی کاری گیرند

مصلحت دیده من آنست که یاران همه کار | بگذارند و خم طرهٔ یاری گیرند

خوش گرفتند حریفان سر زلف ساقی — گر فلک شان بگذارد که قراری گیرند

یا رب این بچهٔ ترکان چه دلیرند بخون — که به تیر مژه هر لحظه شکاری گیرند

رقص بر شعر تر و نالهٔ نی خوش باشد — خاصه رقصی که در و دست نگاری گیرند

قوت بازوی پرهیز بخوبان مفروش — که درین خیل حصاری بسواری گیرند

زاغ چون شرم ندارد که نهد پا بر گل — بلبلان را سزد ار دامن خاری گیرند

تا کند اهل نظر خاک رهت کحل بصر — عمرها شد که سر راهگذاری گیرند

حافظ ابنای زمان را غم مسکینان نیست

زان میان گر بتوان به که کناری گیرند

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید — فغان که بخت من از خواب بر نمی آید

درین خیال بسر شد زمان عمر و هنوز — بلای زلف سیاهت بسر نمی آید

مقیم زلف تو شد دل که خوش سوادی دید — وزان غریب بلاکش خبر نمی آید

قد بلند ترا تا ببر نمی گیرم — درخت بخت مرادم ببر نمی آید

ز شست صدق گشادم هزار تیر دعا — ازان میانه یکی کارگر نمی آید

کمینه شرط وفا ترک سر بود حافظ

برو اگر ز تو این کار بر نمی آید

نه هر که چهره برافروخت دلبری داند — نه هر که آئینه سازد سکندری داند

نه هر که طرفِ کله کج نهاد و تند نشست — کلاه داری و آئینِ سروری داند

هزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست — نه هر که سر بتراشد قلندری داند

در آبِ دیدهٔ خود غرقه ام چه چاره کنم — که در محیط نه هر کس شناوری داند

غلامِ همتِ آن رندِ عافیت سوزم — که در گدا صفتی کیمیاگری داند

سوادِ نقطهٔ بینش ز خالِ تست مرا — که قدرِ گوهرِ یک دانه گوهری داند

بباختم دلِ دیوانه و ندانستم — که آدمی بچهٔ شیوهٔ پری داند

بقد و چهره هر آنکس که شاهِ خوبان شد — جهان بگیرد اگر دادگستری داند

وفاے عهد نکو باشد ار بیاموزی — وگرنه هر که تو بینی ستمگری داند

تو بندگی چو گدایان بشرطِ مزد مکن — که دوست خود روشِ بنده پروری داند

ز شعرِ دلکشِ حافظ کسے شود آگاه
که لطفِ طبع و سخن گفتنِ دری داند

نیست در شهر نگارے که دلِ ما ببرد — بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد

کو حریفے کش و سرمست که پیشِ کرمش — عاشقِ سوخته دل نامِ تمنا ببرد

در خیال این همه لعبت بهوس می بازم — بو که صاحب نظرے نامِ تماشا ببرد

راہِ عشق ارچہ کمینگاہِ کمانداران است — ہر کہ دانستہ رود صرفہ ز اعدا ببرد

سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار — سامری کیست کہ دست از یدِ بیضا ببرد

جام مینائی مے سدِّ رہِ تنگدلیست — منہ از دست کہ سیلِ غمت از جا ببرد

باغبانا ز خزان بیخبرت مے بینم — آہ ازان روز کہ بادت گلِ رعنا ببرد

رہزنِ دہر نخفتہ است مشو ایمن ازو — اگر امروز نبردست کہ فردا ببرد

بانگِ گاوے چو صدا باز دہد عشوہ مخر — کے سہا عکس ز خورشیدِ مصفا ببرد

علم و فضلے کہ بچل سال دلم جمع آورد — ترسم آن نرگسِ مستانہ بیک جا ببرد

حافظ ار جان طلبد نرگسِ مستانۂ او
خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد

نفسِ بادِ صبا مشک فشان خواہد شد — عالمِ پیر دگر بارہ جوان خواہد شد

رغوان جامِ عقیقے بسمن خواہد داد — چشمِ نرگس بشقائق نگران خواہد شد

ل عزیزست غنیمت شمریدش صحبت — کہ بباغ آمد ازین راہ و ازان خواہد شد

ین تطاول کہ کشید از غمِ ہجران بلبل — تا سراپردۂ گل نعرہ زنان خواہد شد

ی دل ار عشرتِ امروز بفردا فگنی — مایۂ نقدِ بقا را کہ ضمان خواہد شد

شعبان مہ از دست قدح کاین خورشید — از نظر تا شبِ عیدِ رمضان خواہد شد

مطربا مجلس انس است غزل خوان و سرود | چند گوئی که چنین است و چنان خواهد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن | مجلس وعظ دراز است و زمان خواهد شد

حافظ از بهر تو آمد سوی اقلیم وجود
قدمی نه بوداعش که روان خواهد شد

نقد صوفی نه همه صافی و بی‌غش باشد | ای بسا خرقه که مستوجب آتش باشد
صوفی ما که ز ورد سحری مست شدی | شامگاهش نگران باش که سرخوش باشد
خوش بود گر محک تجربه آید بمیان | تا سیه روی شود هر که درو غش باشد
ناز پرورد تنعم نبرد راه بدوست | عاشقی شیوهٔ رندان بلاکش باشد
خط ساقی گر ازین گونه زند نقش بر آب | ای بسا رخ که بخونابه منقش باشد
غم دنیای دنی چند خوری باده بخور | حیف باشد دل دانا که مشوش باشد

دلق و سجادهٔ حافظ ببرد باده فروش
گر شراب از کف آن ساقی مهوش باشد

نسبت رویت اگر با ماه و پروین کرده‌اند | صورت نادیده تشبیهی بتخمین کرده‌اند
نمٔ از داستان عشق شور انگیز ماست | این حکایتها که از فرهاد و شیرین کرده‌اند
ست جانبخش دارد خاک کوی گلرخان | عارفان زانجا مشام عقل مشکین کرده‌اند

خاکیان بی بهره اند از جرعهٔ کاس الکرام
این تطاول بین که با عشاق مسکین کرده اند

شهپر زاغ و زغن زیبای صید و قید نیست
کاین کرامت همره شهباز و شاهین کرده اند

ساقیا مے ده که با حکم ازل تدبیر نیست
قابل تغییر نبود آنچه تعیین کرده اند

از خرد بیگانه شو چون جانبش اندر رگش
دختر رز را که نقد عقل کابین کرده اند

در سفالین کاسهٔ رندان بخواری منگرید
کاین حریفان خدمت جام جهان بین کرده اند

تیر مژگان دراز و غمزهٔ جادو نکرد
آنچه آن زلف دراز و خال مشکین کرده اند

یک شکر انعام ما بود و لبت رخصت نداد
هم تو انصافش بده شیرین لبان این کرده اند

شاهدان از آتش رخسار رنگین میبدم
زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

شعر حافظ را که یکسر مدح احسان شماست
هرکجا بشنیده اند از لطف تحسین کرده اند

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر میکنند
چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس بازپرس
توبه فرمایان چرا خود توبه کمتر میکنند

گوییا باور نمیدارند روز داوری
کاین همه قلب و دغل در کار داور میکنند

یا رب این نودولتان را بر خر خودشان نشان
کاین همه ناز از غلام ترک و استر میکنند

بندهٔ پیر خراباتم که درویشان او
گنج را از بی نیازی خاک بر سر میکنند

ای گدای خانقه باز آ که در دیر مغان | میدهند آبی و دلها را توانگر میکنند
حسن بی پایان او چندانکه عاشق میکُشد | زمرهٔ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
خانه خالی کن دلا تا منزل جانان شود | کین هوسناکان دل و جان جای دیگر میکنند
آه آه از دست صرافان گوهرناشناس | هر زمان خرمهره را با دُر برابر میکنند
بر در میخانهٔ عشق ای ملک تسبیح گوی | کاندر آنجا طینت آدم مخمر میکنند

صبحدم از عرش می آمد خروش باز گفت
قدسیان گوئی که شعر حافظ از بر میکنند

هر که شد محرم دل در حرم یار بماند | وانکه این کار ندانست در انکار بماند
اگر از پرده برون شد دل من عیب مکن | شکر ایزد که نه در پردهٔ پندار بماند
صوفیان واستدند از گرو می همه رخت | خرقهٔ ماست که در خانهٔ خمار بماند
خرقه پوشان همگی مست گذشتند و گذشت | قصهٔ ماست که در هر سر بازار بماند
داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید | خرقه رهن می و مطرب شد و زنار بماند
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر | یادگاری که درین گنبد دوار بماند
هر می لعل کزان جام بلورین ستدم | آب حسرت شد و در چشم گهربار بماند
جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشق اوست | جاودان کس نشنیدم که درین کار بماند

گشت بیمار که چون چشم تو گردد نرگس — شیوهٔ آن نشدش حاصل و بیمار بماند

بر جمال تو چنان صورت چین حیران شد — که حدیثش همه جا بر در و دیوار بماند

بتماشاگه زلفش دل حافظ روزی
شد که باز آید و جاوید گرفتار بماند

هر آنکو خاطر مجموع و یار نازنین دارد — سعادت همدم او گشت و دولت همقرین دارد

جناب عشق را درگه بسی بالاتر از عقل است — کسی آن آستان بوسد که جان در آستین دارد

بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را — که صدر مسند عزت فقیر ره نشین دارد

دهان تنگ شیرینت مگر مهر سلیمان است — که نقش خاتم لعلش جهان زیر نگین دارد

چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان — که دوران ناتوانیها بسی زیر زمین دارد

بلاگردان جان و دل دعای مستمندانست — که بیند خیر از آن خرمن که ننگ از خوشه چین دارد

صبا از عشق من رمزی بگو با آن شه خوبان — که صد جمشید و کیخسرو غلام کمترین دارد

لب لعل و خط مشکین چو آنش هست و اینش نیز — بنازم دلبر خود را که حسنش آن و این دارد

اگر گوید نمیخواهم چو حافظ بندهٔ مفلس
بگوئیدش که سلطانی گدای ره نشین دارد

هر آنکه جانب اهل وفا نگه دارد — خداش در همه حال از بلا نگه دارد

گرت هواست که معشوق نگسلد پیوند — نگاه دار سر رشته تا نگهدارد

حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست — که آشنا سخن آشنا نگهدارد

سر و زر و دل و جانم فدای آن محبوب — که حق صحبت مهر و وفا نگهدارد

دلا معاش چنان کن که گر بلغزد پای — فرشته ات بدو دست دعا نگهدارد

نگه نداشت دل و جای رنجش نیست — ز دست بنده چه خیزد خدا نگهدارد

صبا در آن سر زلف ار دل مرا بینی — ز روی لطف بگویش که جا نگهدارد

غبار راهگذارت کجاست تا حافظ

بیادگار نسیم صبا نگهدارد

همای اوج سعادت بدام ما افتد — اگر ترا گذری بر مقام ما افتد

حباب وار براندازم از نشاط کلاه — اگر ز روی تو عکسی بجام ما افتد

بیارگاه تو چون باد را نباشد راه — کی اتفاق مجال سلام ما افتد

چو جان فدای لبت شد خیال می بستم — که قطره ای ز زلالت بکام ما افتد

خیال زلف تو گفتا که جان وسیله مساز — کزین شکار فراوان بدام ما افتد

ملوک را چو ره خاک بوس این در نیست — کی التفات جواب سلام ما افتد

بنا امیدی ازین در مرو بزن فالی — بود که قرعهٔ دولت بنام ما افتد

شبی که ماهِ مراد از افق طلوع کند
بود که پرتو نوری به بامِ ما افتد

ز خاکِ کوی تو هر گه که دم زند حافظ
نسیمِ گلشنِ جان در مشامِ ما افتد

هر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد
پای ازین دایره بیرون ننهد تا باشد

در قیامت که سر از خاکِ لحد بر گیرم
داغِ سودای توام سرِّ سویدا باشد

ظلِّ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد
کاندرین سایه قرارِ دلِ شیدا باشد

چون دلِ من دمی از پرده برون آی و درآی
که دگر باره ملاقات نه پیدا باشد

تا کی ای دُرِّ گرانمایه روا خواهی داشت
کز غمت دیدهٔ مردم همه دریا باشد

از بنِ هر مژه ام آب روانست بیا
اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد

چشمت از ناز به حافظ نکند میل آری
سرگرانی صفتِ نرگسِ شهلا باشد

هرگزم مهرِ تو از لوحِ دل و جان نرود
هرگز از یادِ من آن سروِ خرامان نرود

آن چنان مهرِ توام در دل و جان جای گرفت
که گرم سر برود مهرِ تو از جان نرود

از دماغِ من سرگشته خیالِ رخِ دوست
بجفای فلک و غصهٔ دوران نرود

آنچه از بارِ غمت در دلِ مسکینِ منست
برود دل ز من و از دلِ من آن نرود

در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند   تا ابد سر نکشد وز سر پیمان نرود
گر رود از پی خوبان دل من معذورست   درد دارد چه کند کز پی درمان نرود

هر که خواهد که چو حافظ نشود سرگردان
دل بخوبان ندهد در پی ایشان نرود

هوس باد بهارم بسوی صحرا برد   باد بوی تو بیاورد و قرار از ما برد
هر کجا بود دلی چشم تو برد از راهش   نه دل خستهٔ بیمار مرا تنها برد
جام می دی ز لبت دم زد و آن بخشش برد   آبرو از لب جان بخش تو آن بخشا برد
راه ما غمزهٔ آن ترک کمان ابرو زد   رخت ما هندوی آن سرو سهی بالا برد
دل سنگین ترا اشک من آورد براه   سنگ را سیل تواند بره دریا برد

بحث بلبل بر حافظ مکن از خوش نفسی
پیش طوطی نتوان صوت هزار آوا برد

یاد باد آنکه نهانت نظری با ما بود   رقم مهر تو بر چهرهٔ ما پیدا بود
یاد باد آنکه چو چشمت بعتابم می کشت   معجز عیسویت در لب شکرخا بود
یاد باد آنکه مه من چو کله بشکستی   در رکابش مه نو پیک جهان پیما بود
یاد باد آنکه رخت شمع طرب می افروخت   وین دل سوخته پروانهٔ بی پروا بود

یاد باد آنکه چو یاقوت قدح خنده زدی — در میان من و لعل تو حکایتها بود

یاد باد آنکه دران بزمگه خلق و ادب — آنکه او خندهٔ مستانه زدی صهبا بود

یاد باد آنکه صبوحی زده در مجلس انس — جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود

یاد باد آنکه خرابات نشین بودم و مست — آنچه در مجلسم امروز کم است آنجا بود

یاد باد آنکه باصلاح شما میشد راست — نظم هر گوهر ناسفته که حافظ را بود

یاد باد آنکه سر کوی توام منزل بود — دیدهٔ روشنی از خاک درت حاصل بود

راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک — بر زبان بود مرا آنچه ترا در دل بود

دل چو از پیر خرد نقد معانی می جست — عشق میگفت بشرح آنکه برو مشکل بود

آه ازین جور و تظلم که درین دامگه است — وای زان عیش و تنعم که دران منزل بود

در دلم بود که بی دوست نباشم هرگز — چه توان گفت که سعی من و دل باطل بود

دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم — خم می دیدم خون در دل و پا در گل بود

بس بگشتم که بپرسم سبب درد فراق — مفتی عقل درین مسئله لایعقل بود

راستی خاتم فیروزهٔ بو اسحاقی — خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود

دیدی آن قهقههٔ کبک خرامان حافظ — که ز سرپنجهٔ شاهین قضا غافل بود

یاری اندر کس نمی بینیم یاران را چه شد
دوستی کو آخر آمد دوستداران را چه شد

آب حیوان تیره گون شد خضر فرخ پی کجاست
خون چکید از شاخ گل باد بهاران را چه شد

صد هزاران گل شگفت و بانگ مرغی بر نخاست
عندلیبان را چه پیش آمد هزاران را چه شد

لعلی از کان مروت بر نیامد سالهاست
تابش خورشید و سعی ابر و باران را چه شد

زهره سازی خود نمیگیرد مگر عودش بسوخت
کس ندارد شوق مستی میگساران را چه شد

کس نمیگوید که یاری داشت حق دوستی
حق شناسان را چه حال افتاد یاران را چه شد

گوی توفیق و کرامت در میان افگنده اند
کس بمیدان در نمی آرد سواران را چه شد

حافظ اسرار الهی کس نمیداند خموش
از که می پرسی که دور روزگاران را چه شد

یکدو جامم دی سحرگه اتفاق افتاده بود
وز لب ساقی شرابم در مذاق افتاده بود

از سر مستی دگر با شاهد عهد شباب
رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتاده بود

نقش می بستم که گیرم بوسه زان چشم مست
طاقت و صبر از خم ابروش طاق افتاده بود

ساقیا جام دمادم ده که در سیر طریق
هر که عاشق وش نباشد در نفاق افتاده بود

ای معبر مژده فرما که دوشم آفتاب
در شکر خواب صبوحی هم وثاق افتاده بود

در مقامات طریقت هر کجا کردیم سیر
عافیت را با نظربازی فراق افتاده بود

گر نبودے شاہ یحیی نصرت الدین از کرم کارِ ملک و دین ز نظم و اتفاق افتاده بود

حافظ آن ساعت که این نظمِ پریشان می نوشت

طائرِ شوقش بدامِ اشتیاق افتاده بود

یارم چو قدح بدست گیرد بازارِ بتان شکست گیرد

در بحر فتاده ام چو ماهی تا یار مرا بشست گیرد

در پاش فتاده ام بزاری آیا بود آنکه دست گیرد

هر کس که بدید چشمِ او گفت کو محتسبے که مست گیرد

خرم دل آنکه همچو حافظ

جامے ز مےِ الست گیرد

بنویس دلا بیار کاغذ بفرست بآن نگار کاغذ

ای بادِ صبا ببر بآن شوخ از عاشقِ بیقرار کاغذ

هرگز ننوید او جوابے گر نویسم هزار کاغذ

تا نامِ تو نقش شد بر او ماند بر صفحهٔ روزگار کاغذ

بنویس ز روی مهربانی

بر حافظِ دلفگار کاغذ

الا ای طوطی گویای اسرار — مبادا خالیت شکر ز منقار

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید — که خوش نقشی نمودی از خط یار

سخن سربسته گفتی با حریفان — خدا را زین معما پرده بردار

بروی ما زن از ساغر گلابی — که خواب آلوده ایم ای بخت بیدار

چه ره بود اینکه زد در پرده مطرب — که می رقصند باهم مست و هشیار

ازین افیون که ساقی در می افکند — حریفان را نه سر ماند نه دستار

خرد هرچند نقد کائنات ست — چه سنجد پیش عشق کیمیا کار

سکندر را نمی بخشند آبی — بزور و زر میسر نیست این کار

بیا و حال اهل درد بشنو — بلفظ اندک و معنی بسیار

بمستوران مگو اسرار مستی — حدیث جان مپرس از نقش دیوار

بت چینی عدوی دین و دلهاست — خداوندا دل و دینم نگهدار

خداوندی بجای بندگان کرد — خداوندا ز آفاتش نگهدار

بیمن دولت منصور شاهی
علم شد حافظ اندر نظم اشعار

ای باد مشکبو گذر سوی آن نگار — بگشا گره ز زلفش بوئی بمن بیار

با او بگو که ای مه نامهربان من — باز آ که عاشقان تو مردند ز انتظار

دل داده ایم و مهر تو از جان خریده ایم — بر ما جفا و جور فراقت روا مدار

کردی چو روزگار فراموش بنده را — زنهار عهد یار وفادار گوش دار

ای دل بساز با غم هجران و صبر کن — ای دیده در فراق از این بیش خون مبار

باری خیال دوست بر پیش نظر شوی — چون بر وصال یار نداریم اختیار

حافظ تو تا بکی غم مال جهان خوری

بسیار غم مخور که جهان نیست پایدار

ای برده گوی حسن ز خوبان روزگار — قدت براستی چو سهی سرو جویبار

الحق وجود نقش و نشان دهان تو — موهوم نقطه ایست نه پنهان نه آشکار

دادیم دل بدست خط و زلف و خال تو — از دست هر تا چه کشد این دل فگار

بادا هزار دشمن اگر یار با من است — دائم مصاف راو نترسم ز کارزار

عشقت چو در سراچهٔ دل خانه گیر شد — زین در اگر برون شوم آیم باضطرار

گر سرو پیش قد تو سر میکشد مرنج — عقل طویل را نبود هیچ اعتبار

منصوبهٔ هوای تو حافظ کنون چو باخت

در ششدر غمت دلش افتاده مهره وار

ای خرم از فروغ رخت لاله زار عمر
باز آ که ریخت بی گل رویت بهار عمر

از دیده گر سرشک چو باران رود رواست
کاندر غمت چو برق بشد روزگار عمر

بی عمر زنده ام من و این بس عجب مدار
روز فراق را که نهد در شمار عمر

اندیشه از محیط فنا نیست هر که را
بر نقطهٔ دهان تو باشد مدار عمر

در هر طرف ز خیل حوادث کمینگه است
زان رو عنان گسسته دواند سوار عمر

این یک دو دم که دولت دیدار ممکن است
دریاب کار ما که نه پیداست کار عمر

تا کے مے صبوح و شکر خواب صبحدم
بیدار گرد هان که نماند اعتبار عمر

دی در گذار بود و نظر سوی ما نکرد
بیچاره دل که هیچ ندید از گذار عمر

حافظ سخن بگوی که در صفحهٔ جهان
این نقش ماند از قلمت یادگار عمر

ے صبا نکهتے از خاک در یار بیار
ببر اندوه دل و مژدهٔ دلدار بیار

تهٔ روح فزا از دهن یار بگوی
نامهٔ خوش خبر از عالم اسرار بیار

عطر کنم از لطف نسیم تو مشام
شمهٔ از نفحات نفس یار بیار

فای تو که خاک ره آن یار عزیز
بی غباری که پدید آید از اغیار بیار

زنگاریست که دل چهرهٔ مقصود ندید
ساقیا این قدح آینه کردار بیار

گردی از رهگذر دوست بکوری رقیب — بهر آسایش این دیدهٔ خونبار بیار

دل دیوانه ز زنجیر نمی آید باز — حلقهٔ از خم آن طرهٔ طرار بیار

خامی و ساده دلی شیوهٔ جانبازان نیست — خبری از بر آن دلبر عیار بیار

شکر آن را که تو در عشرتی ای مرغ چمن — باسیران قفس مژدهٔ گلزار بیار

کام جان تلخ شد از صبر که کردم بی دوست — عشوهٔ زان لب شیرین شکربار بیار

دلق حافظ بچه ارزد بمیش رنگین کن
وانگهش مست و خراب از سر بازار بیار

ای صبا نکهتی از کوی فلانی بمن آر — زار و بیمار غمم راحت جانی بمن آر

قلب بی حاصل ما را بزن اکسیر مراد — یعنی از خاک در دوست نشانی بمن آر

در کمینگاه نظر با دل خویشم جنگست — ز ابرو و غمزهٔ او تیر و کمانی بمن آر

در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم — ساغر می ز کف تازه جوانی بمن آر

منکران را هم ازین می دو سه ساغر بچشان — وگر ایشان نستانند روانی بمن آر

ساقیا عشرت امروز بفردا مفکن — یا ز دیوان قضا خط امانی بمن آر

دلم از پرده بشد دوش که حافظ میگفت
ای صبا نکهتی از کوی فلانی بمن آر

چندم بریزی خون دیده شرم دار آخر | تو نیز ای دیده خوابی کن مراد دل بر آر آخر
یارب که جانان را از عارض بوسه می‌چینم | دعای صبحدم دیدی که چون آمد بکار آخر
ا وار خرمن خامان بودن خوشه‌چینی تا چند | ز همت توشهٔ بردار و خود تخمی بکار آخر
د دینی و عقبی بمن بخشید روزی بخش | بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
رستان چین دانم نخواهد شد سرایت لیک | بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می‌نگار آخر
در ملک شبخیزی گر از اندوه نگریزی | دم صبحت بشارتها بیارد زان نگار آخر

بتی چون ماه زانو زده می چون لعل پیش آورد
تو گوئی تایبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر

دیگر ز شاخ سرو سهی بلبل صبور | گلبانگ زد که چشم بد از روی گل بدور
ای گل بشکر آنکه شکفتی بکام دل | با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
زاهد اگر بحور و قصور است امیدوار | ما را شرابخانه قصور است و یار حور
از دست غیبت تو شکایت نمیکنم | تا نیست غیبتی نبود لذت حضور
گر دیگران بعیش و طرب خرمند و شاد | ما را غم نگار بود مایهٔ سرور
می خور ببانگ چنگ و مخور غصه ور کسی | گوید ترا که باده مخور گو هو الغفور
حافظ شکایت از غم هجران چه میکنی | در هجر وصل باشد و در ظلمتست نور

روی بنما و مرا گو که دل از جان برگیر | پیش شمع آتش پروانه بجان گو درگیر
بر لب تشنهٔ من بین و مدار آب دریغ | بر سر کشتهٔ خویش آی و ز خاکش برگیر
چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چه باک | آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر
در سماع آی و ز سر خرقه برانداز و برقص | ورنه در گوشه نشین و دلق ریا در سر گیر
دوست گو یار شو و هر دو جهان دشمن باش | بخت گو روی کن و روی زمین لشکر گیر
ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش | در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر
میل رفتن مکن ای دوست دمی با ما باش | بر لب جوی طرب جوی و بکف ساغر گیر
رفته گیر از بر من این آتش و آب دل و چشم | گونه ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
صوف برکش ز سر و بادهٔ صافی درکش | سیم در باز و بزر سیمبری در بر گیر

حافظ آراسته کن بزم و بگو واعظ را
که ببین مجلسم و ترک سر منبر گیر

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر | خرمن سوختگان را همه گو باد ببر
ما که دادیم دل و دیده بطوفان بلا | گو بیا سیل غم و خانه ز بنیاد ببر
زلف چون عنبر خامش که ببوید هیهات | ای دل خام طمع این سخن از یاد ببر
سینه گو شعلهٔ آتشکدهٔ پارس بکش | دیده گو آب رخ دجلهٔ بغداد ببر

سعی ناکرده درین راه بجائی نرسی — مزد اگر میطلبی طاعت استاد ببر

دوش میگفت بمژگان درازت بکشم — یارب از خاطرش اندیشهٔ بیداد ببر

روز مرگم نفسی وعدهٔ دیدار بده — وانگهم تا بلحد فارغ و آزاد ببر

دولت پیر مغان باد که باقی سهل است — دیگری گو برو و نام من از یاد ببر

بعد ازین چهرهٔ زرد من و خاک در دوست — باده پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر

حافظ اندیشه کن از نازکی خاطر یار

برو از درگهش این ناله و فریاد ببر

ساقیا مایهٔ شباب بیار — یک دو ساغر شراب ناب بیار

داروِ دردِ عشق یعنی می — کوست درمانِ شیخ و شاب بیار

آفتابست و ماه بادهٔ و جام — در میانِ مه آفتاب بیار

غمِ دوران مخور که رفت و رفت — نغمهٔ بربط و رباب بیار

میکند عقل سرکشی تمام — گردنش را ز می طناب بیار

بزن این آتشِ مرا آبی — یعنی آن آتشِ چو آب بیار

گل اگر رفت گو بشادی رو — بادهٔ ناب چون گلاب بیار

غلغل قمری ار نماند رواست — قلقل شیشهٔ شراب بیار

یا صواب ست یا خطا خوردن — گر خطا هست وگر صواب بیا
وصلِ او جز بخواب نتوان دید — داروی کوست اصلِ خواب بیا
گرچه مستم سه چار جامِ دگر — تا بکلی شوم خراب بیا
یک دو رطلِ گران بہ حافظ ده
گر گناہ ست وگر ثواب بیا

شبِ قدر ست وطی شد نامۂ ہجر — سلامٌ فیہ حتی مطلع الفجر
دلا در عاشقی ثابت قدم باش — کہ در این رہ نباشد کار بی اجر
من از رندی نخواہم کرد توبہ — ولو آذیتنی بالہجر والحجر
دلم رفت وندیدم روی دلدار — فغان از این تطاول آہ ازین زجر
برآ ای صبحِ روشندل خدارا — کہ بس تاریک می بینم شبِ ہجر
وفا خواہی جفاکش باش حافظ
فان الربح والخسران فی التجر

صبا از منزلِ جانان گذر دریغ مدار — وزو بعاشقِ مسکین خبر دریغ مدار
بشکر آنکہ شگفتی بکام دل ای گل — نسیمِ وصل ز مرغِ سحر دریغ مدار
مرادِ ما ہمہ موقوف یک کرشمۂ تست — ز دوستانِ قدیم این قدر دریغ مدار

حریفِ بزمِ تو بودم چو ماهِ نو بودی ‌‌ کنون که ماهِ تمامی نظر دریغ مدار
جهان و هر چه درو هست سهل و مختصر است ‌‌ ز اهلِ معرفت این مختصر دریغ مدار
مکارمِ تو به آفاق می‌برد شاعر ‌‌ ازو وظیفه و زادِ سفر دریغ مدار
چو ذکرِ خیر طلب می‌کنی سخن اینست ‌‌ که در بهای سخن سیم و زر دریغ مدار
کنون که چشمهٔ نوش است لعلِ شیرینت ‌‌ سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

غبارِ غم برود حال به شود حافظ
تو آبِ دیده ازین رهگذر دریغ مدار

عید است و موسمِ گل و یاران در انتظار ‌‌ ساقی بروی شاه ببین ماه و می بیار
دل برگرفته بودم از ایامِ گل ولی ‌‌ کاری بکرد همتِ پاکانِ روزگار
گر فوت شد سحور چه نقصان صبوح هست ‌‌ از می کنند روزه‌گشا طالبانِ یار
جز نقدِ جان به دست ندارم شراب کو ‌‌ کان نیز بر کرشمهٔ ساقی کنم نثار
خوش دولتیست خرّم و خوش خسروی کریم ‌‌ یا رب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاه دار
می خور به شعرِ بنده که زیبی دگر دهد ‌‌ جامِ مرصّعِ تو بدین دُرِّ شاهوار
دل در جهان مبند و ز مستی سؤال کن ‌‌ از فیضِ جام و قصهٔ جمشیدِ کامگار
ای دل جنابِ عشق بلند است همتی ‌‌ نیکو شنو حدیث و تو این قصه گوش دار

زانجا کہ پردہ پوشیِ لطفِ عمیمِ تست
بر نقدِ ما بپوش کہ قلبیست کم عیار

ترسم کہ روزِ حشر عنان بر عنان رود
تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب‌خوار

حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود
ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار

عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجران چہ کار

از لبِ جانان سے یابم نشانِ زندگی
پس مرا ای جانِ من با جان و با جانان چہ کار

کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوران چہ غم
مفلسِ عورم مرا با زمرۂ دیوان چہ کار

قبلۂ محرابِ من ابروی دلدارست و بس
این دلِ شوریدہ را با این چہ و با آن چہ کار

چونکہ اندر ہر دو عالم یار میباید مرا
با بہشت و دوزخ و با حور و با غلمان چہ کار

ہر کہ از خود شد مجرد در طریقِ عاشقی
از غم و دردش چہ آگاہی و با درمان چہ کار

صورتِ مردان چہ خواہی سیرتِ مردان گزین
مردِ عاشق پیشہ را با صورتِ ایوان چہ کار

حافظا گر عاشقِ مستی دگر رہ باز گوی
عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار

گر بود عمر بمیخانہ روم بارِ دگر
بجز از خدمتِ رندان نکنم کارِ دگر

خرم آن روز کہ با دیدۂ گریان بروم
تا زنم آب در میکدہ یک بارِ دگر

معرفت نیست درین قوم خدا را مددی   تا برم گوهر خود را بخریدار دگر

عافیت میطلبد خاطرم ار بگذارند   غمزهٔ شوخش و آن طرهٔ طرار دگر

گر مساعد شودم دائرهٔ چرخ کبود   هم بچنگ آرمش باز به پرگار دگر

راز سر بستهٔ ما بین که بدستان گفتند   هر زمان با دف و نی بر سر بازار دگر

یار اگر رفت و حق صحبت دیرین نشناخت   حاش لله که روم من ز پی یار دگر

هر دم از درد بنالم که فلک هر ساعت   کندم قصد دل زار به آزار دگر

باز گویم نه درین واقعه حافظ تنهاست

غرقه گشتند درین بادیه بسیار دگر

نصیحتی کنمت بشنو و بهانه مگیر   هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر

ز وصل روی جوانان تمتعی بردار   که در کمینگه عمر است مکر عالم پیر

نعیم هر دو جهان پیش عاشقان بجوی   که این متاع قلیل است و آن بهای حقیر

معاشری خوش و رودی بساز میخواهم   که درد خویش بگویم بنالهٔ بم و زیر

بر آن سرم که ننوشم می و گنه نکنم   اگر موافق تدبیر من شود تقدیر

دل رمیدهٔ ما را که پیش میگیرد   خبر دهید بمجنون خسته در زنجیر

چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند   گر اندکی نه بوفق رضاست خرده مگیر

بعزمِ توبه نهادم قدح زکف صد بار | ولی کرشمهٔ ساقی نمی‌کند تقصیر
چو لاله در قدحم ریز ساقیا مے ناب | که نقشِ خالِ نگارم نمی‌رود ز ضمیر
مے دو ساله و محبوبِ چار ده ساله | همین بس ست مرا صحبتِ صغیر و کبیر
بگفتمت که حذر کن ز زلفِ او ای دل | که میکشند دران حلقه باد در زنجیر
بیار ساغرِ یاقوت و فیضِ درِّ خوشاب | حسود گو کرمِ آصفی ببین و بمیر
بنوش بادهٔ و عزمِ وصالِ جانان کن | سخن شنو که زنندت ز بامِ عرش صفیر
حدیثِ توبه درین بزمگه مگو واعظ | که ساقیانِ کمان ابروت زنند به تیر

چه جای گفتهٔ خاجو و شعرِ سلمان ست
که شعرِ حافظِ شیراز به ز شعرِ ظهیر

یوسفِ گم‌گشته باز آید بکنعان غم مخور | کلبهٔ احزان شود روزے گلستان غم مخور
این دلِ غمدیده حالش به شود دل بد مکن | وین سرِ شوریده باز آید بسامان غم مخور
دورِ گردون گر دو روزی بر مرادِ ما نگشت | دائما یکسان نماند کارِ دوران غم مخور
گر بهارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن | چترِ گل بر سر کشی ای مرغِ خوشخوان غم مخور
هان مشو نومید چون واقف نهٔ از سرِّ غیب | باشد اندر پرده بازیهای پنهان غم مخور
هر که سرگردان بعالم گشت و غمخواری نیافت | آخر الامر او بغمخواری رسد هان غم مخور

در بیابان گر بشوقِ کعبه خواهی زد قدم — سرزنشها گر کند خارِ مغیلان غم مخور

حالِ ما در فرقتِ جانان و ابرامِ رقیب — جمله میداند خدای حال گردان غم مخور

ای دل ار سیلِ فنا بنیادِ هستی بر کند — چون ترا نوح ست کشتیبان ز طوفان غم مخور

گرچه منزل بس خطرناکست و مقصد ناپدید — هیچ راهی نیست کو را نیست پایان غم مخور

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبهای تار
تا بود وردت دعا و درسِ قرآن غم مخور

ای سروِ نازِ حسن که خوش میروی بناز — عشاق را بنازِ تو هر لحظه صد نیاز

فرخنده باد طالعِ نازت که در ازل — ببریده اند بر قدِ سروت قبای ناز

آن را که بوی عنبرِ زلفِ تو آرزوست — چون عود گو بر آتشِ سوزان بسوز و ساز

از طعنهٔ رقیب نگردد عیار کم — چون زر اگر برند مرا در دهانِ گاز

پروانه را ز شمع بود سوزِ دل ولی — بی شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز

دل کز طوافِ کعبهٔ کویت وقوف یافت — از شوقِ آن حریم ندارد سرِ حجاز

هر دم بخونِ دیده چه حاصل وضو چو نیست — بی طاقِ ابروِ تو نمازم را جواز

صوفی که بی تو توبه ز می کرده بود دوش — بشکست عهد چون درِ میخانه دید باز

چون باده مست بر سرِ خم رفت کف زنان — حافظ که دوش از لبِ ساغر شنید راز

براهِ میکده عشاق راست در تگ و تاز — همان نیاز که محتاج را براهِ حجاز

چه گویمت که ز سوزِ درون چه می بینم — ز اشک پرس حکایت که من نیم غمّاز

غرض کرشمهٔ حسن ست ورنه حاجت نیست — جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز

نپیچ در نزوم بعد ازین ز حضرتِ دوست — چو کعبه یافتم آیم ز بت پرستی باز

شبے چنین بسحر گه ز بخت میخواهم — که با تو شرحِ سر انجامِ خود کنم آغاز

تنم ز ہجرِ تو چشم از جهان فرو میدوخت — امیدِ دولتِ وصلِ تو دادِ جانم باز

چه حلقه ها که زدم بر درِ دل از سرِ سوز — بیوے روزِ وصالِ تو در شبانِ دراز

چو غنچه سرّ نهفته نهان کجا ماند — دلِ مرا که نسیمِ صباست محرمِ راز

ز شوقِ مجلسِ آن ماه خرگهی حافظ
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

بر نیامد از تمنّاے لبت کامم هنوز — بر امیدِ جامِ لعلت دردے آشامم هنوز

روزِ اول رفت دینم در سرِ زلفینِ تو — تا چه خواهد شد درین سودا سر انجامم هنوز

از خطا گفتم شبے موے ترا مشکِ ختن — میزند هر لحظه تیرے مو بر اندامم هنوز

نامِ من رفته ست روزے بر لبِ جانان بسهو — اهلِ دل را بوے جان می آید از نامم هنوز

پرتوِ روے ترا در خلوتم دید آفتاب — میدود چون سایه هردم بر لبِ بامم هنوز

درادل واده است مارا ساقیِ لعل لبت
جرعهٔ جامے کہ من سرگرمِ آن جامم ہنوز

ساقیا یک جرعه ده زان آبِ آتشگون کہ من
درمیان پختگانِ عشقِ او خامم ہنوز

اگر گفتی جان بده تا باشدت آرامِ دل
جان بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

در قلم آورد حافظ قصۂ لعل لبش
آبِ حیوان میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز
کجاست بلبلِ خوشگوے گو برآر آواز

دلا ز ہجر مکن نالہ ز آنکہ در عالم
غم ست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دوتا شدم چو کمان از غم و نمیگویم
ہنوز ترکِ کمان ابروانِ تیرانداز

حکایتِ شبِ ہجران بدشمنان نکنید
کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

ز طرۂ تو پریشانی دلم شد فاش
زشک نیست غریب ار رسے ار بود غماز

ہزار دیده بروسے تو ناظرند و تو خود
نظر بروے کسے بر نمیکنی آغاز

اگر بسوزدت ای دل ز درد نالہ مکن
دم از محبتِ او میزن و بدرد بساز

غبارِ خاطرِ ما چشمِ خصم کور کند
تو رخ بخاک نہ اے حافظ از مقامِ نیاز

منم غریبِ دیار و توئی غریب نواز
دمے بحالِ غریبِ دیارِ خود پرداز

بهر کمند که خواهی بگیر و بازم بند — بشرط آنکه ز کارم نظر نگیری باز

بر آستین خیال تو میدهم بوسه — بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز

نه این زمان من شوریده دل نهادم روی — بر آستان تو کاندر ازل نهادم باز

دلا منال ز ظلمے که صبح در پے اوست — که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز

گرم چو خاک زمین خوار میکنی سهل است — خرام میکن و بر خاک سایه می انداز

درون سینه دلم چون کبوتران طپید — چه آتشیست که بر جان ما نهادی باز

خیال قد بلند تو میکند دل من — تو دست کوته من بین و آستین دراز

حدیث درد من ای مدعی نه امروز است

که حافظ از ازل او رند بود و شاهد باز

شبم که دیده بدیدار دوست کردم باز — چه شکر گویمت ای کارساز بنده نواز

نیازمند بلا گو رخ از غبار مشوی — که کیمیای مراد است خاک کوی نیاز

بیک دو قطره که ایثار کردی اے خواجه — بسا که در رخ دولت کنی کرشمه و ناز

طهارت ار نه بخون جگر کند عاشق — بقول مفتی عشقش درست نیست نماز

ز مشکلات طریقت عنان متاب ای دل — که مرد راه نیندیشد از نشیب و فراز

درین مقام مجازی بجز پیاله مگیر — درین سراچه بازیچه غیر عشق مباز

من از نسیم سخن چین چه طرف بر بندم | چو سرو راست درین باغ نیست محرم راز
اگرچه حسنِ تو از عشقِ غیر مستغنی ست | من آن نیم که ازین عشقبازی آیم باز

غزل سرائی ناهید صرفه ئی نبرد
دران مقام که حافظ برآورد آواز

هزار شکر که دیدم بکامِ خویشت باز | ز روی صدق و صفا گشته با دلم دمساز
روندگانِ حقیقت رهِ بلا سپرند | رفیقِ عشق چه غم دارد از نشیب و فراز
غمِ حبیب نهان به ز جستجوی رقیب | که نیست سینهٔ اربابِ کینه محرمِ راز
چه فتنه بود که مشاطهٔ قضا انگیخت | که کرد نرگسِ مستش سیه بسرمهٔ ناز
بدین سپاس که مجلس منور ست بدوست | گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
ملامتی که بروی من آمد از غمِ عشق | ز اشک پرس حکایت که من نیم غماز
امیدِ قدِ تو میداشتم ز بختِ بلند | نسیمِ زلفِ تو میخواستم ز عمرِ دراز
بنیم بوسه دعائی بخر ز اهلِ دلی | که کیدِ دشمنت از جان و جسم دارد باز

فگند زمزمهٔ عشق در حجاز و عراق
نوای بانگِ غزلهای حافظِ شیراز

بیا و کشتی ما در شطِ شراب انداز | غریو و ولوله در جانِ شیخ و شاب انداز

مرا بکشتی بادہ درافگن اے ساقی | کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز
زکوے میکدہ برگشتہ ام زراہِ خطا | مرا دگر ز کرم در رہِ صواب انداز
بیار ازان مے گلرنگ مشکبو جامے | شرارِ رشک و حسد در دلِ گلاب انداز
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن | نظر برین دلِ سرگشتۂ خراب انداز
بنیم شب اگرت آفتاب میباید | زروے دخترِ گلچہر رز نقاب انداز
مھل کہ روزِ وفاتم بخاک بسپارند | مرا بمیکدہ بر در خمِ شراب انداز

گر از تو یک سرِ مو سر کشد دلِ حافظ
بگیر و در خمِ زلفش بہ پیچ و تاب انداز

حالِ خونین دلان کہ گوید باز | وز فلک خونِ خم کہ جوید باز
جز فلاطونِ خم نشینِ شراب | سرِ حکمت بما کہ گوید باز
شرمش از چشمِ مے پرستان باد | نرگسِ مست اگر بروید باز
ہر کہ چون لالہ کاسہ گردان شد | زین جفا رخ بخون بشوید باز
بسکہ در پردہ چنگ گفت سخن | ببرش موے تا نموید باز
بکشاید دلم چو غنچہ اگر | ساغرِ لالہ گون ببوید باز
گرد بیت الحرامِ خم حافظ | گر نمیرد بسر بپوید باز

خیز و در کاسهٔ زر آب طربناک انداز | پیش ازانی که شود کاسهٔ سر خاک انداز

عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشانست | حالیا غلغله در گنبدِ افلاک انداز

ملکِ این مزرعه دانی که ثباتی نکند | آتشی از جگرِ جام در افلاک انداز

بسرِ سبز تو ای سرو که چون خاک شوم | ناز از سر بنه و سایه بران خاک انداز

دلِ ما را که ز مارِ سرِ زلفِ تو بخست | از لبِ خود بشفا خانهٔ تریاک انداز

غسل در اشک زدم کاهلِ طریقت گویند | پاک شو اول و پس دیده بران پاک انداز

یا رب آن زاهدِ خودبین که بجز عیب ندید | دودِ آهیش در آئینهٔ ادراک انداز

چشمِ آلوده نظر از رخِ جانان دور است | بر رخِ او نظر از آئینهٔ پاک انداز

چون گل از نکهتِ او جامه قبا کن حافظ
وان قبا در رهِ آن قامتِ چالاک انداز

دلم ربودهٔ لولی وشیست شورانگیز | دروغ وعده و قتال وضع و رنگ آمیز

فدای پیرهنِ چاکِ ماهرویان باد | هزار جامهٔ تقوی و خرقهٔ پرهیز

فرشته عشق نداند که چیست قصه مخوان | بخواه جامِ شرابی بخاکِ آدم ریز

غلامِ آن کلماتم که آتش افروزد | نه آب سرد زند در سخن بر آتش تیز

فقیر و خسته بدرگاهت آمدم رحمی | که جز ولای توام نیست هیچ دستاویز

بیا که حافظ میخانه دوش با من گفت — که در مقامِ رضا باش و از قضا مگ

پیاله در کفنم بند تا سحرگهِ حشر — بمی ز دل ببرم هولِ روزِ رستخ

میانِ عاشق و معشوق هیچ حائل نیست

تو خود حجابِ خودی **حافظ** از میان برخیز

روزِ عیش و طرب و ماهِ صیام ست امروز — کامِ دل حاصل و ایّام بکام ست ام

گو عروسِ فلکی رخ منمای از مشرق — که مرا دیدنِ آن ماه تمام ست ام

زاهدی را که نبودی چو صوامع جائی — بین که در کنجِ خرابات مقام ست ا

صبحدم بلبلِ مست از چه سبب مینالد — کارِ او چون ز بهاران بنظام ست ام

محتسب بیهده گوید مده رندان را — کانکه بی شاهد و می نیست کدام ست ام

گو بگویند خلائق که همی **حافظ** را

چشم بر روی نگار و لبِ جام ست امروز

زلفین سیه خم بخم اندر زدهٔ باز — وقتِ منِ شوریده بهم بر زدهٔ باز

زان روی نکو چشمِ بدان دور که امروز — بر مه زده طعنه و بر خور زدهٔ باز

بر ساغرِ عیشم زدهٔ سنگ و لیکن — با تو چه توان گفت که ساغر زدهٔ باز

از دودِ دلِ خسته ام ای دوست حذر کن — کآتش بمنِ سوخته دل بر زدهٔ باز

من سر چو قلم بر سرِ سودای تو دارم | با آنکه من سر زده را سر زدهٔ باز
نقدِ سرهٔ قلب که پالوده ام از چشم | بر سکهٔ رویم همه بر زر زدهٔ باز
از غالیه برهم زدهٔ خوشش شکر و قند | امروز همه بر گل و شکر زدهٔ باز

شهبازِ غمت راست کبوتر دلِ حافظ
هشدار که بر صیدِ کبوتر زدهٔ باز

درآ که در دلِ خسته توان درآید باز | بیا که در دلِ مرده روان درآید باز
بیا که فرقتِ تو چشمِ من چنان بربست | که فتحِ بابِ وصالت مگر کشاید باز
به پیشِ آینهٔ دل هر انچه میدارم | بجز خیالِ جمالت نمینماید باز
غمے که چون سپهِ زنگ ملکِ دل بگرفت | ز خیلِ شادی رومِ رخت زداید باز
ز خوفِ بادیه دل بر مکن بیند احرام | که مردِ راه نیندیشد ارچه ناید باز
بدان مثل که شب آبستن آمده است بروز | ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

بیا که بلبلِ مطبوعِ خاطرِ حافظ
بسوئے گلشنِ وصلِ تو می سراید باز

اے صبا گر بگذری بر ساحلِ رودِ ارس | بوسه زن بر خاکِ آن وادی و مشکین کن نفس
منزلِ سلمیٰ که بادش هر دم از ما صد سلام | پر صدائے ساربان بینی و آهنگِ جرس

محملِ جانان ببوس آنگه بزاری عرضه دار | کز فراقت سوختم اے مہربان فریاد رس
عشرتِ شبگیر کن می نوش کاندر راہِ عشق | شبروان را آشنائیہاست با میرِ عسس
دل برغبت می سپارد جان بچشم مست یار | گرچہ ہشیاران ندادند اختیارِ خود بکس
من کہ قولِ ناصحان را خواندمے بانگِ رباب | گوشمالی خوردم از ہجران کہ اینم پند بس
طوطیان در شکرستان کامرانی میکنند | وز تحسّر دست بر سر میزند مسکین مگس
عشقبازی کارِ بازی نیست ای دل سر بباز | زانکہ گوئے عشق نتوان زد بچوگان ہوس

نامِ **حافظ** گر برآید بر زبانِ کلکِ دوست
از جنابِ حضرتِ شاہم بس ست این ملتمس

جانان ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس | بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
آنجا کہ لطفِ شامل و خلقِ کریم تست | جرمِ گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس
خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق | از شمع پرس قصہ ز بادِ صبا مپرس
ہیچ آگہی ز عالمِ درویشیش نبود | آن کس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس
از دلق پوشِ صومعہ نقدِ طلب مجوے | یعنی ز مفلسان سخنِ کیمیا مپرس
در دفترِ طبیبِ خرد بابِ عشق نیست | اے دل بدرد خو کن و نامِ دوا مپرس
نقشِ حقوقِ خدمت و اخلاص و بندگی | از لوحِ سینہ محو کن و نامِ ما مپرس

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

حافظ رسید موسم گل معرفت مخوان

دریاب نقدِ عمر و زچون و چرا مپرس

دارم از زلف سیاہت گلہ چندان کہ مپرس　　کہ چنان زو شدہ ام بے سر و سامان کہ مپرس

کس بامیدِ وفا ترکِ دل و دین مکناد　　کہ چنانم من ازین کردہ پشیمان کہ مپرس

بہر یک جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست　　زحمتے میکشم از مردمِ نادان کہ مپرس

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود و لے　　فتنہ میکند آن نرگسِ فتان کہ مپرس

زاہد از ما بسلامت بگذر کان مے لعل　　دل و دین میبرد از دست بد انسان کہ مپرس

گفتم از گوے فلک صورتِ حالے پرسم　　گفت آن میکشم اندر خمِ چوگان کہ مپرس

گفتمش زلف بکین کہ شکستی گفتا

حافظ این قصہ دراز ست بقرآن کہ مپرس

دردِ عشقے کشیدہ ام کہ مپرس　　زہرِ ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس

گشتہ ام در جہان و آخر کار　　دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس

آنچنان در ہوائے خاکِ درش　　میرود آبِ دیدہ ام کہ مپرس

بے تو در کلبۂ گدائی خویش　　رنجہائے کشیدہ ام کہ مپرس

من بگوشِ خود از دہانش دوش | سخنانے شنیدہ ام کہ مپرس
سوے من لب چہ میگزی کہ مگوی | لب لعلے گزیدہ ام کہ مپرس

ہمچو حافظ غریب در رہِ عشق
بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس

در ضمیرِ ما نمیگنجد بغیر از دوست کس | ہر دو عالم را بدشمن جو کہ ما را دوست بس
یا رِ گندم گونِ ما گر میل کردے نیم جو | ہر دو عالم پیشِ چشمِ ما نمودے یک عدس
میروی چون شمع و جمعے از پس و پیش دوان | نے غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
غافل ست آن کو بشمشیر از تو می پیچد عنان | قند را لذت مگر نیکو نمیداند مگس
خاطرم وقتے ہوس کردے کہ بینم چیزہا | تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس
مردمان را گر بسی شب گر خیالے در سرست | من چنانم کز خیالم باز نشناسد عسس
کوئیت از اشکم چو دریا گشت و میترسم کہ باز | بر سر آید این رقیبانِ سبکسارت چو خس

حافظا این رہ بپاے لاشۂ لنگِ تو نیست
بعد ازین بنشین کہ گردے برنخیزد زین فرس

دلا رفیقِ سفر بختِ نیک خواہت بس | نسیمِ روضۂ شیراز پیک راہت بس
دگر ز منزلِ جانان سفر مکن درویش | کہ سیرِ معنوی و کنجِ خانقاہت بس

بصدرِ مصطبہ بنشین و ساغرِ مَی نوش　　که این قدر ز جہان کسبِ مال و جاہت بس

زیادتی مطلب کار بر خود آسان کن　　که شیشہ مے صاف و بتِ چو ماہت بس

فلک بمردمِ نادان دہد زمامِ مراد　　تو اہلِ دانش و فضلی ہمین گناہت بس

وگر کمین بکشاید غمے ز کشورِ دل　　حریمِ درگہِ پیرِ مغان پناہت بس

ہوائے مسکنِ مالوف و عہدِ یارِ قدیم　　ز رہروانِ سفر کردہ عذر خواہت بس

بمنتِ دگران خو مکن کہ در دو جہان　　رضائے ایزد و انعامِ پادشاہت بس

ہیچ وردِ دگر نیست حاجت اے حافظ

دعائے نیم شب و وردِ صبحگاہت بس

گلعذارے ز گلستانِ جہان ما را بس　　زین چمن سایۂ آن سروِ روان ما را بس

من و ہمصحبتیِ اہلِ ریا دورم باد　　از گرانانِ جہان رطلِ گران ما را بس

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می بخشند　　ما کہ رندیم و گدا دیرِ مغان ما را بس

بنشین بر لبِ جوے و گذرِ عمر ببین　　کاین اشارت ز جہانِ گذران ما را بس

نقدِ بازارِ جہان بنگر و آزارِ جہان　　گر شما را نہ بس این سود و زیان ما را بس

یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم　　دولتِ صحبتِ آن مونسِ جان ما را بس

از درِ خویش خدا را بہ بہشتم مفرست　　کہ سرِ کوے تو از کون و مکان ما را بس

نیست ما را بجز از وصلِ تو در سر ہوسے ‌ ‌ ‌ ‌ وین تجارت ز متاعِ دو جہان ما را بس

حافظ از مشربِ قسمت گلہ بے انصافیست

طبع چون آب و غزلہاے روان ما را بس

اگر رفیقِ شفیقی درست پیمان باش ‌ ‌ ‌ ‌ حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستان باش

شکنجِ زلفِ پریشان بدستِ باد مدہ ‌ ‌ ‌ ‌ مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشان باش

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشین باشی ‌ ‌ ‌ ‌ نہان ز چشمِ سکندر چو آبِ حیوان باش

رموزِ عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست ‌ ‌ ‌ ‌ بیا و نوگلِ این بلبلِ غزلخوان باش

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن ‌ ‌ ‌ ‌ خداے را کہ رہا کن بیا و سلطان باش

دگر بصیدِ حرم تیغ بر مکش زنہار ‌ ‌ ‌ ‌ از انچہ با دلِ ما کردہ پشیمان باش

تو شمعِ انجمنی یک زبان و یکدل شو ‌ ‌ ‌ ‌ خیالِ کوشش پروانہ بین و خندان باش

کمالِ دلبری و حسن در نظر بازیست ‌ ‌ ‌ ‌ بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوران باش

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن

ترا کہ گفت کہ بر روی خوب حیران باش

اے دل غلامِ شاہِ جہان باش و شاہ باش ‌ ‌ ‌ ‌ پیوستہ در حمایتِ لطفِ آلہ باش

از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند ‌ ‌ ‌ ‌ گو کوہ تا بکوہ منافق سپاہ باش

چون احمدم شفیع بود روز رستخیز — گو این تن بلاکش من پر گناه باش

آن را که دوستی علی نیست کافرست — گو زاهد زمانه و گو شیخ راه باش

امروز زنده ام بولاے تو یا علی — فردا بروح پاک امامان گواه باش

قبر امام هشتم سلطان دین رضا — از جان ببوس و بر در آن بارگاه باش

دستت نمیرسد که بچینی گلے زشاخ — بارے بپاے گلبن ایشان گیاه باش

مرد خدا که زاهد تقوے طلب بود — خواهی سفید جامه و خواهی سیاه باش

حافظ طریق بندگی شاه پیشه کن

وانگاه در طریق چو مردان راه باش

باز آے و دل تنگ مرا مونس جان باش — وین سوخته را محرم اسرار نهان باش

زان باده که در مصطبهٔ عشق فروشند — ما را دو سه ساغر بده و گو رمضان باش

در خرقه چو آتش زدی ای عارف سالک — جهدے کن و سر حلقهٔ رندان جهان باش

آن یار که گفتا بتو ام دل نگران ست — گو میرسم اکنون بسلامت نگران باش

خون شد دلم از حسرت آن لعل روان بخش — اے درج محبت بهمان مهر و نشان باش

تا بر دلش از غصه غبارے ننشیند — اے سیل سرشک از عقب نامه روان باش

حافظ که هوس میکندش جام جهان بین — گو در نظر آصف جمشید مکان باش

باغبان گر پنج روزی صحبت گل بایدش
بر جفاے خار ہجران صبر بلبل بایدش

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش

با چنین زلف و رخے بادش نظر بازی حرام
ہر کہ روے یاسمین و جعد سنبل بایدش

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک ست آنکہ تدبیر و تامل بایدش

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست
راہرو گر صد ہنر باشد توکل بایدش

نازہا زین نرگس مستانہ میباید کشید
این دل شوریدہ گر آن زلف و کاکل بایدش

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
دور چون با عاشقان افتد تسلسل بایدش

کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آواز چنگ
عاشق مسکین چرا چندین تجمل بایدش

ببرد از من قرار و طاقت و ہوش
بت سنگین دل سیمین بناگوش

نگارے چابکے شوخے پریوش
حریفے مہوشے ترکے قباپوش

ز تاب آتش سوداے عشقش
بسان دیگ دائم میزنم جوش

چو پیراہن شوم آسودہ خاطر
گرت ہمچون قبا گیرم در آغوش

اگر پوسیدہ گردد استخوانم
نگردد مہرش از جانم فراموش

دل و دینم دل و دینم ببردہ است
بر و دوشش بر و دوشش بر و دوش

دوائے تو دوائے تست حافظ

لب بنوشش لب بنوشش لب بنوشش

بجد و جہد چو کارے نمی رود از پیش | بکردگار رہا کردہ بہ مصالح خویش

بیا دشاہی عالم فرو نیارد سر | اگر ز سر قناعت خبر شود درویش

ز سنگ تفرقہ خواہی کہ منحنی نشوے | مشو بسان ترازو تو در پے کم و بیش

ریائے زاہد سالوس جان من فرسود | قدح بیار و بزن مرہمی برین دل ریش

بنوش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد | در آفرینش از انواع نوشدار و نیش

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام | زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش

بدلربائی اگر خود سر آمدی چہ عجب | کہ نور حسن تو بود از اساس عالم بیش

دہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد

بجان بود خطرم زین دل محال اندیش

بدور لالہ قدح گیر و بے ریا میباش | ببوئے گل نفسے ہمدم صبا میباش

نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن | سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا میباش

چو پیر سالک عشقت بمے حوالہ کند | بنوش و منتظر رحمت خدا میباش

گرت ہواست کہ چون جم بسر غیب رسی | بیا و ہمدم جام جہان نما میباش

چو غنچه گرچه فروبستگیست کارِ جهان ‏ تو همچو بادِ بهاری گره کشا میباش

وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی ‏ بهرزه طالبِ سیمرغ و کیمیا میباش

مریدِ طاعتِ بیگانگان مشو حافظ

ولے معاشرِ رندانِ آشنا میباش

من خرابم ز غمِ یارِ خراباتیِ خویش ‏ میزند غمزهٔ او ناوکِ غم بر دلِ ریش

با تو پیوستم و از غیرِ تو دل ببریدم ‏ آشنای تو ندارد سرِ بیگانه و خویش

بعنایت نظرے کن که منِ دل شده را ‏ نرود بے مددِ لطفِ تو کارے از پیش

آخر اے پادشهِ حسن و ملاحت چه شود ‏ گر لبِ لعلِ تو ریزد نمکے بر دلِ ریش

خرمنِ صبرِ من سوخته دل داد بباد ‏ چشمِ مستِ تو که بکشاد کمین از پس و پیش

گر چلیپاے سرِ زلف ز هم بکشاید ‏ بس مسلمان که شود کشتهٔ آن کافرکیش

پسِ زانو منشین و غمِ بیهوده مخور ‏ که ز غم خوردنِ تو رزق نگردد کم و بیش

چونکه این کوششِ بیجا نه سودے ندهد ‏ پس میازار دلِ خود ز غم اے و اندیش

پرسشِ حالِ دلِ سوخته کن بهرِ خدا ‏ نیست از شاه عجب گر بنوازد درویش

حافظ از نوشِ لبِ لعلِ تو کامے نگرفت

که زند بر دلِ ریشش دو هزاران نیشش

چو برشکست صبا زلف عنبرافشانش — بهر شکسته که پیوست تازه شد جانش

کجاست همنفسی تا بشرح غصه دهم — که دل چه میکشد از روزگار هجرانش

نسیم صبح وفا نامه که برد بدوست — زخون دیدهٔ ما بود مهر عنوانش

زمانه از ورق گل مثال روی تو بست — ولی ز شرم تو در غنچه کرد پنهانش

بسی شدیم و نشد عشق را کرانه پدید — تبارک الله ازین ره که نیست پایانش

جمال کعبه مگر عذر رهروان خواهد — که جان زنده دلان سوخت در بیابانش

دلم که مهر تو از غیر تو نهان میداشت — ببین که دیده کند فاش پیش یارانش

بدین شکسته بیت الحزن که می آرد — نشان یوسف دل از چه زنخدانش

بگیرم آن سر زلف و بدست خواجه دهم — که داد من بستاند مگر ز دستانش

سحر بطرف چمن می شنیدم از بلبل
نوای حافظ خوش لهجهٔ غزلخوانش

چو جام لعل تو نوشم کجا بماند هوش — چو چشم مست تو بینم بجا نماند گوش

منم غلام تو ورزانکه از من آزادی — مرا بکوزه فروش شرابخانه فروش

بسوی آنکه ز میخانه کوزهٔ یابم — روم سبوی خراباتیان کشم بر دوش

مرا مگوی که خاموش باش و دم درکش — که در چمن نتوان یافت مرغ را خاموش

اگر نشانِ تو جویم کدام صبر و قرار | وگر حدیثِ تو گویم کدام طاقت و هوش
شرابِ بختِ نجامان دلِ فسرده مده | که بادهٔ آتش تیزست و نخچگان در جوش
نعیمِ روضهٔ جنت بذوقِ آن نرسد | که یار نوش کند باده و تو گوئی نوش

مرا چو خلعتِ سلطانِ عشق میدادند
ندا زدند که حافظ خموش باش خموش

خوشا شیراز و وضعِ بیمثالش | خداوندا نگهدار از زوالش
ز رکنا باد ما صد لوحش الله | که عمرِ خضر می بخشد زلالش
میانِ جعفرآباد و مصلّے | عبیرآمیز مے آید شمالش
بشیراز آے و فیضِ روحِ قدسی | بخواه از مردمِ صاحب کمالش
که نامِ قندِ مصری بُرد آنجا | که شیرینان ندادند انفعالش
صبا زان لولی شنگولِ سرمست | چه داری آگهی چونست حالش
مکن بیدار ازین خوابم خدا را | که دارم عشرتی خوش با خیالش
گر آن شیرین پسر خونم بریزد | دلا چون شیر مادر کن حلالش

چرا حافظ چو می ترسیدی از هجر
نکردی شکرِ ایامِ وصالش

در عهد پادشاه خطابخش جرم پوش | حافظ قرابه کش شد و مفتی پیاله نوش

صوفی ز کنج صومعه در پای خم نشست | تا دید محتسب که سبو میکشد بدوش

احوال شیخ و قاضی و شرب الیهودشان | کردم سوال صبحدم از پیر میفروش

گفتا نه گفتنیست سخن گرچه محرمی | درکش زبان و پرده نگهدار و می بنوش

ساقی بهار میرسد و جام می نماند | فکری بکن که خون دل آمد ز غم بجوش

عشق ست و مفلسی و جوانی و نو بهار | عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش

ای پادشاه صورت و معنی که مثل تو | نادیده هیچ دیده و نشنیده هیچ گوش

چندان بمان که خرقهٔ ازرق کند قبول | بخت جوانت از فلک پیر ژنده پوش

تا چند همچو شمع زبان آوری کنی | پروانهٔ مراد رسید ای محب خموش

دیشب ندا ز غیب بگوش دلم رسید
حافظ تو غصه کم خور و بنشین و می بنوش

دلم رمیده شد و غافلم من درویش | که آن شکاری سرگشته را چه آمد پیش

چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم | که دل بدست کمان ابرویست کافرکیش

خیال حوصلهٔ بحر می پزم هیهات | چهاست بر سر این قطرهٔ محال اندیش

بسوی میکده گریان و سر فگنده روم | چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش

نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر | نزاع بر سر دنیای دون مکن درویش

بنازم آن مژهٔ شوخ عافیت کش را | که موج میزندش آب نوش بر سر نیش

ز آستین طبیبان هزار خون بچکد | گرم بتجربه دستی نهند بر دل ریش

تو بندهٔ گله از پادشه مکن ای دل | که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

بدان کمر نرسد دست هر گدا حافظ
خزینهٔ بکف آور ز گنج قارون بیش

سحر ز هاتف غیبم رسید مژده بگوش | که دور شاه شجاع است می دلیر بنوش

شد آنکه اهل نظر بر کناره میرفتند | هزار گونه سخن بر دهان و لب خاموش

ببانگ چنگ بگوئیم آن حکایتها | که از نهفتن آن دیگ سینه میزد جوش

شراب خانگی از بیم محتسب خوردن | بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش

ز کوی میکده دوشش بدوش می بردند | امام شهر که سجاده میکشید بدوش

دلا دلالت خیرت کنم براه نجات | مکن بفسق مباهات و زهد هم مفروش

محل نور تجلیست رای انور شاه | چو قرب او طلبی در صفای نیت کوش

بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر | که هست گوش دلش محرم پیام سروش

رموز مصلحت ملک خسروان دانند | گدای گوشه نشینی تو حافظا مخروش

شراب تلخ میخواهم که مرد افگن بود زورش — که تا یک دم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش

بیاور می که نتوان شد ز مکر آسمان ایمن — بلعب زهرهٔ چنگی و بهرام سلحشورش

کمند صید بهرامی بیفگن جام جم بردار — که من پیمودم این صحرا نه بهرام است نه گورش

نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست — سلیمان با چنان حشمت نظرها بود با مورش

بیا تا در می صافیت راز دهر بنمایم — بشرط آنکه ننمائی بکج طبعان دل کورش

شراب لعل مینوشم من از جام زمرد گون — که زاهد افعی وقتست میسازم ازین کورش

سماط دهر دون پرور ندارد شهد آسایش — مذاق حرص و آز ای دل بشوی از تلخ و از شورش

کمان ابروی جانان نمی پیچد سر از حافظ
ولیکن خنده می آید برین بازوی پرزورش

صوفی گلی بچین و مرقع بخار بخش — وین زهد خشک را بمی خوشگوار بخش

طامات و زرق در ره آهنگ چنگ نه — تسبیح و طیلسان بمی و میگسار بخش

زاهد گران که ساقی و شاهد نمی خرند — در حلقهٔ چمن بنسیم بهار بخش

راهم شراب لعل زد ای میر عاشقان — خون مرا بچاه زنخدان یار بخش

یا رب بوقت گل گنه بنده عفو کن — وین ماجرا بسرو لب جویبار بخش

ای آنکه ره بمشرب مقصود برده — زین بحر قطرهٔ بمن خاکسار بخش

شکرانہ کہ روے ترا چشم بد ندید	ما را بعفو و لطفِ خداوندگار بخش

ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح

گو جامِ زر بہ **حافظ** شب زندہ دار بخش

فکرِ بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش	گل در اندیشہ کہ چون عشوہ کند در کارش
دلربائی ہمہ آن نیست کہ عاشق بکشند	خواجہ آنست کہ باشد غمِ خدمتگارش
جای آنست کہ خون موج زند در دلِ لعل	زین تغابن کہ خزف می شکند بازارش
بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنہ نبود	این ہمہ قول و غزل تعبیہ در منقارش
ان سفرکردہ کہ صد قافلہ دل ہمرہِ اوست	ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش
اگر از وسوسۂ نفس و ہوا دور شدی	بیشکی رہ ببری در حرمِ دیدارش
اے کہ از کوچۂ معشوقۂ ما میگذری	باخبر باش کہ سر می شکند دیوارش
صحبتِ عافیتت گرچہ خوش افتاد ای دل	جانبِ عشق عزیزست فرومگذارش
صوفی ار سرخوش ازنیست کہ کج کرد کلاہ	بدو جامِ دگر آشفتہ شود دستارش .

دلِ **حافظ** کہ بدیدارِ تو خوگر شدہ است

نازپروردِ وصال ست مجو آزارش

لبِ آب و پیالہ بیہ و جبعِ شعر و یارِ خوش	معاشر دلبرِ شیرین و ساقی گلعذارِ خوش

الا ای دولت طالع که قدر وقت میدانی گوارا بادت این عشرت که داری روزگار خوش
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم بود کز نقش ایامم بدست افتد نگار خوش
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان که مهتاب دل افروزست و طرف لاله زار خوش
چه می در کاسهٔ چشم ست ساقی را بنام ایزد که مستی میکند با عقل و می آرد خمار خوش
هر آنکس را که بر خاطر ز عشق دلبری باریست سپندی گو بر آتش نه که داری کار و بار خوش

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانه
که شنگولان سرمستت بیاموزند کار خوش

ما آزموده ایم درین شهر بخت خویش | باید برون کشید ازین ورطه رخت خویش
از بسکه دست می گزم و آه میکشم | آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
دوشم ز بلبلی چه خوش آمد که می سرود | گل گوش پهن کرده ز شاخ درخت خویش
کای دل صبور باش که آن یار تند خوی | بسیار تند خوی نشیند ز بخت خویش
گر موج خیز حادثه سر بر فلک زند | عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
خواهی که سخت و سست جهان بر تو بگذرد | بگذر ز عهد سست و سخنهای سخت خویش

ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام
جمشید نیز دور نماندی ز تخت خویش

مجمعِ خوبی و لطف ست عذارِ چو مهش | لیکنش مهر و وفا نیست خدایا بدهش
دلبرم شاهد و طفل ست ببازی روزی | بکشد زارم و در شرع نباشد گنهش
چارده ساله بتی چابک و شیرین دارم | که بجان حلقه بگوش ست مه چاردهش
من همان به که از و نیک نگهدارم دل | که بد و نیک ندیده است و ندارد نگهش
بوی شیر از لبِ همچون شکرش می آید | گرچه خون میچکد از شیوهٔ چشمِ سیهش
در پی آن گلِ نورسته دلِ ما یا رب | خود کجا شد که ندیدیم درین چند گهش
یارِ دلدارِ من ار قلب بدینسان شکند | ببرد زود بسرداریِ خود پادشهش

جان بشکرانه کنم صرف گر آن دانهٔ دُر
صدف دیدهٔ حافظ شود آرامگهش

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش | که گفتن می نیارم مشکلِ خویش
خیالت داند و جانِ من از غم | که هر شب در چه کارم با دلِ خویش
ز واپس ماندگان یادی کن آخر | چه رانی تند یارا محملِ خویش
بسی گشتم چو مجنون کوه و صحرا | نگر یابم سراغ از منزلِ خویش
مرا در اوّل منزل ره افتاد | کم آمد کشتیم در ساحلِ خویش
چه فرصتها که گم کردم درین راه | ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش

کم از جولانے اختر در رہِ ما

چو حافظ خاک کرد آبِ و گلِ خویش

هاتفے از گوشۂ میخانہ دوش　　گفت ببخشند گنہ مے بنوش

عفوِ الٰهی بکند کارِ خویش　　مژدۂ رحمت برساند سروش

این خرد خام بمیخانہ بر　　تا مے لعل آوردش خون بجوش

عفو خدا بیشتر از جرم ماست　　نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند　　ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش

گوشِ من و حلقۂ گیسوے یار　　روے من و خاکِ درِ میفروش

داورِ دین شاہ شجاع آنکہ کرد　　روحِ قدس حلقۂ امرش بگوش

اے ملک العرش مرادش بدہ　　وز خطرِ چشم بدش دار گوش

رندی حافظ نہ گناہیست صعب

با کرمِ پادشہِ عیب پوش

یارب آن نوگلِ خندان کہ سپردی بمنش　　مے سپارم بتو از چشمِ حسودِ چمنش

ہمرہِ اوست دلم باد بہر جا کہ رود　　ہمتِ اہلِ کرم بدرقۂ جان و تنش

گر بسر منزلِ سلمے رسی اے بادِ صبا　　چشم دارم کہ سلامے برسانی ز منش

باد بنافه کشائی کن از آن زلف سیاه | جای دلهاست عزیزست بهم بر مزنش
چون دلم حق وفا با خط و خالش دارد | محترم دار دران طرهٔ عنبر شکنش
گرچه از کوی وفا گشت بصد مرحله دور | دور باد آفت دور فلک از جان و تنش
در مقامیکه بیاد لب او می نوشند | سفله آن مست که باشد خبر از خویشتنش
عرض و مال از در میخانه نشاید اندوخت | هر که این آب خورد رخت بدریا فگنش
هر که ترسد ز ملال اندُهِ عشقش نه حلال | سر ما و قدمش یا لب ما و دهنش

شعر حافظ همه بیت الغزل معرفت
آفرین بر نفس دلکش و لطف سخنش

ای همه شکل تو مطبوع و همه جای تو خوش | دلم از عشوهٔ شیرین شکرخای تو خوش
همه گلبرگ تری هست وجود تو لطیف | همچو سرو چمنی هست سراپای تو خوش
هم گلستان خیالم ز تو پر نقش و نگار | هم مشام دلم از زلف سمنسای تو خوش
شیوهٔ ناز تو شیرین خط و خال تو ملیح | چشم و ابروی تو زیبا قد و بالای تو خوش
پیش چشم تو بمیرم که بدان بیماری | میکند درد مرا از رخ زیبای تو خوش
در رهِ عشق که از سیل فنا نیست گذار | میکنم خاطر خود را بتمنای تو خوش
در بیابان فنا گرچه ز هر سو خطرست | میرود حافظ بیدل بتولای تو خوش

دوش با من گفت پنهان رازدانے تیز ہوش | کز شما پنهان نشاید داشت رازِ میفروش

گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روی طبع | سخت میگیرد جهان بر مردمانِ سخت کوش

وانگهم در داد جامے کز فروغش بر فلک | زهره در رقص آمد و بربط زنان میگفت نوش

تا نگردی آشنا زین پرده بوئے نشنوی | گوشِ نامحرم نباشد جاے پیغامِ سروش

در حریمِ عشق نتوان زد دم از گفت و شنید | زانکه آنجا جمله اعضا چشم باید بود و گوش

در بساطِ نکته دانان خود فروشی شرط نیست | یا سخن دانسته گو اے مردِ بخرد یا خموش

با دلِ خونین لبِ خندان بیاور همچو جام | نے گرت زخمے رسد آئی چو چنگ اندر خروش

گوش کن پند اے پسر از بهرِ دنیا غم مخور | گفتمت چون دُر حدیثے گر توانی دار گوش

ساقیا مے ده که رندیهاے حافظ عفو کرد
خسروِ صاحبقرانِ جرم بخشِ عیب پوش

از رقیبت دلم نیافت خلاص | زانکه القاص لایحب القاص

محتسب خم شکست و من سرِ او | سن بالسن والجروح قصاص

مطربِ ما رہے بزد که بچرخ | مشتری همچو زهره شد رقاص

گوهر از بحر کے برون آرد | ترکِ سر تا نمی کند غواص

نقدے از عشق جوے نه از عقل | تا که خالص شوی چو زرِ خلاص

حافظ اوّل ز مصحفِ رُخِ دوست
خواند الحمد و سورۂ اخلاص

نیست کس را ز کمندِ سرِ زلفِ تو خلاص	میکشی عاشقِ مسکین نترسی ز قصاص
عاشقِ سوختہ دل تا بہ بیابانِ فنا	نرود در حرمِ دل نشود خاص الخاص
جان نہادم بمیانِ شمعِ صفت از سرِ شوق	کردم ایثارِ تنِ خویش ز روے اخلاص
آتشے در دلِ دیوانۂ ما در زدہٴ	کہ چو دود دیم ہمیشہ بہوایت رقّاص
کیمیاے غمِ عشقِ تو تنِ حسّاکی را	زرِ خالص کند ار چند بود ہمچو رصاص
بہواداری آن شمع چو پروانہ وجود	تا نسوزی نشوی از خطرِ عشق خلاص
ناوکِ غمزۂ او دست ببرداز زِ ستم	حاجبِ ابروِ او بُرد گرواز و قصاص

قیمتِ درِّ گرانمایہ چہ دانند عوام
حافظا گوہرِ یک دانہ مدہ جز بخواص

بیا کہ میشنوم بوے جان ازان عارض	کہ یافتم دلِ خود را نشان ازان عارض
بگل بماندہ قدِ سروِ ناز ازان قامت	خجل شدہ است گلِ گلستان ازان عارض
معانیے کہ ز حوران بہ شرح میگویند	ز حسن و لطف بپرس این بیان ازان عارض
گرفتہ نافۂ چین بوے مشک ازان گیسو	گلاب یافتہ بوے چنان ازان عارض

بسترم رفت تن یاسمین ازان اندام ۞ بخون نشسته گل ارغوان ازان عارض
ز مهر روے تو خورشید گشته غرق عرق ۞ نزار مانده مه آسمان ازان عارض

ز نظم دلکش **حافظ** چکید آب حیات
چنانکه خوی شده جانان چکان ازان عارض

حسن و جمال تو جهان جمله گرفت طول و عرض ۞ شمس فلک خجل شده از رخ خوب با و ارض
از رخ تست مقتبس خور ز چهارم آسمان ۞ همچو زمین هفتمین مانده بزیر بار قرض
دیدن حسن روی تو بر همه خلق واجب است ۞ سجده درگه تو شد بر همه شاه ارض فرض
گر لب روح پرورت گلشکرے نبخشدم ۞ کے تن دردمند من رسته شود ازین مرض

بوسه بخاک پاے او دست کجا دهد ترا
قصه شوق **حافظا** خود کرساندش بعرض

گرد عذار یار من تا بنوشت حسن خط ۞ آه ز حسن روے او راست فتاده در غلط
از هوس لبش که آن ز آب حیات خوشتر است ۞ گشت روان ز دیده ام چشمه آب همچو شط
خال سیاه را بران عارض سیم رنگ مین ۞ راست نه مشک ماندان بر رخ ماه یک نقط
موے کشاده کرده خوے تا بچمن در آمدی ۞ شد رخ گل چو زعفران مشک کلاشد سقط
گه بهواش میدهم گرد مثال جان و دل ۞ گاه بآب میکشم آتش عشق مستبط

ز نغمای خودم شاه قبول میکند   تا مبارکی دهم بنده به بندگیش خط

آب حیات حافظا گشته خجل ز نظم تو

کس بهوای عشق او شعر نگفته زین نمط

ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ   که کرد جمله نکوئی بجای ما حافظ

اگرچه خون دلت خورد لعل او بستان   بکام دل ز لبش بوسه خونبها حافظ

بزلف و خال بتان دل مبند دیگر بار   اگر بجستی ازین بند و این بلا حافظ

بیا که نوبت صلح است و دوستی و صفا   که با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ

تو از کجا و امید وصال او ز کجا   بدامنش نرسد دست هر گدا حافظ

چه ذوق یافت دل من ز وصل آن محبوب   مراست تحفه بجان بخش غمزدا حافظ

بیا بخوان غزل خوب و طرفه و پر سوز

که شعر تست فرح بخش و جانفزا حافظ

قسم به حشمت جاه و جلال شاه شجاع   که نیست با کسم از بهر مال و جاه نزاع

بفیض جرعهٔ جام تو تشنه ایم ولی   نمی کنیم دلیری نمی دهیم صداع

خدای را به میم شست و شوی خرقه کنید   که من نمی شنوم بوی خیر ازین اوضاع

ببین که رقص کنان میرود بناله چنگ   کسی که اذن نمیداد استماع سماع

بعاشقان نظرے کن بشکر این نعمت
کہ من غلام مطیعم تو پادشاہ مطاع

بروادیب ونصیحت مگو کہ دیگر تو
نبینیم پس ازین ہیچگہ بکنج بقاع

ز زہد حافظ وطامات او ملول شدم
بساز رود وغزل گوے بر سرود وسماع

بفر دولت گیتی فروز شاہ شجاع
کہ ہست در نظر من جہان حقیر متاع

صراحیے وحریفے خوشم ز دنیا بس
کہ غیر ازین ہمہ اسباب تفرقہ است وصداع

ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق
بسر ہمیروم اے جان مکن نکلیم نزاع

بس نیست ورد شبانہ مے مغانہ بیا
حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع

ہنر نمی خرد ایام وغیر ازینم نیست
کجا روم بتجارت باین کساد متاع

بیار مے کہ چو خورشید مشعل افروزد
رسد بکلبۂ درویش نیز فیض شعاع

جبین وچہرۂ حافظ خدا جدا مکناد
ز خاک بارگہ کبریاے شاہ شجاع

بامدادان کہ ز خلوتگہ کاخ ابداع
شاہ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع

برکشد آینہ از جیب افق چرخ زمان
بنماید رخ گیتی بہزاران انواع

در زوایاے طربخانہ جمشید فلک
ارغوان ساز کند زہرہ باہنگ سماع

چنگ در غلغله آید که کجا شد منکر — جام در قهقهه آید که کجا شد مناع

وضع دوران بنگر ساغر عشرت برگیر — که بهر حال همین ست بهین اوضاع

طرهٔ شاهد دنیا همه مکرست و فریب — عارفان بر سر این نکته نجویند نزاع

عمر خسرو طلب ار نفع جهان می طلبی — که وجودیست عطابخش و کریم نفاع

مظهر لطف ازل روشنی چشم امل — جامع علم و عمل جان جهان شاه شجاع

حافظ ار باده خوری با صنم گلرخ خور
که ازین به نبود در دو جهان هیچ متاع

در وفای عشق تو مشهور خوبانم چو شمع — شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع

کوه صبرم نرم شد چون موم از دست غمت — تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع

بی جمال عالم آرای تو روزم چون شب ست — با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع

رشتهٔ صبرم بمقراض غمت ببریده شد — همچنان در آتش هجر تو سوزانم چو شمع

گر کمیت اشک گلگونم نبودی تند رو — کی شدی پیدا بگیتی راز پنهانم چو شمع

روز و شب خوابم نمی آید بچشم غم پرست — بسکه در بیماری هجر تو گریانم چو شمع

در میان آب و آتش همچنان سرگرم تست — این دل زار و نزار و اشکبارانم چو شمع

در شب هجران مرا پروانهٔ وصلی فرست — ورنه از آهی جهانی را بسوزانم چو شمع

سرفرازم کن شبے از وصلِ خود ای ماہرو　　　تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع

ہمچو صبحم یک نفس باقیست بے دیدارِ تو　　　چہرہ بنما دلبرا تا جان بیفشانم چو شمع

آتشِ مہرِ ترا حافظ عجب درسر گرفت

آتشِ دل کے بآبِ دیدہ بنشانم چو شمع

سحر چو بلبلِ بیدل دمے شدم در باغ　　　کہ تا چو بلبلِ بیدل کنم علاجِ دماغ

بچہرۂ گلِ سوری نگاہ میکردم　　　کہ بود در شبِ تارے بروشنی چو چراغ

چنان بحسن و جوانی خویشتن مغرور　　　کہ داشت از دلِ بلبل ہزار گونہ فراغ

کشادہ نرگسِ رعنا بحسرت آب ز چشم　　　نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ

زبان کشیدہ چو تیغے بسرزنش سوسن　　　دہان کشادہ شقایق چو مردمانِ بلاغ

یکے چو بادہ پرستان صراحی اندر دست　　　یکے چو ساقیِ مستان بکف گرفتہ ایاغ

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت دان

کہ حافظا نبود بر رسول غیرِ بلاغ

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف　　　گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

طرفِ کرم ز کس نبست این دلِ پر امیدِ من　　　گرچہ صبا ہمی برد قصۂ من بہر طرف

چند بناز پرورم مہرِ بتانِ سنگدل　　　یاد پدر نمیکنند این پسرانِ ناخلف

از خمِ ابروِ توام هیچ کشایشی نشد　　وه که درین خیالِ کج عمرِ عزیز شد تلف

من بخیالِ زاهدی گوشه‌نشین و طرفه آنکه　　مغبچهٔ ز هر طرف میزندم بچنگ و دف

ابروی دوست کی شود دستکشِ خیالِ من　　کس نزدست زین کمان تیرِ مراد بر هدف

بیخبرند زاهدان نقش بخوان و لاتقل　　مستِ ریاست محتسب باده بنوش و لاتخف

صوفی شهر بین که چون لقمهٔ شبهه می‌خورد　　بالُ و دمش دراز باد این حیوانِ خوش علف

من بکدام دل خوشی می خورم و طرب کنم　　کز پس و پیش خاطرم لشکرِ غم کشیده صف

حافظ اگر قدم زنی در رهِ خاندانِ عشق
بدرقهٔ رهت شود همتِ شحنهٔ نجف

زبانِ خامه ندارد سرِ بیانِ فراق　　وگرنه شرح دهم باتو داستانِ فراق

رفیقِ خیلِ خیالیم و همرکابِ شکیب　　قرینِ محنت و اندوه و همقرانِ فراق

دریغ مدتِ عمرم که برامیدِ وصال　　بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق

سری که بر سرِ گردون بفخر می‌سودم　　ز روی عجز نهادم بر آستانِ فراق

چگونه باز کنم بال در هوای وصال　　که ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق

بسی نماند که کشتیِ عمر غرقه شود　　ز موجِ شوقِ تو در بحرِ بیکرانِ فراق

فلک چو دید سرم را اسیرِ چنبرِ عشق　　ببست گردنِ صبرم بریسمانِ فراق

کنون چه چاره که در بحر غم بگردابی — فتاده کشتی صبرم ز بادبان فراق

چگونه دعوی وصلت کنم بجان که شدست — تنم وکیل قضا و دلم ضمان فراق

فراق و هجر که آورد درجهان یا رب — که روی هجر سیه باد و خانمان فراق

بپای شوق گر این ره بسر شدی حافظ
بدست هجر ندادی کسی عنان فراق

مباد کس چو من خسته مبتلای فراق — که عمر من همه بگذشت در بلای فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگردان — کشیده محنت ایام و دردهای فراق

اگر بدست من افتد فراق را بکشم — بآب دیده دهم باز خونبهای فراق

کجا روم چکنم حال دل کرا گویم — که داد من بستاند دهد جزای فراق

ز درد هجر و فراقم دمی خلاصی نیست — خدای را بستان داد ده سزای فراق

فراق را بفراق تو مبتلا سازم — چنانکه خون بچکانم ز دیدهای فراق

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا — مگر که زاد مرا مادر از برای فراق

بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری
زند بروز و شبان خونفشان نوای فراق

مقام امن و می بیغش و رفیق شفیق — گرت مدام میسر شود زهی توفیق

جهان و کارِ جهان جمله هیچ در هیچ است | هزار بار من این نکته کرده ام تحقیق
دریغ و درد که تا این زمان ندانستم | که کیمیاے سعادت رفیق بود رفیق
بمامنے رو و فرصت شمر غنیمت وقت | که در کمینگهِ عمر ند قاطعان طریق
کجاست اہلِ دلے تا کند دلالتِ خیر | که ما بدوست نبردیم ره بهیچ طریق
فداے غمزهٔ ساقی هزار جان آن دم | که ترکنند لبِ لعل از شرابِ همچو عقیق
حلاوتے که ترا در چهٔ زنخدان ست | بکنهِ او نرسد صد هزار فکرِ عمیق
اگرچه مهے میانت بچون من سے نرسد | خوش ست خاطرم از فکرِ این خیالِ دقیق
ازان برنگِ عقیق ست اشکِ من همه وقت | که مهرِ خاتمِ چشمِ من ست همچو عقیق
بیا که تو بهٔ زِ لعلِ نگار و خندهٔ جام | تصوریست که عقلش نمیکند تصدیق

بخنده گفت که حافظ غلامِ طبعِ توام
ببین که تا بچه قدرم همیکند تحمیق

اگر شراب خوری جرعهٔ فشان بر خاک | ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک
بزن براوجِ فلک خیمه یا سرادقِ عشق | که خود برد اجلت ناگهان بتیره مغاک
مخور دریغ و بخور مے بشاهد و دف و چنگ | که بے دریغ زند روزگار تیغِ هلاک
بخاکِ پاے تو اے سروِ ناز پرورِ من | که روزِ واقعه پا وا مگیر از سرِ خاک

چه دوزخی چه بهشتی چه آدمی چه ملک | بمذهب همه کفر طریقت است امساک
فریب دختر رز طرفه میزند ره عشق | مباد تا بقیامت خراب طارم تاک

براه میکده حافظ خوش از جهان رفتی
دعاے اهل دلت باد مونس دل پاک

اے دل ریش مرا بالب تو حق نمک | حق نگهدار که من میروم الله معک
توئی آن گوهر یک دانه که در عالم قدس | ذکر خیر تو بود حاصل تسبیح ملک
در خلوص منت ارهست شکے تجربه کن | کس عیار زر خالص نشناسد چو محک
گفته بودی که شوم مست و دو بوست دهم | وعده از حد بشد و ما نه دو دیدیم و نه یک
بکشا پسته خندان و شکر ریزی کن | خلق را از دهن خویش منیداز بشک
چرخ برهم زنم ار جز بمرادم گردد | من نه آنم که زبونی کشم از چرخ فلک

چون بر حافظ خویشش نگذاری بارے
اے رقیب از برش یک دو قدم پیشترک

اے پیک پے خجسته چه نامی فدیت لک | هرگز سیاه چرده ندیدم باین نمک
خوبان سزد که بر درت آیند جملگی | وانگاه خاک پاے تو بوسند یک بیک
هم ظاهر از دو چشم تو در دیده مردمی | هم روشن از دو لعل تو در دیده مردمک

آدم ز حسنِ روے تو گر بہرہ داشتے
از دیدنش بسجدہ نپرداختے ملک

صورتگرانِ چین گر آن چہرہ بنگرند
نقشِ نگارخانۂ چین افگنند حک

از طرفِ بامِ روی چو ماہِ تو ہر شبے
مانندِ آفتاب ہمی تابد از فلک

در دوستیِ حافظ اگر نیستت یقین
زر خالص ست و باک نمیدارد از محک

ہزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک
گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک

مرا امیدِ وصالِ تو زندہ میدارد
وگرنہ ہر دمم از ہجرِ تست بیمِ ہلاک

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک

رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات
بود صبور دل اندر فراقِ تو حاشاک

بضربِ سیفک قتلی حیاتنا ابداً
فان روحی قد طاب ان یکون فداک

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند
بقدرِ بینشِ خود ہر کسے کند ادراک

عنان نہ پیچم اگر میزنی بشمشیرم
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

بچشمِ خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روے مسکنت بر خاک

اگر بکوے تو باشد مرا مجال وصول | رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول
قرار بردہ ز من آن دو سنبل مشکین | خراب کردہ مرا آن دو نرگس مکحول
دل از جواہر مہر تو صیقلے دارد | بود ز زنگ حوادث ہر آئنہ مصقول
من شکستہ بدحال زندگی یابم | دران زمان کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول
چہ جرم کردہ ام ای جان و دل بحضرت تو | کہ طاعت من بیدل نمے شود مقبول
چو بر در تو من بینواے زر زر دو | بہیچ باب ندارم رہ خروج و دخول
کجا روم چکنم حال دل کرا گویم | کہ گشتہ ام ز غم و جور روزگار ملول
خراب تر ز دل من غم تو جاے نیافت | کہ ساخت در دل تنگم قرارگاہ نزول

بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ
رموز عشق مکن فاش پیش اہل عقول

اے بردہ دلم را تو بدین شکل و شمائل | پرواے کست نیست جہانے بتو مائل
گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جان | پیش تو چہ گویم کہ چہا میکشم از دل
وصف لب لعل تو چگویم بر قیبان | نیکو نبود معنے نازک بر جاہل
ہر روز چو حسنت زدگر روز فزونست | مہ را نتوان کرد بروے تو مقابل
دل بردی و جان میدہمت غم چہ فرستی | چون نیک حریفیم چہ حاجت بمحصل

حافظ چو تو پا در حرمِ عشق نهادی
در دامنِ او دست زن و از همه بگسل

ای رخت چون خلد و لعلت سلسبیل — سلسبیلت کرده جان و دل سبیل
سبز پوشانِ خطت بر گردِ لب — همچو مورانند گردِ سلسبیل
ناوکِ چشمِ تو در هر گوشهٔ — همچو من افتاده دارد صد قتیل
یارب این آتش که در جانِ منست — سرد کن زانسان که کردی بر خلیل
من نمی یابم مجالِ ای دوستان — گرچه او دارد جمالی بس جمیل
پای ما لنگست و منزل بس دراز — دستِ ما کوتاه و خرما بر نخیل
حسنِ این نظم از بیان مستغنیست — بر فروغ خور کسی جوید دلیل
آفرین بر کلکِ نقاشی که داد — بکرِ معنی را چنان حسنِ جمیل
معجزست این شعر یا سحرِ حلال — هاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعری زین نمط — کس نیارد سُفت دُرّی زین قبیل

حافظ از سرپنجهٔ عشقِ نگار
همچو مور افتاده زیرِ پای پیل

بعد گل شدم از توبهٔ شراب خجل — که کس مباد ز کردارِ ناصواب خجل

صلاح من همه دام رهیست و من زین بحث
نیم ز شاهد و ساقی بهیچ باب خجل

ز خون که رفت مرا دوش در سراچهٔ چشم
شدیم در نظر رهروان خواب خجل

تو خوبروی تری ز آفتاب شکر خدا
که نیستم ز تو در روی آفتاب خجل

رواست نرگس مست ار فگند سر در پیش
که شد ز شیوهٔ آن چشم پر عتاب خجل

بود که یار نپرسد گنه ز خلق کریم
که از سوال ملولیم و از جواب خجل

بزیر لب نه چه رو جام زهر خنده زند
اگر نه از لب لعل تو شد شراب خجل

رخ از جناب تو عمریست تا نتافته ام
نیم بیاری توفیق ازین جناب خجل

ازان نهفته رخ خویش در نقاب صدف
که شد ز نظم خوشش لولوی خوشاب خجل

حجاب ظلمت ازان بست آب خضر که گشت
ز نظم حافظ و این طبع همچو آب خجل

خوش خبر باش ای نسیم شمال
که بما میرسد زمان وصال

ما لسلمی ومن بذی سلم
این جیراننا وکیف الحال

عرصهٔ بزمگاه خالی ماند
از حریفان و رطل مالامال

عفت الدار بعد عافیة
فاسئلوا حالها عن الاطلال

سایه افگند حالیا شب هجر
تا چه بازند شبروان خیال

قصۃ العشق لاانفصام لھا | وصمت ہہنا لسان الحال
ترک ما سوے کس نمے نگرد | آہ ازین کبریا و جاہ و جلال
یا بریدا لحمٰے حماک اللہ | مرحبا مرحبا تعال تعال

حافظا عشق و صابری تا چند
نالۂ عاشقان خوش ست بنال

دارای جہان نصرت دین خسرو کامل | یحیی بن مظفر ملک عالم و عادل
اے آنکہ در اسلام پناہ تو کشودہ | بر روی جہان روزنۂ جان و تن و دل
تعظیم تو بر جان و خرد واجب و لازم | انعام تو بر کون و مکان فائض و شامل
روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی | بر روی مہ افتاد کہ شد حل مسائل
خورشید چو آن خال سیہ دید بدل گفت | اے کاش کہ من بودمے آن بندۂ مقبل
شاہا فلک از بزم تو در رقص و سماع ست | دست طرب از دامن این سلسلہ مگسل
مے نوش و جہان بخش کہ از زلف کمندت | شد گردن بدخواہ گرفتار سلاسل
چون دور فلک یکسرہ بر منہج عدل ست | خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

حافظ قلم شاہ جہان مقسم رزق ست
از بہر معیشت مکن اندیشۂ باطل

رہروان را عشق بس باشد دلیل آب چشم اندر رہش کردم سبیل

موج اشک ما کے آرد در حساب آنکہ کشتی راند در خون قتیل

اختیاری نیست بدنامی ما ضلّنی فی العشق من یہدی السبیل

بے مے و مطرب بفردوسم مخوان راحتی فی الراح لا فی السلسبیل

آتش روی بتان بر خود مزن ورنہ از آتش گذر کن چون خلیل

یا مکن با پیلبانان دوستی یا بنا کن خانۂ در خورد پیل

یا بنہ بر خود کہ مقصد کم کنے یا منہ پائے اندرین رہ بے دلیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی یا فرو بر جامۂ تقوے بہ نیل

شاہ عالم را بقا و عز و مال باد و ہر چیزے کہ خواہد زین قبیل

حافظ اگر معنی داری بیار

ورنہ دعوی نیست غیر از قال و قیل

ہر نکتۂ کہ گفتم در وصف آن شمائل ہر کس شنید گفتا للہ در قائل

دل دادہ بیارے عاشق کشے نگارے مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل

تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل

گفتم کہ کے ببخشی بر جان ناتوانم گفت آن زمان کہ نبود جان در میانہ حائل

حلاج بر سرِ دار این نکته خوش سراید　　از شافعی مپرسید امثالِ این مسائل

در دا که بر درِ خود بارم نداد دلبر　　چندانکه از جوانب انگیختم وسائل

در عینِ گوشه گیری بودم چو چشمِ مستت　　اکنون شدم چو مستانِ بر ابرویت مائل

از آبِ دیده صد ره طوفانِ نوح دیدم　　از لوحِ سینه هرگز نقشت نگشت زائل

اے دوست دستِ حافظ تعویذ چشم زخم ست
آیا بود که بینم در گردنت حمائل

هر کس که ندارد بجهان مهرِ تو در دل　　حقا که بود طاعتِ او ضائع و باطل

بر داشتن از عشقِ تو دل فکرِ محال ست　　از جانِ خود آسان بود از عشقِ تو مشکل

از عشقِ تو ناصح چه مرا منع نماید　　اے دوست مگر هم تو کنی حلِ مسائل

گشتیم جهان را که به بینیم وندیدیم　　همچون تو کسے زیبا در شکل و شمائل

اے زاهدِ خود بین بدرِ میکده بگذر　　آن دلبرِ من بین که بود میر قبائل

از وصلِ تو گشتند رقیبان ز طمع دست　　چون گشت مرا کامِ دل از لعلِ تو حاصل

حافظ تو بروی بندگی پیرِ مغان کن
بر دامنِ او دست زن و از همه بگسل

بسحرِ چشمِ تو اے لعبتِ خجسته خصال　　برمزِ خطِ تو اے آیتِ همایون فال

بنوشِ لعلِ تو اے آبِ زندگانیِ من | برنگ و بوی تو اے نوبہارِ حسن و جمال
بآن صحیفۂ عارض کہ گشت گلشنِ چشم | بآن حدیقۂ بینش کہ شد مقالِ خیال
بآن عقیق کہ مارا ست مہرِ خاتمِ چشم | بآن گہر کہ شمار است در بلیغ مقال
بطیبِ خلقِ تو و نفحۂ شمامۂ گل | ببوے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال
بجلوہاے تو و شیوہاے رفتنِ چشم | بعشوہاے تو و غمزہاے چشمِ غزال
بگردِ راہِ تو یعنی بسایۂ امید | بخاکِ پاے تو یعنی برشکِ آبِ زلال
بسرو و ماہِ نمایت بآفتابِ بلند | بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال

کہ بے رضاے تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چہ جاے مال و منال

شمیمِ روح و داد و سمت برقِ وصال | بیا کہ بوے ترا میرم اے نسیمِ وصال
احادیا بجمالِ حبیب قف و انزل | کہ نیست صبرِ جمیلم در اشتیاقِ جمال
شکایتِ شبِ ہجران فرو گذار اے دل | بشکرِ آنکہ برافگند پردہ روزِ وصال
چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواہد | توان گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال
بیا کہ پردۂ گل زیرہفت خانۂ چشم | کشیدہ ایم بتحریرِ کارگاہِ خیال
بجز خیالِ دہانِ تو نیست در دلِ تنگ | کہ کس مباد چو من در پئی خیالِ محال

ملالِ مصلحتے می نمایم از جانان | کہ کس بعہد نماند زجانِ خود بملال
مراد نیست پریشان بدستِ غم پایال | چنانکہ ہیچکسش نیست واقفِ احوال

قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب ولے
بخاکِ ما گذرے کن کہ خونِ مات حلال

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل | تا بشکنیم توبہ دگر در میانِ گل
کوری خار خندہ زنان تا چمن رویم | چون بلبلان نزول کنیم آشیانِ گل
در صحنِ بوستان قدحِ بادہ نوش کن | کایاتِ خوشدلی بہ پیدا زبانِ گل
گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق | یار و شراب خواہ و سرا بوستانِ گل

حافظ وصالِ گل طلبی ہمچو بلبلان
جان کن فدائے خاکِ رہ باغبانِ گل

آنکہ پایالِ جفا کردہ چو خاکِ راہم | خاک مے بوسم و عذر کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا | چاکرِ معتقد و بندۂ دولتخواہم
ذرۂ خاکم و در کوی توام وقتِ خوش است | ترسم اے دوست کہ بادے ببرد ناگاہم
صوفیِ صومعۂ عالمِ قدسم لیکن | حالیا دیرِ مغانست حوالت گاہم
بستہ ام در خمِ گیسوے تو امید دراز | آن مبادا کہ کند دستِ طلب کوتاہم

پیر میخانه سحر جام جهان بینم داد | واندران آینه از حسن تو کرد آگاهم
با من راه نشین خیز و سوی میکده آی | تا ببینی که دران حلقه چه صاحب جاهم
برسر شمع قدت شعله صفت می لرزم | گرچه دانم که هوای تو کشد ناگاهم
خوشم آمد که سحر خسرو خاور میگفت | با همه پادشهی بندهٔ توران شاهم

مست بگذشتی و از حافظت اندیشه نبود
آه اگر دامن حسن تو بگیرد آهم

بارها گفته ام و بار دگر میگویم | که من دلشده این ره نه بخود می پویم
در پس آینه طوطی صفتم داشته اند | آنچه استاد ازل گفت بگو می گویم
من اگر خارم اگر گل چمن آرایی هست | که ازان دست که می پروردم می رویم
دوستان عیب من بیدل حیران مکنید | گوهری دارم و صاحب نظری می جویم
گرچه با دلق ملمع می گلگون عیب است | مکنم عیب کزو رنگ ریا می شویم
خنده و گریهٔ عشاق ز جایی دگر است | می سرایم بشب و وقت سحر می مویم

حافظم گفت که خاک در میخانه مبوی
گو مکن عیب که من مشک ختن می بویم

بازآی ساقیا که هواخواه خدمتم | مشتاق بندگی و دعاگوی دولتم

زانجا کہ فیضِ جامِ سعادت فروغِ تست | بیرون شدن نمائے ز ظلماتِ حیرتم
هر چند غرقِ بحرِ گناهم ز شش جهت | تا آشنائے عشق شدم ز اهلِ رحمتم
عیبم مکن برندی و بدنامی اے فقیہ | کاین بود سرنوشت ز دیوانِ فطرتم
مے خور کہ عاشقی نہ بکسب ست و اختیار | این موهبت رسید ز دیوانِ قسمتم
گردم زنی ز طرۂ مشکینِ آن نگار | فکرے کن اے صبا ز مکافاتِ غیرتم
در ابروِ تو تیرِ نظر تا بگوشِ هوش | آوردہ و کشیدہ و موقوفِ فرصتم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمرِ خویش | در عشقِ دیدنِ تو هوا خواهِ غربتم
دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف | اے خضرِ پے خجستہ مدد کن بہمتم
دورم بصورت از درِ دولتسرای دوست | لیکن بجان و دل ز مقیمانِ حضرتم

حافظ بپیشِ چشمِ تو خواہد سپرد جان
دراین خیالم ار بدہد عمر مہلتم

برخیز تا طریقِ تکلف رہا کنیم | دکانِ معرفت بدو جو پر بہا کنیم
بر دیگران نگارِ قبا پوش بگذرد | ما نیز جامہ هاے صبوری قبا کنیم
هفتا د زلت از نظرِ خلق در حجاب | بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنیم
آنکو بغیرِ سابقہ چندین نوخت کرد | ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم

گر یک شبی بدست من افتد نگار من   مشکل بود که دامنش از کف رها کنیم

گفتم نگشت کام دلم حاصل از لبت   گفتا تو صبر کن که مرادت روا کنیم

حافظ وفا نمیکند ایام سست عهد

این پنج روزه عمر بیا تا وفا کنیم

بشری اذ السلامة حلت بذی سلم   لله حمد معترف غایة النعم

آن خوشخبر کجاست کزین فتح مژده داد   تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم

از بازگشت شاه چه خوش طرفه نقش بست   آهنگ خصم او بسراپردهٔ عدم

پیمان شکن هرآینه گردد شکسته دل   ان العهود عند ملوک النهی ذمم

در نیل غم فتاد سپهرش بطعنه گفت   الآن قد ندمت و ما ینفع الندم

می جست از سحاب امل رحمتی ولی   جز دیده اش معاینه بیرون نداد نم

ساقی بیا که دور گل است و زمان عیش   پیش آر جام و هیچ مخور غم ز بیش و کم

ای دل تو جام جم مطلب ملک جم مخواه   کین بود قول بلبل بستان سرای جم

چون خون خصم همچو صراحی بریختی   با دوستان بعیش و طرب گیر جام جم

بشنو ز جام باده که این زال نو عروس   بسیار کشت شوهر چون کیقباد و جم

حافظ بکنج میکده دارد قرارگاه   کالطیر فی الحدیقة واللیث فی الاجم

بعزمِ توبہ سحر گفتم استخارہ کنم — بہارِ توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم

سخن درست بگویم نمیتوانم دید — کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم

بدورِ لالہ دماغِ مرا علاج کنید — گر از میانۂ اہلِ طرب کنارہ کنم

اگر شبے بزبانم حدیثِ توبہ رود — ز بے طہارتی آن را بمی غرارہ کنم

بتختِ گل بنشانم بتے چو سلطانے — ز سنبل و سمنش سازِ طوق و یارہ کنم

مرا کہ نیست رہ و رسمِ لقمہ پرہیزے — ہمان بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم

ز روی دوست مرا چون گلِ مراد نشگفت — حوالۂ سرِ دشمن بسنگِ خارہ کنم

گدای میکدہ ام لیک وقتِ مستی بین — کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

اگر زلعلِ لبِ یار بوسہ یابم — جوان شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم

چو غنچہ بالبِ خندان بیادِ مجلسِ شاہ — پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ — مرا چہ سود کہ منعِ شرابخوارہ کنم

ز بادہ خوردنِ پنہان ملول شد حافظ
ببانگِ بربط و نے رازش آشکارہ کنم

بغیر ازانکہ بشد دین و دانش از دستم — دگر بگو کہ ز عشقت چہ طرف بر بستم

اگرچہ خرمنِ عمرم غمِ تو داد بباد — بخاکِ پاے عزیزت کہ عہد نشکستم

چو ذره گرچه حقیرم ببین بدولت عشق / که در هوای رخت چون بمهر پیوستم

بیار باده که عمریست تا من از سر مهر / بکنج عافیت از بهر عیش ننشستم

اگر ز مردم هشیاری ای نصیحتگو / سخن بخاک میفکن چرا که من مستم

چگونه سر ز خجالت بر آورم بر دوست / که خدمتی بسزا بر نیامد از دستم

بسوخت حافظ و آن یار دلنواز نگفت

که مرهمی بفرستم چو خاطرش خستم

بگذار تا بشارع میخانه بگذریم / کز بهر جرعهٔ همه محتاج این دریم

جائیکه تخت و مسند جم میرود بباد / گر غم خوریم خوش نبود به که می خوریم

تا بو که دست در کمر او توان زدن / در خون دل نشسته چو یاقوت احمریم

روز نخست چون دم رندی زدیم و عشق / شرط آن بود که جز ره این شیوه نسپریم

واعظ مکن نصیحت شوریدگان که ما / با خاک کوی دوست بفردوس ننگریم

زان پیشتر که عمر گرانمایه بگذرد / بگذار تا قیامت وی تو بنگریم

چون صوفیان بحالت رقصند در سماع / ما نیز هم بشعبده دستی بر آوریم

از جرعهٔ تو خاک زمین قدر لعل یافت / بیچاره ما که پیش تو از خاک کمتریم

حافظ چو ره بکنگرهٔ کاخ وصل نیست / با خاک آستانهٔ این در بسر بریم

به تیغم گر زند دستش نگیرم ‏ وگر تیرم زند منت پذیرم

کمان ابروی ما را گو مزن تیر ‏ که پیش دست و بازویت بمیرم

غم گیتی چو از پایم درآورد ‏ بجز ساغر نباشد دستگیرم

برآی ای آفتاب صبح امید ‏ که در دست شب هجران اسیرم

چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی ‏ بسیب بوستان و جوی شیرم

من آن مرغم که هر شام و سحرگاه ‏ رسد تا سدره آواز صفیرم

بفریادم رس ای پیر خرابات ‏ بیک جرعه جوانم کن که پیرم

بگیسوی تو خوردم دوش سوگند ‏ که از پای تو من سر برنگیرم

بسوز این خرقهٔ تقوی چو حافظ

که گر آتش شوم در وی نگیرم

بمژگان سیه کردی هزاران رخنه در دینم ‏ بیا کز چشم بیمارت هزاران درد برچینم

الا ای همنشین دل که یارانت برفت از یاد ‏ مرا روزی مباد آن دم که بی یاد تو بنشینم

ز تاب آتش دوری شدم غرق عرق چون گل ‏ بیار ای باد شبگیری نسیمی زان عرق چینم

شب رحلت هم از بستر روم تا قصر حورالعین ‏ اگر در وقت جان دادن تو باشی شمع بالینم

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز ‏ که غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم

اگر بر جای من غیری گزیند دوست حاکم اوست　　حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم

جهان پیر است بی بنیاد ازین فرهادکش فریاد　　که کرد افسون و نیرنگش ملول از جان شیرینم

جهانِ فانی و باقی فدای شاهد و ساقی　　که سلطانیِ عالم را طفیلِ عشق می‌بینم

رموزِ عشق و سر مستی ز من بشنو نه از واعظ　　که با جام و قدح هر شب قرینِ ماه و پروینم

حدیثِ آرزومندی که در این نامه ثبت افتاد

همانا بی غلط باشد که حافظ داد تلقینم

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم　　فلک را سقف بشکافیم و طرحِ نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیزد که خونِ عاشقان ریزد　　من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم

چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش　　که دست افشان غزل خوانیم و پاکوبان سر اندازیم

صبا خاکِ وجودِ ما بآن عالیجناب انداز　　بود کان شاهِ خوبان را نظر بر منظر اندازیم

یکی از عشق می لافد دگر طامات می باقد　　بیا کاین داوریها را به پیشِ داور اندازیم

بهشتِ عدن اگر خواهی بیا با ما بمیخانه　　که از پای خمت یکسر بحوضِ کوثر اندازیم

شرابِ ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم　　نسیمِ عطرگردان را شکر در مجمر اندازیم

بیا جانا منور کن ز رویت مجلسِ ما را　　که در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز　　بیا حافظ که ما خود را بملکِ دیگر اندازیم

بے تو اے سروِ روان با گل و گلشن چہ کنم — زلفِ سنبل چہ کشم عارضِ سوسن چہ کنم

آہ کز طعنۂ بدخواہ ندیدم رویت — نیست چون آینہ ام روی ز آہن چہ کنم

برو اے زاہد و بر دردکشان خورده مگیر — کارفرمای قدر میکند این من چہ کنم

برقِ غیرت چو چنین می جہد از مکمنِ غیب — تو بفرما کہ منِ سوختہ خرمن چہ کنم

مددے گر بچراغے نکند آتشِ طور — چارۂ تیرہ شبِ وادیِ ایمن چہ کنم

شاہِ ترکان چو پسندید و بچاہم انداخت — دستگیر ار نشود دستِ تہمتن چہ کنم

خونِ من ریختے از ناوکِ دلدوز فراق — خود بگو با تو من اے دیدۂ روشن چہ کنم

[illegible]

حافظا خلدِ برین خانۂ موروثِ من ست
اندرین منزلِ ویرانہ نشیمن چہ کنم

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم — دولت غلامِ من شد و اقبال چاکرم

شد سالہا کہ از سرِ من بخت رفتہ بود — از دولتِ وصالِ تو باز آمد از درم

بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا — در خواب اگر خیالِ تو گشتے مصوّرم

من عمر در غمِ تو بپایان برم ولے — باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم

زان شب کہ باز در دلِ تنگم در آمدی — صد شمع در گرفت دماغِ معطّرم

دردِ مرا طبیب نداند دوا کہ من — بے دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم

گفتی بیار رخت اقامت بکوی ما — من خود بجان خود که ازین کوی نگذرم

هر کس غلام شاهی و مملوک صاحبیست

حافظ کمینه بندهٔ سلطان کشورم

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم — ترا می بینم و شوقم زیادت می شود هردم

بسامانم نمی پرسی نمیدانم چه سر داری — بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم

نه راهست اینکه بگذاری مرا بر خاک و بگریزی — گذاری آر و بازم پرس تا خاک رهت گردم

ندارم دست از دامن بجز در خاک و آن دم هم — چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم

فرو رفت از غم عشقت دمم دم میدهی تا کی — دمار از من بر آوردی نمیگوئی بر آوردم

شبی دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم — رخت میدیدم و جامی ز لعلت باز میخوردم

کشیدم در برت ناگاه و شد در تاب گیسویت — نهادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم

تو خوش میباش با حافظ برو گو خصم جان میده

چو گرمی تو می بینم چه باک از خصم دم سردم

تو همچو صبحی و من شمع خلوت سحرم — تبسمی کن و جان بین که چون همی سپرم

چنین که در دل من داغ زلف سرکش تست — بنفشه زار شود تربتم چو در گذرم

بر آستان امیدت گشاده ام در چشم — که یک نظر فگنی چون فگندی از نظرم

غلامِ مردمِ چشمم کہ با سیاہ دلی | ہزار قطرہ ببارد چو دردِ دل شمرم
چہ شکر گویمت ای خیلِ غم عفاک اللہ | کہ روزِ بیکسی آخر نمیروی زسرم
بہر نظر بتِ ما جلوہ میکند لیکن | کس آن کرشمہ نہ بیند کہ من ہمے نگرم

بخاکِ حافظ اگر یار بگذرد چو نسیم
چو غنچہ در لحدِ تنگ خود کفن بدرم

چرا نہ درپے عزمِ دیارِ خود باشم | چرا نہ خاکِ کفِ پاے یارِ خود باشم
غمِ غریبی و غربت چو بر نمے تابم | بشہرِ خود روم و شہریارِ خود باشم
ز محرمانِ سراپردۂ وصال شوم | ز بندگانِ خداوندگارِ خود باشم
چو کارِ عمر نہ پیداست بارے آن اولے | کہ روزِ واقعہ پیشِ نگارِ خود باشم
ز دستِ بختِ گران خوابِ کارِ بیلیان | اگر کنم گلۂ رازدارِ خود باشم
ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود | دگر بکوشم و مشغولِ کارِ خود باشم

بود کہ لطفِ ازل رہنمون شود حافظ
وگرنہ تا ابد شرمسارِ خود باشم

چل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم | کز چاکرانِ پیرِ مغان کمترین منم
ہرگز بمینِ عاطفتِ پیرِ میفروش | ساغر تہی نشد ز مے صاف روشنم

در حقِ من بدرد کشی ظنِ بد مبر — کالوده گشت خرقه ولے پاکدامنم

شهبازِ دستِ پادشهم این چه حالتست — کز یاد برده اند هوائے نشیمنم

حیف ست بلبلے چو من اکنون درین قفس — با این لسانِ عذب که خامش چو سوسنم

آب و هوای پارس عجب سفله پرورست — کو همرهے که خیمه ازین خاک برکنم

توران شہ خجسته که در من مزیدِ فضل — شد منّتِ مواهبِ او طوقِ گردنم

حافظ بزیرِ خرقه قدح تا بکے کشے
در بزمِ خواجه پرده زکارت برافگنم

حاشا که من بموسمِ گل ترکِ مے کنم — من لافِ عقل میزنم این کار کے کنم

مطرب کجاست تا همه محصولِ زهد و علم — در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم

از قال و قیلِ مدرسه حالے دلم گرفت — یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم

کو پیکِ صبح تا گله هاے شبِ فراق — با آن خجسته طالعِ فرخنده پے کنم

کے بود در زمانه وفا جامِ مے بیار — تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم

از نامهٔ سیاه نترسم که روزِ حشر — با فیضِ لطفِ او صد ازین نامه طے کنم

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشته اند — با مدعی بگو که چرا ترکِ مے کنم

این جانِ عاریت که بحافظ سپرد دوست — روزے رخش ببینم و تسلیمِ وے کنم

حالیا مصلحتِ وقت در آن می بینم | که کشم رخت بمیخانه و خوش بنشینم
جز صراحی و کتابم نبود یار و ندیم | تا حریفانِ دغا را بجهان کم بینم
بسکه در خرقهٔ سالوس زدم لافِ صلاح | شرمسارِ رُخِ ساقی و مئے رنگینم
جامِ مے گیرم و از اهلِ ریا دور شوم | یعنی از اهلِ جهان پاکدلی بگزینم
سر بآزادگی از خلق برآرم چون سرو | گر دهد دست که دامن ز جهان برچینم
سینهٔ تنگِ من و بارِ غمِ او هیهات | مرد این بارِ گران نیست دلِ مسکینم
دل و جانم بخیالِ سرِ زلفِ تو بسوخت | درگوا بایدت اینک نفسِ مشکینم
بر دلم گردِ ستمهاست خدا را مپسند | که مکدر شود آئینهٔ مهر آئینم
بندهٔ آصفِ عهدم دلم آزرده مکن | که اگر دم زنم از چرخ بخواهد کینم

من اگر رندِ خراباتم وگر حافظِ شهر
این متاعم که تو مے بینی و کمتر زینم

حجابِ چهرهٔ جان می شود غبارِ تنم | خوشا دمے که ازین چهره پرده برفکنم
چنین قفس نه سزای من خوش الحان ست | روم بگلشنِ رضوان که مرغِ آن چمنم
عیان نشد که چرا آمدم کجا بودم | دریغ و درد که غافل ز کارِ خویشتنم
چگونه طوف کنم در فضای عالمِ قدس | چو در سراچهٔ ترکیبِ تختہ بندِ تنم

اگر ز خونِ دلم بوے عشق می آید | عجب مدار که همدردِ نافهٔ ختنم
مرا که منظرِ حور است مسکن و ماوے | چرا بکوے خراباتیان بود وطنم
طراز پیرهنِ زرکشم مبین چون شمع | که سوزهاست نهانی درونِ پیرهنم

بیا و هستیِ حافظ ز پیش او بردار
که با وجودِ تو کس نشنود ز من که منم

خرم آن روز کزین منزلِ ویران بروم | راحتِ جان طلبم وز پے جانان بروم
گرچه دانم که بجائے نبرد راه غریب | من بہ بوی خوشِ آن زلفِ پریشان بروم
چون صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت | بهواداریِ آن سروِ خرامان بروم
دلم از وحشتِ زندانِ سکندر بگرفت | رخت بربندم و تا ملکِ سلیمان بروم
در رهِ او چو قلم گر بسرم باید رفت | با دلِ در دکش و دیدهٔ گریان بروم
نذر کردم که گر این غم بسر آید روزے | تا درِ میکده شادان و غزلخوان بروم
بهواداریِ او ذره صفت رقص کنان | تا لبِ چشمهٔ خورشیدِ درخشان بروم
نازکان را چو غمِ حالِ گرفتاران نیست | ساربانان مددے تا خوش و آسان بروم

ور چو حافظ نبرم ره ز بیابان بیرون
همرهِ کوکبهٔ آصفِ دوران بروم

خیالِ روے تو در کارگاہ دیدہ کشیدم — بصورتِ تو نگارے ندیدم و نشنیدم

امیدِ خواجگیم بود بندگیِ تو کردم — ہواے سلطنتم بود خدمتِ تو گزیدم

اگرچہ در طلبت ہمعنانِ بادِ شمالم — بگردِ سروِ خرامانِ قامتت نرسیدم

امید در سرِ زلفت بروزِ عہد بہ بستم — طمع بدورِ دہانت ز کامِ دل ببریدم

گناہِ چشمِ سیاہِ تو بود و ناوکِ غمزہ — کہ من چو آہوے وحشی ز آدمی برمیدم

ز شوقِ چشمۂ نوشت چہ قطرہا کہ فشاندم — ز لعلِ روح‌فزایت چہ عشوہا کہ خریدم

ز غمزہ بر دلِ ریشم چہ تیرہا کہ کشادی — ز غصّہ بر سرِ کویت چہ بارہا کہ کشیدم

ز کوے یار بیار اے نسیمِ صبح غبارے — کہ بوی خونِ دلِ ریش ازان غبار شنیدم

چو غنچہ بر سرم از کوے او گذشت نسیمے — کہ پردہ بر دلِ خونین ہواے او بدریدم

بخاکِ پاے تو سوگند نورِ دیدۂ حافظ
کہ بے رخِ تو فروغ از چراغِ دیدہ ندیدم

خیالِ روے تو گر بگذرد بگلشنِ چشم — دل از پے نظر آید بسوے روزنِ چشم

بیا کہ لعل و گہر در نثارِ مقدمِ تو — ز گنج خانۂ دل میکشم بمخزنِ چشم

بنای تکیہ گہت منظرے نمی بینم — منم بعالم و این گوشۂ معینِ چشم

سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت — گرم نہ خونِ جگر می گرفت دامنِ چشم

نخست روز کہ دیدم رُخِ تو دل می گفت ۔ اگر رسد خللے خونِ من بگردنِ چشم

بموے مژدۂ وصلِ تو تا سحر ہمہ شب ۔ براہِ باد نہادم چراغِ روشنِ چشم

بمردمی کہ دلِ دردمند حافظ را

مزن بناوکِ دل دوز مردم افگن چشم
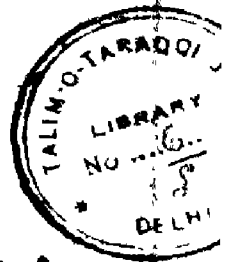
خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم ۔ بر درِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم

زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر ۔ بگدائی ز درِ میکدہ زادے طلبیم

اشکِ آلودۂ ما گرچہ روانست ولے ۔ برسالت سوئے آن پاک نہادے طلبیم

لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام ۔ اگر از جورِ غمِ عشقِ تو دادے طلبیم

نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتوان زد ۔ مگر از مردمکِ دیدہ مدادے طلبیم

عشوۂ از لبِ شیرینِ تو دل خواست بجان ۔ بشکر خندہ لبت گفت مزادے طلبیم

تا بود نسخۂ عطری دلِ سودا زدہ را ۔ از خطِ غالیہ سائے تو سوادے طلبیم

چون غمت را نتوان یافت مگر در دلِ شاد ۔ ما بامیدِ غمت خاطرِ شادے طلبیم

بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ

خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم

خیز تا خرقۂ صوفی بخرابات بریم ۔ زرق و طامات ببازارِ خرافات بریم

تا همه خلوتیان جام صبوحی گیرند | چنگ صبحی به در پیر مناجات بریم
ور نهد در ره ما خار ملامت زاهد | از گلستانش به زندان مکافات بریم
شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش | که بدین فضل و هنر نام کرامات بریم
قدر وقت ار نشناسد دل و کاری نکند | بس خجالت که ازین حاصل اوقات بریم
سوے رندان قلندر بره آورد سفر | دلق پشمینه و سجادهٔ طامات بریم
با تو آن عهد که در وادی ایمن بستیم | همچو موسیٰ ارنی گوی بمیقات بریم
فتنه میبارد ازین طاق مقرنس برخیز | تا بمیخانه پناه از همه آفات بریم
در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند | ره بپرسیم مگر پے بمهمات بریم
بادہ نوشیدن پنهان نشان کرم است | این سیاهی پرار باب کرامات بریم
خاک کوی تو بصحراے قیامت فردا | همه بر فرق سر از بهر مکافات بریم

حافظ آب رخ خود بر در هر سفله مریز
حاجت آن به که بر قاضی حاجات بریم

در خرابات مغان گر گذر افتد بازم | حاصل خرقه و سجاده روان در بازم
حلقهٔ توبه گر امروز چو زهاد زنم | خازن میکده فردا نکند در بازم
ور چو پروانه دهد دست فراغ البالے | جز بدان عارض شمعی نبود پروازم

ماجرائے دلِ سرگشتہ نگویم باکس | زانکہ جز تیغِ غمت نیست کسے دمسازم
صحبتِ حور نخواہم کہ بود عینِ قصور | با خیالِ تو اگر باد گرے پردازم
سرِ سودائے تو در سینہ بماندے پنہان | چشمِ تردامن اگر فاش نکردے رازم
مرغ سان از قفسِ خاک ہوائی گشتم | با امیدے کہ مگر صید کند شہبازم
ہمچو چنگم بکنار آر و بدہ کامِ دلم | یا چو نے از لبِ خود یک نفسے بنوازم

گر بہر موے سرے بر تنِ حافظ باشد
ہمچو زلفت ہمہ را در قدمت اندازم

در خراباتِ مغان نورِ خدا مے بینم | وین عجب بین کہ چہ نورے ز کجا می بینم
کیست دردی کشِ این میکدہ یا رب کہ درش | قبلۂ حاجت و محرابِ دعا می بینم
جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو | خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم
سوزِ دل اشکِ روان آہِ سحر نالۂ شب | این ہمہ از اثرِ لطفِ شما می بینم
خواہم از زلفِ بتان نافہ کشائی کردن | فکرِ دور است ہمانا کہ خطا می بینم
ہر دم از روے تو نقشے زندم راہِ خیال | با کہ گویم کہ درین پردہ چہا می بینم
کس ندیدست ز مشکِ ختن و نافۂ چین | آنچہ من ہر سحر از بادِ صبا می بینم
نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش | کہ من این مسئلہ بے چون و چرا می بینم

دوستان عیب نظربازی حافظ مکنید
کہ من اورا از محبانِ خدا می بینم

دردا زیارست و درمان نیز ہم ❊ دل فدائے او شد و جان نیز ہم
آنکہ میگویند آن بہتر زحسن ❊ یارِ ما این دارد و آن نیز ہم
ہر دو عالم یک فروغ روی اوست ❊ گفتمت پیدا و پنہان نیز ہم
داستان در پردہ میگوئی ولے ❊ گفتہ خواہد شد بدستان نیز ہم
یار بازا کنون بقصدِ جانِ ما ❊ عہد را بشکست و پیمان نیز ہم
خون ما آن نرگسِ مستانہ ریخت ❊ وان سرِ زلفِ پریشان نیز ہم
عاشق از مفتی نترسد مے بیار ❊ بلکہ از یرغوئے سلطان نیز ہم
اعتمادے نیست بر کارِ جہان ❊ بلکہ بر گردونِ گردان نیز ہم
چون سرآمد دولتِ شبہائے وصل ❊ بگذرد ایامِ ہجران نیز ہم

محتسب داند کہ حافظ می خورد
و آصفِ ملکِ سلیمان نیز ہم

از غمِ خویشش چنان شیفتہ کردی بازم ❊ کز خیالِ تو بجز و نیز نمی پردازم
ہر کہ از نالہ شبگیر من آگاہ شود ❊ ہیچ شک نیست کہ چون مرغ بہ اندر ازم

گفته بودی که خبر ده که ز هجرم چونی | آنچنانم که به بینی و ندانی بازم
بعد ازین با رخ خوب تو نظر خواهم باخت | گو همه خلق بدانند که شاهد بازم
عهد کردی که بسوزی ز غم خویش مرا | هیچ غم نیست تو می سوز که من می سازم
آنچنان بر دل من ناز تو خوش می آید | که حلالت بکنم گر بکشی از نازم
اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی | هم بخاک سر کوی تو بود پروازم

حافظ از جان ندهد صبر تو چون پروانه
پیش روی تو چو شمعش نفسی بگدازم

در نهانخانهٔ عشرت صنمی خوش دارم | کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم
گر بکاشانهٔ رندان قدمی خواهی زد | نقل شعر و شکرین دمی بیغش دارم
ور تو زین دست مرا بی سر و سامان داری | من به آه سحرت زلف مشوش دارم
عاشق و رندم و میخواره باواز بلند | این همه منصب از آن شوخ پریوش دارم
در چنین جلوه نماید خط زنگاری دوست | من رخ زرد بخونابه منقش دارم
ناوک غمزه بیا در زره زلف که من | جنگها با دل مجروح بلاکش دارم
یک سر موی بدست من و یک سر با دوست | سالها بر سر این موی کشاکش دارم
حافظا چون غم و شادی جهان در گذرست | بهتر آنست که من خاطر خود خوش دارم

دوستان وقتِ گل آن به که بعشرت کوشیم — سخنِ پیرِ مغان ست بجان می نوشیم

نیست در کس کرم و وقتِ طرب میگذرد — چاره آنست که سجاده بمے بفروشیم

خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست — نازنینے که برویش مے گلگون نوشیم

ارغوان سازِ فلک رہزنِ اہلِ ہنرست — چون ازین غصه ننالیم و چرا نخروشیم

گل بجوش آمد و از مے نزدیمش آبے — لاجرم ز آتشِ حرمانِ ہوس میجوشیم

حافظ این حالِ عجب با که توان گفت که ما

بلبلانیم که در موسمِ گل خاموشیم

دوش بیماریِ چشمِ تو ببرد از دستم — لیکن از لطفِ لبت صورتِ جان می بستم

عشقِ من با خطِ مشکینِ تو امروزی نیست — دیرگاه است کزین جامِ ہلالی مستم

عافیت چشم مدار از منِ میخانه نشین — که دم از خدمتِ رندان زده ام تا ہستم

در رهِ عشق ازان سوی فنا صد خطرست — تا نگوئی که چو عمرم بسر آمد رستم

بوسه بر درجِ عقیقِ تو حلال ست مرا — که بافسونِ جفا عہدِ وفا نشکستم

بعد ازینم چه غم از تیرِ کج اندازِ حسود — که بمحبوبِ کمان ابروِ خود پیوستم

از ثباتِ خودم این نکته خوش آمد که بجور — بر سرِ کوے تو از پاے طلب ننشستم

صنمِ لشکریم غارتِ دل کرد و برفت — آه اگر عاطفتِ شاه نگیرد دستم

رتبتِ دانشِ حافظ به فلک بر شده بود
کرد غمخواری بالای بلندت پستم

دوش سودای رخت گفتم ز سر بیرون کنم / گفت کو زنجیر تا تدبیر این مجنون کنم
قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم / دوستان از راست می رنجد نگارم چون کنم
نکتهٔ ناسنجیده گفتم دلبرا معذور دار / عشوهٔ فرمای تا من طبع را موزون کنم
زردروئی می کشم زان طبعِ نازک بی گناه / ساقیا جامی بده تا چهره را گلگون کنم
من که ره بردم بگنجِ حسنِ بی پایان دوست / صد گدای همچو خود را بعد ازین قارون کنم
ای نسیمِ حضرتِ سلمی خدا را تا بکی / ربع را برهم زنم اطلال را جیحون کنم

ای مه نامهربان از بنده حافظ یاد کن
تا دعای دولتِ آن حسنِ روزافزون کنم

دیده دریا کنم و صبر بصحرا فگنم / واندرین کار دلِ خویش بدریا فگنم
از دلِ تنگِ گنهکار برآرم آهی / کاتش اندر گنهِ آدم و حوا فگنم
خورده ام تیرِ فلک باده بده تا سرمست / عقده در بندِ کمر ترکشِ جوزا فگنم
جرعهٔ جام برین تختِ روان افشانم / غلغلِ چنگ درین گنبدِ مینا فگنم
مایهٔ خوشدلی آنجاست که دلدار آنجاست / میکنم جهد که خود را مگر آنجا فگنم

بندِ برقع بگشا اے مہِ خورشید لقا | تا چو زلفت سرِ سودا زده در پا فگنم

حافظا تکیہ بر ایام چو سہوست و خطا

من چرا عشرتِ امروز بفردا فگنم

دوش سیلِ اشک رہِ خواب میزدم | نقشے بیاد خطِ تو بر آب میزدم
روے نگار در نظرم جلوه می نمود | وز دور بوسه بر رخِ مہتاب میزدم
ابروے یار در نظر و خرقه سوخته | جامے بیادِ گوشهٔ محراب میزدم
چشمم بروے ساقی و گوشم بقولِ چنگ | فالے بچشم و گوش درین باب میزدم
نقشِ خیالِ روے تو تا وقتِ صبحدم | بر کارگاهِ دیدهٔ بے خواب میزدم
ہر مرغِ فکر کز سرِ شاخِ غزل بجست | بازش ز طرهٔ تو بمضراب میزدم
ساقی بصوتِ این غزلم کاسه می گرفت | می گفتم این سرود و مے ناب میزدم

خوش بود وقتِ حافظ و فالِ مراد کام

برنامِ عمر و دولتِ احباب میزدم

روزِ عید ست و من امروز در آن تدبیرم | که دہم حاصلِ سی روزه و ساغر گیرم
چند روزیست که دورم ز رخِ ساقی و جام | بس خجالت که پدید آید ازین تقصیرم
من بخلوت ننشینم پس ازین ور شل | زاہدِ صومعه پاے نہد بزنجیرم

پند پیرانه دهد واعظ شهرم لیکن | من نه آنم که دگر پند کسی بپذیرم
آنکه بر خاک در میکده جا داشت کجاست | تا نهم بر قدم او سر و پیشش میرم
بکشیدم می و سجادهٔ تقوی بر دوش | آه اگر خلق شود آگه ازین تزویرم

خلق گویند که حافظ سخن پیر نیوش
سال خورده میستم امروز به از صد پیرم

روزگاری شد که در میخانه خدمت میکنم | در لباس فقر کار اهل دولت میکنم
تا مگر در دام وصل آرم تذرو خوشخرام | در کمینم انتظار وقت فرصت میکنم
واعظ ما بوی حق نشنید بشنو این سخن | در حضورش نیز میگویم نه غیبت میکنم
چون صبا افتان و خیزان میروم تا کوی دوست | وز رفیق راه استمداد همت میکنم
خاک کویت برنتابد زحمت ما بیش ازین | لطفها کردی بتا تخفیف زحمت میکنم
زلف دلبر دام راه و غمزه اش تیر بلاست | یاد داری دل که چندینت نصیحت میکنم
دیدهٔ بدبین بپوشان ای کریم عیب پوش | زین دلیریها که من در کنج خلوت میکنم
حاش لله کز حساب روز حشرم باک نیست | فال فردا میزنم امروز عشرت میکنم
اندرین عرش آمین میکند روح الامین | چون دعای پادشاه ملک و ملت میکنم
خسروا امید جاه و مال دارم زین سبب | التماس آستان بوسی حضرت میکنم

حافظم در محفلی دُردی کشم در مجلسے
بنگر این شوخی کہ چون باخلق صحبت میکنم

زدستِ کوتۂ خود زیر بارم | کہ از بالابلندان شرمسارم
مگر زنجیرِ زلفت گیردم دست | وگرنہ سر بشیدائی برآرم
زچشمِ من بپرس اوضاعِ گردون | کہ شب تا روز اختر می شمارم
چہ مے خوردم من از میخانۂ عشق | کہ ہشیاری و بیداری ندارم
باین شکرانہ می بوسم لبِ جام | کہ کرد آگہ زدردِ روزگارم
من از بازوے خود دارم بسے شکر | کہ زورِ مردم آزاری ندارم
اگر گفتم دعاے میفروشان | چہ باشد شکرِ نعمت می گذارم
مکن عیبم زخون خوردن درین دشت | کہ کار آموزِ آہوے تتارم
تو از حسنا کم نخواہی بر گرفتن | بجاے اشک اگر گوہر بارم

سرے دارم چو حافظ مست لیکن
بلطفِ آن پری امید وارم

زلف بربادمدہ تا ندہی بربادم | ناز بنیاد مکن تا نکنی بنیادم
رخ برافروز کہ فارغ کنی از برگِ گلم | قد برافراز کہ از سرو کنی آزادم

زلف را حلقه مکن تا نکنی دربندم | چهره را آب مده تا ندهی بربادم
شهرهٔ شهر مشو تا ننهم سر در کوه | شور شیرین منما تا نکنی فرهادم
می مخور با دگران تا نخورم خون جگر | سر مکش تا نکشد سر بفلک فریادم
سرم از دست بشد وصل تو ننمود جمال | دست گیرم که ز هجر تو زپا افتادم
یار بیگانه مشو تا نبری از خویشم | غم اغیار مخور تا نکنی ناشادم
رحم کن بر من مسکین و بفریادم رس | تا بخاک در آصف نرسد فریادم
چون فلک جور مکن تا نکشی زارم را | رام شو تا بدهد طالع فرخ زادم

حافظ از جور تو حاشا که بنالد روزی
من از ان روز که در بند توام آزادم

سالها پیروی خدمت رندان کردم | تا بفتوای خرد حرص بزندان کردم
من بسر منزل عنقا نه بخود بردم راه | قطع این مرحله با مرغ سلیمان کردم
از خلاف آمد عادت بطلب کام که من | کسب جمعیت ازان زلف پریشان کردم
سایه بر دل ریشم فکن ای گنج مراد | که من این خانه بسودای تو ویران کردم
توبه کردم که نبوسم لب ساقی و کنون | می گزم لب که چرا گوش بنادان کردم
نقش مستوری و مستی نه بدست من و تست | آنچه استاد ازل گفت بکن آن کردم

دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع — گرچه دربانیِ میخانهٔ فراوان کردم

اینکه پیرانه سرم صحبتِ یوسف بنواخت — اجرِ صبریست که در کلبهٔ احزان کردم

گر بدیوانِ غزل صدرنشینم چه عجب — سالها بندگیِ صاحبِ دیوان کردم

هیچکس را نرسد در خمِ محرابِ فلک — آن تنعم که من از همتِ سلطان کردم

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ
هرچه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

سرم خوش است و ببانگِ بلند می‌گویم — که من نسیمِ حیات از پیاله می‌جویم

عبوسِ زهد بوجهِ خمار ننشیند — مریدِ همتِ دردی‌کشانِ خوشخویم

گرم نه پیرِ مغان در بروی بگشاید — کدام در بزنم چاره از کجا جویم

مکن درین چمنم سرزنش بخودروئی — چنانچه پرورشم میدهند میرویم

تو خانقاه و خرابات در میانه مبین — خدا گواست بهرجا که هست با اویم

زشوقِ نرگسِ مست و بلندبالائی — چو لاله با قدح افتاده بر لبِ جویم

شدم فسانه بسرگشتگی و ابروی دوست — کشیده در خمِ چوگانِ خویش چون گویم

غبارِ راهِ طلب کیمیای بهروزیست — غلامِ دولتِ آن خاکِ عنبرین بویم

نصیحتم چه کنی ناصحا چه میدانی — که من نه معتقدِ مردِ عافیت جویم

بیا رمے کہ بفتوائے حافظ از دلِ پاک
غبارِ زرق بہ فیضِ قدح فرو شویم

صنما با غمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم
تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم

دلِ دیوانہ ازان شد کہ پذیرد درمان
مگرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم

انچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم

با سرِ زلفِ تو مجموع پریشانی خویش
کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم

رند یکرنگم و با شاہد و مے ہم صحبت
نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم

آن زمان کارزوِ دیدنِ جانم باشد
در نظر نقشِ رخِ خوب تو تصویر کنم

گر بدانم کہ وصالِ تو بدین دست دہد
دل و دین راہمہ در بازم و توفیر کنم

دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم

نیست امکانِ خلاص از غمِ او ای حافظ
چونکہ تقدیر چنین بود چہ تدبیر کنم

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس برکشیم
وین دلقِ زرق را خطِ بطلان بسر کشیم

نذر و فتوحِ صومعہ در وجہ مے دہیم
دلقِ ریا بآبِ خرابات برکشیم

سرِ قضا کہ در تتقِ غیب منزویست
مستانہ اش نقاب ز رخسار برکشیم

بیرون جہیم سرخوش و از بزمِ مدعی | غارت کنیم بادہ و شاہد ببر کشیم

کامِ جہان برآر کہ بخشد خدا گناہ | روزے کہ رختِ جان بجہانِ دگر کشیم

کو عشوۂ ز ابرو تو تا چو ماہ نو | گوے سپہر در خمِ چوگانِ زر کشیم

فردا اگر نہ روضۂ رضوان بما دہند | غلمان ز غرفہ حور ز جنت بدر کشیم

حافظ نہ حدِ تست چنین لافہا زدن
پا از گلیمِ خویش چرا پیشتر کشیم

عاشقِ روے جوانے خوش و نوخاستہ ام | وز خدا صحبتِ او را بدعا خواستہ ام

عاشق و رند و نظربازم و میگویم فاش | تا بدانی کہ بچندین ہنر آراستہ ام

شرمم از خرقۂ آلودۂ خود مے آید | کہ بہر پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام

خوش بسوز از غمش اے شمع کہ امشب من نیز | بہمین کار کمر بستہ و برخاستہ ام

باچنین حیرتم از دست بشد صرفۂ کار | بر غم افزودہ ام انچہ از دل و جان کاستہ ام

پاسبانِ حرمِ دل شدہ ام شب ہمہ شب | بو کہ سیرے بکند آن مہِ ناکاستہ ام

ہمچو حافظ بخرابات روم جامہ قبا
بو کہ در بر کشد آن دلبرِ نوخاستہ ام

عشقبازی و جوانی و شرابِ لعل فام | مجلسِ انس و حریفِ ہمدم و شربِ مدام

ساقی شکردهان و مطرب شیرین سخن | همنشین نیک کردار و حریف نیکنام

شاهدی در لطف و پاکی رشک آب زندگی | دلبری در حسن و خوبی غیرت ماه تمام

بادهٔ گلرنگ تلخ و عذب و خوشخوار و سبک | نقلی از لعل نگار و نقلی از یاقوت جام

بزمگاه دلنشین چون قصر فردوس برین | گلشنی پیرامنش چون روضهٔ دار السلام

صف نشینان نیکخواه و پیشکاران باادب | دوستداران صاحب اسرار و حریفان دوستکام

غمزهٔ ساقی بیغمای خرد آهخته تیغ | زلف دلبر از برای صید دل گسترده دام

هر که این صحبت بجوید خوشدلی بر وی حلال | وانکه این عشرت نخواهد زندگی بر وی حرام

نکته دانی بذله گو چون حافظ شیرین سخن
بخشش آموزی جهان افروز چون حاجی قوام

عمریست تا به راه غمت رو نهاده ایم | روی و ریای خلق بیکسو نهاده ایم

هم جان بدان دو نرگس جادو سپرده ایم | هم دل بران دو سنبل هندو نهاده ایم

ما ملک عافیت نه بلشکر گرفته ایم | ما تخت سلطنت نه ببازو نهاده ایم

در گوشهٔ امید چو نظارگان ماه | چشم طلب بران خم ابرو نهاده ایم

بی بوی زلف تو سر سودائی از ملال | همچون بنفشه بر سر زانو نهاده ایم

ننهاده ایم بار جهان بر دل ضعیف | وین کار بار بسته بیکسو نهاده ایم

تا سحر چشم یار چه بازی کند که باز | بنیاد بر کرشمهٔ جادو نهاده ایم
طاق و رواق مدرسه و قیل و قال فضل | زینها بخاک کوی یار رو نهاده ایم
عمرے گذشت و ما بامید اشارتے | چشمے بران دو نرگس جادو نهاده ایم
ناموس چند سالهٔ اجداد نیک نام | در راه جام و ساقی مهرو نهاده ایم
هشیار رو عاقل تسلیم که بر دست و پا دل | زنجیر و بند زان خم گیسو نهاده ایم
ای دل بعقل کوش که ما نقد عقل و هوش | در راه یار سلسله گیسو نهاده ایم
فرما اشارتے که دو چشم امیدوار | پیوسته بر دو گوشهٔ ابرو نهاده ایم

گفتی که حافظا دل سرگشته ات کجاست
در حلقه هاے آن خم گیسو نهاده ایم

غم زمانه که هیچش کران نمی بینم | دواش جز می چون ارغوان نمی بینم
نشان مرد خدا عاشقی ست با خود آ | که در مشائخ شهر این نشان نمی بینم
درین خمار کسم جرعهٔ نمی بخشد | ببین که اهل دلے در جهان نمی بینم
ز آفتاب قدح ارتفاع عیش بگیر | چرا که طالع وقت آن چنان نمی بینم
نشان موے میانش که دل در و بستم | ز من مپرس که خود در میان نمی بینم
بدین دو دیدهٔ حیران من هزار افسوس | که با دو آئینه رویش عیان نمی بینم

قدِ تو تا بشد از جویبارِ دیدهٔ من — بجای سرو جز آبِ روان نمی بینم

من و سفینهٔ حافظ که اندرین دریا
بضاعتِ سخنِ دُرفشان نمی بینم

فاش میگویم و از گفتهٔ خود دلشادم — بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم

طائرِ گلشنِ قدسم چه دهم شرحِ فراق — که درین دامگهِ حادثه چون افتادم

من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود — آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم

سایهٔ طوبی و دلجوئی حور و لبِ حوض — بهوای سرِ کوی تو برفت از یادم

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار — چکنم حرفِ دگر یاد نداد استادم

کوکبِ بختِ مرا هیچ منجم نشناخت — یارب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم

تا شدم حلقه بگوشِ درِ میخانهٔ عشق — هر دم آید غمی از نو بمبارکبادم

گر خورد خونِ دلم مردمکِ دیده رواست — که چرا دل بجگرگوشهٔ مردم دادم

پاک کن چهرهٔ حافظ بسرِ زلف ز اشک
ورنه این سیل دمادم بکَنَد بنیادم

فتویِ پیرِ مغان دارم و عهدیست قدیم — که حرامست می آن را که نه یارست ندیم

چاک خواهم زدن این دلقِ ریائی چه کنم — روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم

تا مگر جرعه فشاند لب جانان بر من
سالها زان شده ام بر در میخانه مقیم

مگرش صحبت دیرین من از یاد برفت
ای نسیم سحری یاد دهش عهد قدیم

بعد صد سال اگر بر سر خاکم گذری
سر برآرد ز گِلم رقص کنان عظم رمیم

فکر بهبود خود ای دل ز در دیگر کن
درد عاشق نشود به به مداوای حکیم

گوهری معرفت اندوز که با خود ببری
که نصیب دگران ست نصاب زر و سیم

دام سخت ست مگر یار شود لطف خدا
ورنه آدم نبرد صرفه ز شیطان رجیم

غنچه گو تنگدل از کار فروبسته مباش
کز دم صبح مدد یابی و انفاس نسیم

دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل
ظاهرا عهد فرامُش نکند خلق کریم

حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش
چه به از دولت لطف سخن و طبع سلیم

گر ازین منزل غربت بسوی خانه روم
نذر کردم که هم از راه بمیخانه روم

زین سفر گر بسلامت بوطن باز رسم
دگر آنجا که روم عاقل و فرزانه روم

تا بگویم که چه کشفم شد ازین سیر و سلوک
بر در میکده با بربط و پیمانه روم

آشنایان ره عشق گرم خون بخورند
کافرم گر بشکایت بر بیگانه روم

بعد ازین دست من و زلف چو زنجیر نگار
تا کی از پی کام دل دیوانه روم

گر ببینم خم ابروی چو محرابش باز — سجدهٔ شکر کنم در پی شکرانه روم

خرم آن دم که چو حافظ بتولّای وزیر
سرخوش از میکده با دوست بکاشانه روم

گرچه از آتشِ دل چون خُمِ مُی در جوشم — مُهر بر لب زده خون می خورم و خاموشم
قصد جانست طمع در لبِ جانان کردن — تو مرا بین که درین کار بجان میکوشم
من کی آزاد شوم از غم دل چون هر دم — هندوِ زلفِ بتی حلقه کند در گوشم
حاش لله که نیم معتقدِ طاعتِ خویش — این قدر هست که گه گه قدحی مینوشم
هست امیدم که علی الرغم عدو روزِ جزا — فیضِ عفوش ننهد بار گنه بر دوشم
پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت — ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم
خرقه پوشیِ من از غایتِ دینداری نیست — پردهٔ بر سرِ صد عیبِ نهان می پوشم
مَی نخواهم که ننوشم بجز از راوقِ می — چکنم گر سخنِ پیرِ مغان مَی ننوشم

گر ازین دست زند مطربِ مجلس رهِ عشق
شعرِ حافظ ببرد وقتِ سماع از هوشم

گرچه افتاد ز زلفش گرهی در کارم — همچنان چشم امید از کرمش میدارم
بطرب حمل مکن سرخیِ رویم که چو جام — خونِ دل عکس برون میدهد از رخسارم

پردهٔ مطربم از دست برون خواهد برد | آه اگر زانکه دران پرده نباشد یارم
منم آن شاعر ساحر که بافسون سخن | از نی کلک همه شهد و شکر می بارم
بصد امید نهادیم درین بادیه پای | ای دلیل دل گم گشته فرو مگذارم
چون منش در گذر باد نمی یارم دید | با که گویم که بگوید سخنی با یارم
دیدهٔ بخت بافسانهٔ او شد در خواب | کو نسیمی ز عنایت که کند بیدارم

دوش میگفت که حافظ همه رویست و ریا
بجز از خاک درت با که بگو رو آرم

گرچه ما بندگان پادشهیم | پادشاهان ملک صبحگهیم
گنج در آستین و کیسه تهی | جام گیتی نما و خاک رہیم
هوشیار حضور و مست غرور | بحر توحید و غرقهٔ گنهیم
شاهد بخت چون کرشمه کند | ماش آئینهٔ رخ چو مهیم
شاه بیدار بخت را هر شب | ما نگهبان افسر و کلهیم
گو غنیمت شمار صحبت ما | که تو در خواب و ما بدیده گهیم
شاه منصور واقف ست که ما | روی همت بهر کجا که نهیم
دشمنان را ز خون کفن سازیم | دوستان را قبای فتح دهیم

رنگِ تزویر پیشِ ما نبود　　شیرِ سرخیم و افعیِ سیهیم

وامِ حافظ بگو که باز دهند

کردهٔ اعترافی و ما گواهیم

گر دست دهد خاکِ کفِ پای نگارم　　بر لوحِ بصر خطِ غباری بنگارم

پروانهٔ او گر برسد در طلبِ جان　　چون شمع همان دم بدمی جان بسپارم

گر قلبِ دلم را ننهد دوست عیاری　　من نقدِ روان در دمش از دیده بشمارم

دامن مفشان بر منِ خاکی که پس از مرگ　　زین در نتواند که برد باد غبارم

از بوی کنارِ تو شدم غرقهٔ امید　　از موجِ سرشکم که رساند بکنارم

زلفینِ سیاهِ تو بدلداریِ عشّاق　　دادند قراری و ببردند قرارم

امروز مکش سر ز وفای من و اندیش　　زان شب که من از غم بدعا دست برآرم

ای ساقی ازان باده یکی جرعه بیاور　　کان بوی شفا میدهد از رنجِ خمارم

حافظ لبِ لعلش چو مرا جانِ عزیز است

عمری بود آن لحظه که جان را لب آرم

گر دست دهد در خمِ زلفینِ تو بازم　　چون گوی چه سرها که بچوگانِ تو بازم

زلفِ تو مرا عمرِ عزیز است ولی نیست　　در دست سرِ موی ازان زلف درازم

پروانۂ راحت بدہ ای شمع کہ امشب — از آتشِ دل پیشِ تو چون شمع گدازم

چون نیست نمازِ منِ آلودہ نمازے — در میکدہ زان کم نشود سوز و گدازم

در مسجد و میخانہ خیالت اگر آید — محراب کمانخانۂ ابروے تو سازم

گر خلوت ما را تبے از رخ بفروزی — چون صبح در آفاقِ جہان سر بفرازم

آن دم کہ بیک خندہ دہم جان چو صراحی — مستانِ تو خواہم کہ گذارند نمازم

محمود بود عاقبتِ کار درین راہ — در سر برود در سر سوداے ایازم

حافظ غمِ دل با کہ بگویم کہ درین دور

جز جام نشاید کہ بود محرمِ رازم

گر من از سرزنشِ مدعیان اندیشم — شیوۂ مستی و رندی نرود از پیشم

زہدِ رندانِ نو آموختہ راہے بدہست — من کہ بدنامِ جہانم چہ صلاح اندیشم

شاہ شوریدہ سران خوان منِ بی سامان را — زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم

بر جبین نقش کن از خونِ دلِ من خالے — تا بدانند کہ قربانِ تو کافر کیشم

اعتمادے بنما و بگذر بہرِ خدا — تا بدانی کہ درین خرقہ چہ نادرویشم

شعرِ خونبارِ من ای دوست بر یار بخوان — کہ ز مژگانِ سیہ بر رگِ جان زد نیشم

دامن از رشحۂ خونِ دلِ ما درہم چین — کہ اثر در تو کند گر بخراشی ریشم

من اگر رندم وگر شیخ چه کارم با کس
حافظ راز خود و عارف وقت خویشم

ما برآریم شبی دست و دعایی بکنیم | غم هجران ترا چاره ز جایی بکنیم
دل بیمار شد از دست رفیقان مددی | تا طبیبش بسر آریم و دوایی بکنیم
خشک شد بیخ طرب راه خرابات کجاست | تا در آن آب و هوا نشو و نمایی بکنیم
آنکه بی جرم برنجید و به تیغم زد و رفت | بازش آرید خدا را که صفایی بکنیم
در ره نفس کزو سینه ما بتکده شد | تیر آهی بگشاییم و غزایی بکنیم
مدد از خاطر رندان طلب ای دل ورنه | کار صعب است مبادا که خطایی بکنیم
سایه طایر کم حوصله کاری نکند | طلب سایه میمون همایی بکنیم

دلم از پرده بشد حافظ خوش لهجه کجاست
تا بقول و غزلش ساز و نوایی بکنیم

ما سرخوشان مست دل از دست داده ایم | همراز عشق و همنفس جام باده ایم
بر ما بسی کمان ملامت کشیده اند | تا کار خود ز ابروی جانان گشاده ایم
ای گل تو دوش جام صبوحی کشیده ای | ما آن شقایقیم که با داغ زاده ایم
پیر مغان ز توبه ما گر ملول شد | گو باده صاف کن که به عذر ایستاده ایم

کار از تو می رود مددے اے دلیل راہ
انصاف میدهیم که از ره فتاده ایم

چون لاله می مبین و قدح در میان کار
این داغ بین که بر دل خونین نهاده ایم

گفتی که حافظ این همه رنگ و خیال چیست
نقشے غلط مخوان که همان لوح ساده ایم

ما ورد سحر بر در میخانه نهادیم
اوقات دعا در ره جانانه نهادیم

سلطان ازل گنج غم عشق بما داد
تا روے درین منزل ویرانه نهادیم

در خرقه صد عاقل و زاهد زند آتش
این داغ که ما بر دل دیوانه نهادیم

در دل ندهم ره پس ازین مهر بتان را
مهر لب او بر در این خانه نهادیم

آن بوسه که زاهد ز پیش داد بباد است
از روی صفا بر لب جانانه نهادیم

چون میرود این کشتی سرگشته که آخر
جان در سر این گوهر یکدانه نهادیم

المنة لله که چو ما بیدل و دین بود
آن را که خرد پرور و فرزانه نهادیم

در خرقه ازین بیش منافق نتوان بود
بنیادش ازین شیوهٔ رندانه نهادیم

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
یا رب چه گدا همت و شاهانه نهادیم

ما درین در نه پے حشمت و جاه آمده ایم
از بد حادثه اینجا به پناه آمده ایم

رہبرِ منزلِ عشقیم وز سرحدِ عدم
تا باقلیمِ وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم

سبزۂ خطِ تو دیدیم و ز بستانِ بہشت
بطلبگاریِ این مہرگیاہ آمدہ ایم

با چنین گنج کہ شد خازنِ او روحِ امین
بگدائی بدرِ خانۂ شاہ آمدہ ایم

لنگرِ حلمِ تو اے کشتیِ توفیق کجاست
کہ درین بحرِ کرم غرقِ گناہ آمدہ ایم

آبرو می رود اے ابرِ خطاپوش ببار
کہ بدیوانِ عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم

حافظ این خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما
از پے قافلہ با آتشِ آہ آمدہ ایم

ما ز یاران چشمِ یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

تا درختِ دوستی کے بر دہد
حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

گفتگو آئینِ درویشی نبود
ورنہ با تو ماجراہا داشتیم

شیوۂ چشمت فریبِ جنگ داشت
ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم

نکتہا رفت و شکایت کس ندید
جانبِ حرمت فرو نگذاشتیم

گلبنِ حسنت نہ خود شد دلفریب
ما دمِ ہمت برو بگماشتیم

چون نہادی دل بمہرِ دیگران
ما امید از وصلِ تو برداشتیم

گفت خود دادی بما دل حافظا
ما محصل بر کسے نگماشتیم

تا نگوییم بد و میل بناحق نکنیم — جامهٔ کس سیه و دلق خود ازرق نکنیم

رقم مغلطه بر دفتر دانش نکشیم — سر حق با ورق شعبده ملحق نکنیم

عیب درویش و توانگر بکم و بیش بد است — کار بد مصلحت آنست که مطلق نکنیم

خوش برانیم جهان در نظر راهروان — فکر اسپ سیه و زین مغرق نکنیم

آسمان کشتی ارباب هنر می شکند — تکیه آن به که برین بحر معلق نکنیم

شاه اگر جرعهٔ رندان نه بحرمت نوشد — التفاتش بمی صاف مروق نکنیم

گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید — گو تو خوش باش که ما گوش به احمق نکنیم

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو
ور بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم

مرا عهدیست با جانان که تا جان در بدن دارم — هواداران کویش را چو جان خویشتن دارم

صفای خلوت خاطر ازان شمع چگل جویم — فروغ چشم و نور دل ازان ماه ختن دارم

بکام و آرزوی دل چو دارم خلوتی حاصل — چه فکر از خبث بدگویان میان انجمن دارم

شراب خوشگوارم هست و یار مهربان ساقی — ندارد هیچکس یاری چنین یاری که من دارم

مرا در خانه سروی هست کاندر سایهٔ قدش — فراغ از سرو بستانی و شمشاد چمن دارم

سزد کز خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی — چو اسم اعظمم باشد چه باک از اهرمن دارم

خدا را ای رقیب امشب زمانی دیده بر هم نه ۶۰ که من با لعلِ خاموشش نهانی صد سخن دارم

گرم صد لشکر از خوبان بقصدِ دل کمین سازند بحمد الله و المنة بتی لشکرشکن دارم

الا ای پیرِ فرزانه مکن عیبم ز میخانه که من در ترکِ پیمانه دلِ پیمان‌شکن دارم

چو در گلزارِ اقبالش خرامانم بحمد الله نه میلِ لاله و نسرین نه برگِ یاسمن دارم

برندی شهره شد حافظ پس از چندین ورع اما

چه غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

مرحبا طائرِ فرخ رخ و فرخنده پیام خیر مقدم چه خبر یار کجا راه کدام

یا رب این قافله را لطفِ ازل بدرقه باد که از و خصم بدام آید و معشوق بکام

ماجرای من و معشوقِ مرا پایان نیست هر چه آغاز ندارد نپذیرد انجام

چشمِ خونبارِ مرا خواب نه در خور باشد من له القتل دوار عجبا کیف ینام

تو ترحم نکنی بر منِ بیدل دانم ذاک دعوای و ها انت و تلک الایام

گل ز حد برد تنعم ز کرم رخ بنمای سرو می نازد و خوش نیست خدارا بخرام

مرغِ روحم که همی زد ز سرِ سدره صفیر عاقبت دانهٔ خالِ تو فگندش در دام

زلفِ دلدار چو زنار همی فرماید برو ای شیخ که شد بر تنم این خرقه حرام

حافظ ار میل بابروی تو دارد شاید جای در گوشهٔ محراب کنند اهلِ کلام

مرو که در غمِ هجرِ تو از جهان بُردیم | بیا که پیشِ تو از خویش هر زمان بُردیم
سخن بگوے که پیشِ لبِ تو جان بدهیم | رها مکن که درین حسرت از جهان بُردیم
روا مدار که جان بر لبست و از جهان | ندیده کامِ دل از آن لب و دهان بُردیم
خوش آن زمان که ببینیم بر دهان لبِ تو | تو خود بگوے که ما از تربت چسان بُردیم
گداے کوے شمایم و حاجتے دایم | روا مدار که محروم از آستان بُردیم
نشانِ وصل بباده بهر طریق که هست | که بارے از پیے وصلِ تو با نشان بُردیم

مگو که حافظ ازین در برو براے خدا
که هر چه راے تو باشد جز این بران بردیم

مزن بر دل ز نوکِ غمزه تیرم | که پیشِ چشمِ بیمارت بمیرم
نصابِ حسن در حدِ کمال ست | زکاتم ده که مسکین و فقیرم
قدح پُر کن که من از دولتِ عشق | جوان بختِ جهانم گرچه پیرم
چنان پُر شد فضاے سینه از دوست | که فکرِ خویش گم شد از ضمیرم
مبادا جز حسابِ مطرب و می | اگر حرفے کشد کلکِ دبیرم
دران غوغا که کس کس را نپرسد | من از پیرِ مغان منت پذیرم
چو طفلان زاهدا تا کے فریبی | بسیبِ بوستان و شهد و شیرم

من آن عرشم کہ ہر شام و سحرگاہ ‌ ‌ ‌ ز بامِ عرش مے آید صفیرم

قرارے کردہ ام باۓ فروشان ‌ ‌ ‌ کہ روزِ غم بجز ساغر نگیرم

خوشا آن دم کہ استغنای مستی ‌ ‌ ‌ فراغت بخشد از شاہ و وزیرم

فراوان گنجِ غم در سینہ دارم ‌ ‌ ‌ اگرچہ مدعی بیند فقیرم

من آندم بر گرفتم دل ز حافظ

کہ ساقی گشت یارِ نا گزیرم

مژدۂ وصلِ تو کو کز سرِ جان برخیزم ‌ ‌ ‌ طائرِ قدسم و از دامِ جہان برخیزم

یا رب از ابرِ ہدایت برسان بارانے ‌ ‌ ‌ پیشتر زانکہ چو گردی ز میان برخیزم

بولاے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی ‌ ‌ ‌ از سرِ خواجگیِ کون و مکان برخیزم

بر سرِ تربتِ من بے مَی و مطرب منشین ‌ ‌ ‌ تا ببویت ز لحد رقص کنان برخیزم

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر ‌ ‌ ‌ تا سحرگہ ز کنارِ تو جوان برخیزم

تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوے تو من ‌ ‌ ‌ بجفاے فلک و جورِ زمان برخیزم

سرو بالا بنما اے بتِ شیرین حرکات

کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہان برخیزم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم ‌ ‌ ‌ صد بار توبہ کردم و دیگر نمی کنم

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور — با خاکِ کوے دوست برابر نمی ک

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارتست — کردم اشارتے و مکرر نمی ک

ہرگز نمے شود ز سرِ خود خبر مرا — تا در میانِ میکدہ سر بر نمی ک

شیخم بطنز گفت حرامست مے مخور — گفتم بگو کہ گوش بہر خر نمی ک

پیرِ مغان حکایتِ معقول میکند — معذورم ار محال تو باور نمی ک

این تقویم بس است کہ چون زاہدانِ شہر — ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی ک

زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن — محتاجِ جنگ نیست برادر نمی ک

حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست

من ترکِ خاک بوسیِ این در نمی کنم

من دوستدارِ روی خوش و موی دلکشم — مدہوشِ چشمِ مست و مے صافِ بیغ

در عاشقی گزیر نباشد ز سوز و ساز — استادہ ام چو شمع مترسان ز

من آدمِ بہشتیم اما درین سفر — حالی اسیرِ عشقِ جوانانِ مہو

بختم ار مدد کند کہ کشم رخت سوی دوست — گیسوے حور گرد فشاند ز مفر

شیراز معدنِ لبِ لعل است و کانِ حسن — من جوہریِ مفلس از ان رو مشو

از بسکہ چشمِ مست درین شہر دیدہ ام — حقا کہ مے نمی خورم اکنون و سر خو

شهریست پر کرشمهٔ و خوبان ز شش جهت | چیزیم نیست ورنه خریدار هر ششم

گفتی ز سرّ عهد ازل نکتهٔ بگوی | آنگه بگویمت که دو پیمانه درکشم

حسن عروس طبع مرا جلوه آرزوست | آئینهٔ ندارم از آن آه میکشم

حافظ ز تاب فکرت بیحاصلی بسوخت

ساقی کجاست تا زند آبی بر آتشم

من که باشم که بران خاطر عاطر گذرم | لطفها میکنی ای خاک درت تاج سرم

دلبرا بنده نوازیت که آموخت بگو | که من این ظن برقیبان تو هرگز نبرم

همتم بدرقهٔ راه کن ای طائر قدس | که درازست ره مقصد و من نوسفرم

ای نسیم سحری بندگی ما برسان | که فراموش مکن وقت دعای سحرم

خرم آن روز کزین مرحله بربندم رخت | وز سر کوی تو پرسند رفیقان خبرم

پایهٔ نظم بلندست و جهانگیر بگو | تا کند پادشه بحر دهان پر گهرم

راه خلوتگه خاصم بنما تا پس ازین | می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم

حافظا شاید اگر در طلب گوهر وصل

دیده دریا کنم از اشک و درو غوطه خورم

من نه آن رندم که ترک شاهد و ساغر کنم | محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

چون صبا مجموعهٔ گل را بآب لطف شست — کج دلم خوان گر نظر بر صفحهٔ دفتر کنم

لاله ساغرگیر و نرگس مست و بر ما نام فسق — داوری دارم بسی یارب کرا داور کنم

عشق دردانه است و من غواص و دریا میکده — سر فرو بردم در انجا تا کجا سر بر کنم

گرچه گرد آلود فقرم شرم باد از همتم — گر بآب چشمهٔ خورشید دامن تر کنم

من که دارم در گدائی گنج سلطانی بدست — کی طمع در گردش گردون دون پرور کنم

عاشقان را گر در آتش می پسندد لطف دوست — تنگ چشمم گر نظر بر چشمهٔ کوثر کنم

عهد و پیمان فلک را نیست چندان اعتبار — عهد با پیمانه بندم شرط با ساغر کنم

باز کش یکدم عنان ای ترک شهر آشوب من — تا ز اشک و چهره راهت پر زر و گوهر کنم

با وجود بینوائی رو سیه بادم چو ماه — گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم

من که امروزم بهشت نقد حاصل میشود — وعدهٔ فردای زاهد را چرا باور کنم

شیوهٔ رندی نه لائق بود صنعم را ولی — چون در افتادم چرا اندیشهٔ دیگر کنم

دوش لعلت عشوها میداد عاشق را ولی — من نه آنم کز وی این افسانها باور کنم

گوشهٔ محراب ابروی تو میخواهم ز بخت — تا در انجا همچو مجنون درس عشق از بر کنم

وقت گل گوئی که زاهد شو بچشم و جان و دل — می روم تا مشورت با شاهد و ساغر کنم

زهد وقت گل چه سودست حافظا گوش دار — تا اموزے خوانم و اندیشهٔ دیگر کنم

نماز شام غریبان چو گریه آغازم | بمویه های غریبانه قصه پردازم
بیاد یار و دیار آنچنان بگریم زار | که از جهان ره و رسم سفر براندازم
من از دیار حبیبم نه از بلاد غریب | مهیمنا برفیقان خود رسان بازم
خدای را مددی ای دلیل راه که من | بکوی میکده دیگر علم برافرازم
خرد ز پیری من کی حساب برگیرد | که باز با صنمی طفل عشق میبازم
بجز صبا و شمالم نمی شناسد کس | عزیز من که بجز باد نیست همرازم
هوای منزل یار آب زندگانی ماست | صبا بیار نسیمی ز خاک شیرازم
سرشکم آمد و عیبم بگفت روی بروی | شکایت از که کنم خانگیست غمازم

ز چنگ زهره شنیدم که صبحدم میگفت
مرید حافظ خوش لهجه خوش آوازم

هر چند پیر و خسته دل و ناتوان شدم | هرگه که یاد روی تو کردم جوان شدم
شکر خدا که هر چه طلب کردم از خدا | بر منتهای مطلب خود کامران شدم
در شاهراه دولت سرمد بتخت بخت | با جام می بکام دل دوستان شدم
از آن زمان که فتنه چشمت بمن رسید | ایمن ز شر فتنه آخر زمان شدم
ای گلبن جوان بر دولت بخور که من | در سایه تو بلبل باغ جنان شدم

اول ز حرفِ لوحِ وجودم خبر نبود　　در مکتبِ غمِ تو چنین نکته دان شدم

قسمت حوالتم بخرابات میکند　　هرچند کاینچنین شدم و آنچنان شدم

من پیر سال و ماه نیم یار بیوفاست　　بر من چو عمر میگذرد پیر ازان شدم

آن روز بر دلم درِ معنی کشاده شد　　کز ساکنانِ درگهِ پیرِ مغان شدم

دوشم نوید داد و بشارت که حافظا

باز آ که من بعفوِ گناهت ضمان شدم

اگر بر خیزد از دستم که با دلدار بنشینم　　ز جامِ وصل می نوشم ز باغِ خلد گل چینم

شرابِ تلخ صوفی سوز بنیادم بخواهد برد　　لبم بر لب نه اے ساقی و بستان جانِ شیرینم

لبت شکر بمستان داد و چشمت مے بمیخواران　　منم کز غایتِ حرمان نه با آنم نه با اینم

مگر دیوانه خواهم شد درین سودا که شب تا روز　　سخن با ماه میگویم پری در خواب می بینم

چو هر خاکے که باد آورد فیضی برد از انعامت　　ز حالِ بنده یاد آور که خدمتگار دیرینم

ز هر کو نقشِ نظمے زد کلامش دلپذیر آمد　　تذروِ طرفه می گیرم که چالاکست شاهینم

اگر باور نمیداری روا ز صورتگرِ چین پرس　　که مانی نسخه میخواهد ز نوکِ کلکِ مشکینم

وفاداری و حق گوئی نه کارِ هر کسے باشد　　غلامِ آصفِ دوران جلال الحق والدینم

رموزِ عشق و مستی ز من بشنو نه از حافظ　　که با جام و قدح هر شب حریفِ ماه و پروینم

این چه شوریست که در دورِ قمر می بینم | همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
هر کسی روز بهی می طلبد از ایام | مشکل اینست که هر روز بتر می بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است | قوتِ دانا همه از خونِ جگر می بینم
اسپِ تازی شده مجروح بزیر پالان | طوقِ زرین همه در گردنِ خر می بینم
دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر | پسران را همه بدخواه پدر می بینم
هیچ رحمی نه برادر به برادر دارد | هیچ شفقت نه پدر را به پسر می بینم

پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن
زانکه این پند به از دُر و گهر می بینم

دیدار شد میسر و بوس و کنار هم | از بخت شکر دارم و از روزگار هم
زاهد برو که طالع اگر طالعِ من ست | جامم بدست باشد و زلفِ نگار هم
ما عیب کس برندی و مستی نمی کنیم | لعلِ بتان خوش ست و می خوشگوار هم
ای دل بشارتی دهمت محتسب نماند | وز می جهان پر ست و بتِ میگسار هم
آن شد که چشمِ بدنگران بود از کمین | خصم از میان برفت و سرشک از کنار هم
خاطر بدستِ تفرقه دادن نه زیرکیست | مجموعهٔ بخواه و صراحی بیار هم
بر خاکیانِ عشق فشان جرعهٔ لبش | تا خاک لعل گون شود و مشکبار هم

چون آبروی لاله و گل فیضِ حسنِ تست — اے ابر لطف بر منِ خاکے ببار هم

چون کائنات جمله ببوے تو زنده اند — اے آفتاب سایه ز من بر مدار هم

اهلِ نظر اسیرِ تو اند از خدا بترس — وز انتصافِ آصفِ جم اقتدار هم

بر یادِ راے انورِ او آفتابِ صبح — جان میکند فدا و کواکب نثار هم

گوے زمین ربودهٔ چوگانِ عدلِ تست — وین برکشیده گنبدِ نیلی حصار هم

تا از نتیجهٔ فلک و طور دور اوست — تبدیلِ سال و ماه و خزان و بهار هم

خالی مباد کاخِ جلالت ز سروران — وز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار هم

برهانِ ملک و دین که ز دستِ وزارتش — ایام کان یمین شد و دریا یسار هم

عزمِ سبک عنانِ تو در جنبش آورد — این پایدار مرکزِ عالی مدار هم

حافظ که در ثناے تو چندین گهر فشاند

پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار هم

صلاح از ما چه میجوئی که مستان را صلا گفتیم — بدورِ نرگسِ مستت سلامت را دعا گفتیم

درِ میخانه را بگشا که هیچ از خانقه نگشود — گرت باور بود ورنه سخن این بود و ما گفتیم

من از چشمِ خوشِ ساقی خراب افتاده ام لیکن — بلائے کز حبیب آید هزارش مرحبا گفتیم

قدت گفتم که شمشاد است بس خجلت بار آورد — که این نسبت چرا کردیم و این بهتان چرا گفتیم

اگر بر من نبخشائی پشیمانی خوری آخر — بخاطر دار این معنی که در خدمت کجا گفتیم

جگر چون نافه ام خون گشت و بزینم نمی باشد — جزاے آنکه با زلفش سخن از چین خطا گفتیم

تو آتش گشتی ای حافظ ولے با یار درنگرفت

ز بدعهدی گل گوئی شکایت با صبا گفتیم

عمریست تا من در طلب هر روز گامے میزنم — دست شفاعت هر دمی در نیکنامے میزنم

بے ماهِ مهر افروزِ خود تا بگذرانم روزِ خود — دامے براهے می نهم مرغے بدامے میزنم

تا بو که یابم آگهی زان سایهٔ سروِ سهی — گلبانگِ عشق از هر طرف بر خوشخرامے میزنم

هر چند آن آرامِ دل دانم نبخشد کامِ دل — نقشِ خیالے میکشم فالے دوامے میزنم

او رنگ کو گلچهر کو نقشِ وفا و مهر کو — حالی من اندر عاشقی دادِ تمامے میزنم

دانم سر آید قصه ام چندان نماند غصه ام — زین آهِ خون افشان که من هر صبح و شامے میزنم

با آنکه از خود غائبم وز مے چو حافظ تائبم

در مجلسِ روحانیان گه گاه جامے میزنم

بروا ے طبیبم از سر که خبر ز سر ندارم — بخدا رها کنم جان که ز جان خبر ندارم

بعیادتم قدم نه که ز بیخودی شوم به — مے ناب نوش و هم ده که غمِ دگر ندارم

غم ار خوری ازین پس نکنم ز غمخوری بس — نظرے بجز تو با کس بکسے دگر ندارم

زر زر کنند زیور بزر زر کشند در بر من بینوای مضطر چکنم که زر ندا[رم]

دگرم مگو که خواهم که ز در گست برانم تو برین و من بر آنم که دل از تو بر ندا[رم]

من اگرچہ مے پرستم بہ بہیسے بدستم ببرید دل ز دستم که دلِ دگر ندا[رم]

دل حافظ ار بجوئی غمِ دل بتہ خوئی
چہ مگویمت بگوئی سرِ درد سر ندارم

اے نورِ چشمِ من سخنے ہست گوش کن تا ساغرت پُرست بنوشان و نوش کن

پیران سخن بتجربہ گفتند گفتمت ہان اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق خواہی کہ زلفِ یار کشی ترکِ ہوش کن

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نہ بخشدت ہمت درین عمل طلب از میفروش کن

با دوستان مضائقہ در عمر و مال نیست صد جان فدای یار نصیحت نیوش کن

در راہِ عشق وسوسہ اہرمن بسے ست ہشدار و گوشِ دل بہ پیامِ سروش کن

برگِ نوا تبہ شد و سازِ طرب نماند ای چنگ نالہ برکش و ای دف خروش کن

ساقی کہ جامت از میِ صافی تہی مباد چشمِ عنایتے بمنِ دُرد نوش کن

سرمست در قبای زر افشان چو بگذری
یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن — مقدمش یا رب مبارک باد بر سرو و سمن

خوش بجای خویشتن بود این نشستِ خسروی — تا نشیند هر کسے اکنون بجاے خویشتن

تا ابد معمور باد این خانه کز خاکِ درش — هر نفس با بوے رحمٰن می وزد بادِ یمن

خاتمِ جم را بشارت ده بحسنِ خاتمه — کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاه دستِ اهرمن

خنگِ چوگانیِ چرخت رام شد در زیرِ زین — شهسوارا خوش بمیدان آمدی گوئی بزن

جویبارِ ملک را آب از سرِ شمشیرِ تست — تو درختِ عدل بنشان بیخِ بدخواهان بکن

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ تو — در همه شهنامه‌ها شد داستانِ انجمن

بعد ازین نشگفت اگر با نکهتِ خلقِ خوشت — خیزد از صحراے ایران نافهٔ مشکِ ختن

گوشه گیران انتظارِ جلوهٔ خوش میکشند — برشکن طرفِ کلاه و برقع از رخ برفگن

اے صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضه دار — تا ازان جامِ زر افشان جرعهٔ بخشد بمن

مشورت با عقل کردم گفت حافظ می بنوش

ساقیا مَے ده بقولِ مستشارِ مؤتمن

اے خسروِ خوبان نظرے سوی گدا کن — رحمے بمنِ سوخته بے سروپا کن

دارد دلِ درویش تمناے نگاهے — زان چشمِ سیه مست بیک غمزه روا کن

گر لاف زند ماه که مانند جمالست — بنمای رخِ خویش و مه انگشت نما کن

اے سرو چمان از چمن و باغ زمانے | بخرام درین بزم و دو صد جامہ قبا کن
شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند | اے دوست بیا رحم تنہائی ما کن
با دل شدگان جور و جفا تا بکے آخر | آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن

مشنو سخنِ دشمن بدگوے خدا را
با حافظِ مسکین خود ای دوست وفا کن

اے روے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن | خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن
در چشمِ پر خمارِ تو پنہان فسونِ سحر | در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن
ماہے نتافت چون رُخت از برجِ خسروی | سروے نخاست چون قدت از جویبارِ حسن
خرم شد از ملاحتِ عہدِ تو دلبری | فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن
از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہان | یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن
دائم بلطفِ دایۂ طبع از میانِ جان | مے پرورد بناز ترا در کنارِ حسن
گردِ لبت بنفشہ ازان تازہ و تر ست | کابِ حیات می خورد از جویبارِ حسن

حافظ طمع بریدکہ بیند نظیرِ دوست
دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

بالا بلند عشوہ گرِ سرو ناز من | کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من

دیدی دلا کہ آخر پیری و زہد و علم — با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ باز من

از آب دیدہ بر سر آتش نشستہ ام — کو فاش کرد در ہمہ آفاق راز من

می ترسم از خرابی ایمان کہ می برد — محراب ابروی تو حضور نماز من

مست است یار و یاد حریفان نمیکند — یادش بخیر ساقی مسکین نواز من

یارب کے آن صبا بوزد کز نسیم او — گردد شمامۂ کرمش کارساز من

بر خود چو شمع خندہ زنان گریہ می کنم — تا با تو سنگدل چہ کند سوز و ساز من

نقشے بر آب میزنم از گریہ حالیا — تا کے شود قرین حقیقت مجاز من

محمود را دمے کہ بآخر رسید عمر — میداد جان بزاری ومیگفت ایاز من

گفتم بدلق زرق بپوشم نشان عشق — غماز بود اشک و عیان کرد راز من

زاہد چو از نماز تو کارے نمیرود — ہم مستی شبانہ و راز و نیاز من

حافظ ز غصہ سوخت بگو حالش اے صبا
با شاہ دوست پرور دشمن گداز من

بہار گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن — بشادی رخ گل بیخ غم ز دل برکن

طریق صدق بیاموز ز آب صاف اے دل — براستی طلب آزادگی ز سرو چمن

رسید باد صبا غنچہ از ہواداری — ز خود برون شد و بر تن درید پیراہن

زدستبردِ صبا گردِ گل کلالہ ببین | شکنجِ گیسوِ سنبل نگر بروِ حسن
عروسِ غنچہ بدین زیور و تبسم خوش | معاینہ دل و دین مے برد بوجہ حسن
صفیرِ بلبلِ شوریدہ و نفیرِ ہزار | برائے وصلِ گل آمد برون ز قلب حزن

حدیثِ و غصۂ دوران زجام جو حافظ
بقولِ مطرب و فتوی پیرِ صاحب فن

چندانکہ گفتند غم با طبیبان | درمان نکردند مسکین غریبان
آن گل کہ ہر دم در دستِ خارست | گو شرم بادت از عندلیبان
ما دردِ پنہان با یار گفتیم | نتوان نہفتن درد از طبیبان
یارب امان دہ تا باز بیند | چشمِ محبان روے حبیبان
درجِ محبت بر مہرِ خود نیست | یارب مبادا کامِ رقیبان
اے منعم آخر بر خوانِ وصلت | تا چند باشم از بے نصیبان

حافظ نگشتے رسواے گیتی
گر مے شنیدی پندِ غریبان

چو گل ہر دم بویت جامہ برتن | کنم چاک از گریبان تا بدامن
تنت را دید گل گوئے کہ در باغ | چو مستان جامہ را بدرید برتن

من از دستِ غمت مشکل برم جان
ولے دل را تو آسان بُردی از من

بقولِ دشمنان برگشتی از دوست
نگردد ہیچ کس با دوست دشمن

تنت در جامہ چون در جام بادہ
دلت در سینہ چون در سیم آہن

ببار اے شمع اشک از دیدہ چون میغ
کہ سوزِ دل شود بر خلق روشن

مرو کز سینہ ام آہِ جگر سوز
بر آید ہمچو دود از راہِ روزن

دلم را مشکن و در پا میندازِ
کہ دارد در سرِ زلفِ تو مسکن

چو دل را بست در زلفِ تو حافظ
بدینسان کارِ او در پا میفگن

چون شوم خاکِ رہش دامن بیفشاند ز من
ور بگویم دل بگردان رو بگرداند ز من

گر چو شمعش پیش میرم در غمم خندد چو صبح
ور برنجم خاطرِ نازک برنجاند ز من

عارضِ رنگین بہر کس می نماید ہمچو گل
ور بگویم باز پوشان باز پوشاند ز من

دوستان جان دادم از بہرِ دہانش بنگرید
کو بچیزے مختصر چون باز میماند ز من

او بخونم تشنہ و من بر لبش تا چون شود
کام بستانم ازو یا داد بستاند ز من

چشمِ خود را گفتم آخر یک نظر شیرین ببین
گفت میخواہی مگر تا جوی خون راند ز من

گر چو فرہاد م بتلخی جان بر آید حیف نیست
بس حکایتہاے شیرین باز می ماند ز من

ختم کن حافظ کہ گر زینگونہ خوانی درسِ عشق
خلق در ہر گوشۂ افسانۂ خواند ز من

خدا را کم نشین با خرقہ پوشان | رخ از رندانِ بی سامان مپوشان
درین خرقہ بسے آلودگی ہست | خوشا وقتِ قبائے میفروشان
چو مستم کردۂ مستور منشین | چو نوشم دادۂ زہرم منوشان
چو نازک طبعی و طاقت نیاری | گرانیہائے مُشتے دلق پوشان
درین صوفی وشان دردے ندیدم | کہ صافی باد عیشِ دُرد نوشان
لبِ میگون و چشم مست بکشائے | کہ از شوقت مئی لعل ست جوشان
بیا و زرقِ این سالوسیان بین | صراحی خون دل و بربط خروشان

ز دلگرمی حافظ بر حذر باش
کہ دارد سینۂ چون دیگ جوشان

دانی کہ چیست دولت دیدارِ یار دیدن | در کوے او گدائی بر خسروی گزیدن
از جان طمع بریدن آسان بود و لیکن | از دوستانِ جانی مشکل بود بریدن
خواہم شدن بہ بستان چون غنچہ با دلِ تنگ | وانجا بہ نیکنامی پیراہنے دریدن
گہ چون نسیم باگل رازِ نہفتہ گفتن | گہ سرِ عشقبازی از بلبلان شنیدن

بوسیدنِ لبِ یار اوّل ز دست مگذار | کاخر ملول گردی از دستِ لب گزیدن
فرصت شمار صحبت کزاین دو راهِ منزل | چون بگذریم نتوان دیگر بهم رسیدن

گوئی برفت حافظ از یاد شاه منصور
یارب بیادش آور درویش پروریدن

دلم را در سرِ زلفِ تو مسکن | بہ بینا نش فرو مگذار و مشکن
وگر دل سرکشد چون زلف از خط | بدست آرش ولے در پاش مفگن
چو شمع ار پیشم آئی در شبِ تار | شود چشمم بدیدارت تو روشن
بگلزارم چہ کار اکنون کہ گشتہ است | جہان بر چشم از رویت چو گلشن
ز سروِ قامتت بنشینم آزاد | ہمہ تن گر زبان باشم چو سوسن
ز مہرت گر نتابم ذرہ رُوئے | چو خورشیدم فرود آید زر وزن
کجا بر تنگِ شکر دست یابد | گر اندیشد مگس از باد بیزن

چو حافظ ماجرائے عشقبازی
نمیگوید کسے بروجہِ احسن

ز در درآ و شبستانِ ما منوّر کن | دماغ مجلسِ روحانیان معطّر کن
بچشم و ابروِ جانان سپردہ ام دل و جان | بیا بیا و تماشائے طاق و منظر کن

ازان شمائل لطافت و حسن خوش که تراست — میان بزم حریفان چو شمع سر بر کن

بگو بخازن جنت که خاک این مجلس — بتحفه بر سوی فردوس و عود مجمر کن

طمع بنقد وصال تو حد ما نبود — حوالتم بدان لعل همچو شکر کن

چو شاهدان چمن زیر دست حسن تو اند — کرشمه بر سمن و ناز بر صنوبر کن

ستارهٔ شب هجران نمی فشاند نور — ببام قصر بر آ و چراغ مه بر کن

ازین مرقع پشمینه نیک در تنگم — بیک کرشمهٔ صوفی وشم قلندر کن

فضول نفس حکایت بسی کند ساقی — تو کار خود مده از دست و می بساغر کن

لب پیاله ببوس آنگهان بمستان ده — بدین لطیفه دماغ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که می مخورید — پیاله بدهش گو دماغ را تر کن

حجاب دیدهٔ ادراک شد شعاع جمال — بیا و خرگه خورشید را منور کن

پس از ملازمت عیش و عشق مهرویان
ز کارها که کنی شعر حافظ از بر کن

شاه شمشاد قدان خسرو شیرین دهنان — که بمژگان شکند قلب همه صف شکنان

دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل — مرد یزدان شو و ایمن گذر از اهرمنان

مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت — گفت کای چشم و چراغ همه شیرین دهنان

تا کی از سیم و زرت کیسه تهی خواهد بود ‏ ‏ پند ما بشنو و برخور ز همه

کمتر از ذره نه‌ای پست مشو مهر بورز ‏ ‏ تا بخلوتگه خورشید رسی چرخ

پیر پیمانه کش ما که روانش خوش باد ‏ ‏ گفت پرهیز کن از صحبت پیمان

بر جهان تکیه مکن گر قدحی می داری ‏ ‏ شادی زهره جبینان خور و ناز

با صبا در چمن لاله سحر می گفتم ‏ ‏ که شهیدان که اند اینهمه خونین

گفت حافظ من و تو محرم این راز نه‌ایم

از می لعل حکایت کن و سیمین ذقنان

شراب لعل کش و روی مه جبینان بین ‏ ‏ خلاف مذهب آنان جمال این

بزیر دلق مرقع کمندها دارند ‏ ‏ درازدستی این کوته آستین

بخرمن دو جهان سر فرو نمی آرند ‏ ‏ دماغ کبر گدایان خوشه چین

گره ز ابروی پرچین نمی گشاید یار ‏ ‏ نیاز اهل دل و ناز نازنین

حدیث عهد محبت ز کس نمی شنوم ‏ ‏ وفای صحبت یاران همنشین

اسیر عشق شدن چاره خلاص منست ‏ ‏ ضمیر عاقبت اندیش پیش بین

غبار خاطر حافظ ببرد صیقل عشق

صفای نیت پاکان و پاک دینان بین

صبح ست ساقیا قدحے پُر شراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب — مارا ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن

خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد — گر برگ عیش میطلبی ترکِ خواب کن

روزیکه چرخ از گلِ ما کوزہا کند — زنہار کاسهٔ سرِ ما پُر شراب کن

ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستم — با ما بجامِ بادهٔ صافی خطاب کن

ہمچون حباب دیده بروے قدح کشاے — وین خانه را قیاس اساس از حباب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

کارِ صواب باده پرستی ست حافظا
برخیز و روے عزم بکارِ ثواب کن

فاتحهٔ چو آمدی بر سرِ خستهٔ بخوان — لب بکشا که میدہد لعلِ لبت بمرده جان

آنکه بپرسش آمد و فاتحه خواند و میرود — گو نفسے که روح را میکنم از پیش روان

ای که طبیب خستهٔ روی زبانِ من ببین — کین دم و دودِ سینه ام بارِ دلست بر زبان

گرچه تبِ استخوانِ من کرد ز مہر گرم و رفت — ہمچو تبم نمیرود آتشِ مہر ز استخوان

باز نشان حرارتم زابِ دو دیده و ببین — نبضِ مرا که میدہد ہیچ ز زندگی نشان

حالِ دلم چو خالِ تو ہست در آتشش وطن — جسمم ازان دو چشمِ تو خسته شده ست ناتوان

آنکہ مدام شیشہ ام از مے لعل دادہ است　شیشہ ام از چہ می بردپیش طبیب ہر زمان

حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم
ترک طبیب کن بیا نسخۂ شربتم بخوان

کرشمۂ کن و بازار ساحری بشکن　بغمزہ رونق بازار سامری بشکن

بیاد دہ سر و دستار عالمے یعنی　کلاہ گوشہ بآئین دلبری بشکن

برون خرام و ببر گوے نیکی از ہمہ کس　سزاے حور دہ و رونق پری بشکن

بآہوان نظر شیر آفتاب بگیر　بابروان دوتا قوس مشتری بشکن

چو عطر سای شود زلف سنبل از دم باد　تو قیمتش زسر زلف عنبری بشکن

چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بسخن گفتن دری بشکن

گلبرگ را ز سنبل مشکین نقاب کن　یعنی کہ رخ بپوش و جہانے خراب کن

بکشا بعشوہ نرگس مست خراب را　و ز رشک چشم نرگس رعنا پر آب کن

بفشان عرق ز چہرہ و اطراف باغ را　چون شیشہاے دیدۂ ما پر گلاب کن

بوے بنفشہ بشنو و زلف نگار گیر　بنگر برنگ لالہ و عزم شراب کن

ما بجا کہ رسم و عادت عاشق کشی تست　شمشیر کین بخون دل ما خضاب کن

با بختِ خویش و خوے ترا آزموده ایم | با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال میطلبد از رهِ دعا

یارب دعاے خسته دلان مستجاب کن

ما سرخوشیم و بادهٔ ما در پیاله کن | بر مست را بغمزهٔ ساقی حواله کن

در جامِ ماه بادهٔ چون آفتاب ریز | بر روی روز سنبلِ مشکین کلاله کن

اے پیرِ خانقه بخرابات شو دمے | غسلے برآر و توبهٔ هفتاد ساله کن

صوفی بگریه چهرهٔ مجلس بشو چو شمع | آهنگِ رقصِ ما همه از آه و ناله کن

گر نو عروسِ دهر درآید بعقدِ تو

مهرِ دو کون حافظش اندر قباله کن

مرغِ دلم طائریست قدسی عرش آشیان | از قفسِ تن ملول سیر شده از جهان

از درِ این خاکدان چون بپرد مرغِ ما | باز نشیمن کند بر سرِ آن آشیان

چون بپرد زین جهان سدره بود جای او | تکیه گهِ باز ما کنگرهٔ عرش دان

سایهٔ دولت فتد بر سرِ عالم بسے | گر بزند مرغِ ما بال و پرے در جهان

در دو جهانش مکان نیست که از کانی ست | کانِ وی از معدنست جای وی از لامکان

عالمِ علوی بود جلوه گهِ مرغِ ما | آب خور او بود گلشنِ باغِ جنان

چون دم وحدت زنی حافظِ شوریده حال
خامهٔ توحید کش بر ورقِ انس و جان

منم که شهرهٔ شهرم بعشق ورزیدن | منم که دیده نیالوده ام ببد دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم | که در طریقتِ ما کافریست رنجیدن
بے پرستی ازان نقش خود بر آب زدم | که تا خراب کند نقشِ خود پرستیدن
به پیرِ میکده گفتم که چیست راهِ نجات | بخواست جام می و گفت باده نوشیدن
عنان بمیکده خواهیم تافت زین مجلس | که وعظِ بی عملان واجب ست نشنیدن
مرادِ ما ز تماشاے باغِ عالم چیست | بدستِ مردمِ چشم از رخِ تو گل چیدن
برحمتِ سرِ زلفِ تو واثقم ورنه | کشش چو نبود از آن سو چه سود کوشیدن
ز خطِ یار بیاموز مهر با رخِ خوب | که گرد عارضِ خوبان خوش ست گردیدن

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے حافظ
که دستِ زهد فروشان خطاست بوسیدن

می سوزم از فراقت رو از جفا بگردان | هجران بلاے ما شد یارب بلا بگردان
مه جلوه می نماید سبز خنگِ گردون | تا او بسر در آید بر رخش پا بگردان
یغمای عقل و دین را بیرون خرام سرمست | بر سر کلاه بشکن در بر قبا بگردان

مرغولہ را بگردان یعنی برغم سنبل | گرد چمن بخورے ہمچون صبا بگردان

اے نور چشم مستان در عین انتظارم | چنگ حزین و جامے بنواز یا بگردان

دوران چو می‌نویسد بر عارض تبان خط | یارب نوشتۂ بد از یار ما بگردان

حافظ ز خوبرویان قسمت جز این قدر نیست
گر نیستت رضائے حکم قضا بگردان

بفگن بر صف رندان نظرے بہتر ازین | بر در میکدہ میکن گذرے بہتر ازین

در حق من لبت آن لطف کہ می فرماید | گرچہ خوبست ولیکن قدرے بہتر ازین

آنکہ فکرش گرہ از کار جہان بکشاید | گو درین نکتہ بفرما نظرے بہتر ازین

دل بدان رود گرامی چہ کنم گر ندہم | مادر دہر ندارد پسرے بہتر ازین

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق | گفتم اے خواجۂ عاقل ہنرے بہتر ازین

گر بگویم کہ قدح گیر و لب ساغر بوس | بشنوای جان کہ نگوید دگرے بہتر ازین

کلک حافظ شکرین شاخ نباتست بچین
کہ درین باغ نبینی ثمرے بہتر ازین

یارب آن آہوئے مشکین بختن باز رسان | وان سہی سرو خرامان بچمن باز رسان

دل آزردۂ ما را بہ نسیمے بنواز | یعنی آن جان ز تن رفتہ بتن باز رسان

ماه و خورشید بامرِ تو بمنزل چو رسند | یا رب آن روی مرا نیز بمن باز رسان
سخن اینست که ما بے تو نخواهیم حیات | بشنو اے پیک سخن گیر سخن باز رسان
سنگ و گل گشت عقیق از اثرِ گریۂ من | یا رب آن گوہرِ رخشان بیمن باز رسان
برو اے طائرِ میمون ہمایون طلعت | پیشِ عنقا سخن از زاغ و زغن باز رسان

آنکه بودے وطنش دیدۂ **حافظ** یا رب
بمرادش ز غریبی بوطن باز رسان

خوشتر از فکرِ مے و جام چه خواهد بودن | تا به بینیم سرانجام چه خواهد بودن
پیرِ میخانه چه خوش گفت معمائے دوش | از خطِ جام که فرجام چه خواهد بودن
باده خور غم مخور و پندِ مقلد مشنو | اعتبارِ سخنِ عام چه خواهد بودن
غمِ دل چند توان خورد که ایام نماند | گو نه دل باش و نه ایام چه خواهد بودن
مرغِ کم حوصله را گو سرِ خود گیر و برو | رحم آن کس که نهد دام چه خواهد بودن
دستِ رنجِ تو ہمان به که شود صرفِ بکام | تا به بینیم که بنا کام چه خواهد بودن

بُردم از رہ دلِ **حافظ** بدف و چنگ و غزل
تا جزاے منِ بدنام چه خواهد بودن

دلبرِ جانانِ من بُرد دل و جانِ من | بُرد دل و جانِ من دلبرِ جانانِ من

از لبِ جانانِ من زنده شود جانِ من | زنده شود جانِ من از لبِ جانانِ من
روضهٔ رضوانِ من خاکِ سرکوی دوست | خاکِ سرکوی دوست روضهٔ رضوانِ من
این دلِ حیرانِ من والہ و شیدای تست | والہ و شیدای تست این دلِ حیرانِ من
یوسفِ کنعانِ من مصرِ ملاحت تراست | مصرِ ملاحت تراست یوسفِ کنعانِ من
سروِ گلستانِ من قامتِ دلجوی تست | قامتِ دلجوی تست سروِ گلستانِ من

حافظِ خوشخوانِ من نقدِ کمالِ غیاث
نقدِ کمالِ غیاث حافظِ خوشخوانِ من

نکتهٔ دلکش بگویم خالِ آن مہرو ببین | عقل و جان را بستهٔ زنجیرِ آن گیسو ببین
عیبِ دل کردم کہ وحشی طبع و ہر جائی مباش | گفت چشمِ نیم مستِ غنج آن آہو ببین
عاشقان آفتاب از دلبرِ ما غافل اند | ای نصیحت گو خدا را روی او ببین
لرزہ بر اعضای مہر از رشک آن مہ روی نگر | نافہ را خون در جگر زان زلفِ عنبربو ببین
حلقهٔ زلفش تماشا خانهٔ بادِ صباست | جانِ صد صاحبدل آنجا بستهٔ یک مو ببین
زلفِ دلبندش صبا را بند در گردن نہد | با ہواداران رہرو حیلهٔ ہندو ببین
آنکہ من در جستجویش از خرد بیرون شدم | کس ندیدست و نبیند مثلش از ہر سو ببین
از مرادِ شاہ منصوری فلک رخ برمتاب | تیزی شمشیر بنگر نیرو بازو ببین

حافظ ار در گوشۂ محراب بنالد رواست
اے نصیحتگو خدا را آن خمِ ابرو ببین

اے لبت آبِ حیات و ای قدت سروِ چمن	اے رخت خورشید خاور ای خطت مشکِ ختن
ہمچو ابر دیست بچشمِ من کم آید ماہِ نو	چون لبِ لعلت نمی باشد عقیق اندر یمن
تا رخت دیدہ است گل در باغ ای سرو روان	بر تنِ خود چاک می سازد زخجلت پیرہن
رشتۂ جانِ من ست آن یا سرِ موے میان	ذرۂ خورشید یا درجِ درست آن یا دہن
بوسہ میخواہم ز تو لب را بدندان میگزی	میکنی جانم جراحت بارہ دیگر جانِ من
عاشقِ روی توام ای شاہِ خوبانِ جہان	این حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن

مردِ حافظ در غمت در گردنِ تو خونِ من
دادِ من بستانداز تو روزِ محشر ذوالمنن

اے آفتاب آینہ دارِ جمالِ تو	مشکِ سیاہ مجمرہ گردانِ خالِ تو
صحنِ سرائے دیدہ بشستم ولے چہ سود	کاین گوشہ نیست درخورِ خیلِ خیالِ تو
مطبوع تر ز روی تو صورت نبست ایچ	طغرا نویس ابروِ مشکین مثالِ تو
در اوجِ ناز و نعمتی اے پادشاہِ حسن	یارب مباد تا بقیامت زوالِ تو
تا پیشوای بخت روم تہنیت کنان	کو مژدۂ ز مقدمِ عیدِ وصالِ تو

تا آسمان ز حلقه بگوشانِ ما شود | کو عشوهٔ ز ابروی همچون هلالِ تو
در چینِ زلفش ای دلِ مسکین چگونهٔ | کاشفته گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو
برخاست بوی گل ز درِ آشتی درآی | اے نوبهارِ ما لبِ فرخنده فالِ تو
در صدرِ خواجه عرضِ کدامین جفا کنم | شرحِ نیازمندیِ دلِ پاملالِ تو

حافظ درین کمندِ سرِ سرکشان بسے ست
سودای کج مپز کہ نباشد مجالِ تو

اے پیکِ راستان خبرِ سرودِ ما بگو | احوالِ گل بہ بلبلِ دستانسرا بگو
نامحرمانِ خلوتِ آنسیم غمِ مخور | با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو
دلها ز دامِ طرّہ چو بر خاک مے فشاند | باآن غریبِ ما چہ گذشت از ہوا بگو
پرچین چو می شدی سرِ زلفینِ مشکبار | با ما سرِ چہ داشت زبہرِ خدا بگو
گر دیگرت برآن برِ دولت گذر فتد | بعد از ادای خدمت و عرضِ دعا بگو
ہرکس کہ گفت خاکِ درِ دوست توتیاست | گواین سخن معاینہ در چشمِ ما بگو
مرغِ چمن نمونهٔ من دوش میگریست | آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو
در راہِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست | اے پادشاہِ حسن سخن با گدا بگو
آن مے کہ در سبو دلِ صوفی بعشوہ برد | کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو

آن کس که منع ما ز خرابات میکند | گو در حضور پیر من این ماجرا بگو
جان پرورست قصهٔ ارباب معرفت | رمزی برو بپرس و حدیثی بیا بگو
هر چند ما بدیم تو ما را بدان مگیر | شاهانه ماجرای گناه گدا بگو
بر این فقیر نامهٔ آن محتشم بخوان | با این گدا حکایت آن پادشا بگو

حافظ گرت بمجلس او راه میدهند
می نوش و ترک زرق برای خدا بگو

ای خونبهای نافهٔ چین خاک راه تو | خورشید سایه پرور طرف کلاه تو
نرگس کرشمه می برد از حد برون خرام | ای جان فدای شیوهٔ چشم سیاه تو
خونم بخور که هیچ ملک با چنین جمال | از دل نیایدش که نویسد گناه تو
آرام و خواب خلق جهان را سبب توئی | زان شد کنار دیدهٔ دل تکیه گاه تو
با هر ستاره سر و کارست هر شبم | از حسرت فروغ رخ همچو ماه تو
یاران همنشین همه از من جدا شدند | ماییم و آستانهٔ دولت پناه تو
یار بدان مباش که مانند بخت نیک | یار تو باد هر که بود نیکخواه تو
فردای روز حشر که عرض خلائق است | باشد دران میان بمن فتنه نگاه تو
حافظ طمع مبر ز عنایت که عاقبت | آتش زند بخرمن غم دود آه تو

اے قبائے پادشاہی راست بربالای تو | زینتِ تاج و نگین از گوہرِ والاے تو

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعے میدمد | از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیماے تو

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا | سایہ اندازد ہمای چترِ گردون ساے تو

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاران اختلاف | نکتۂ ہرگز نشد فوت از دلِ داناے تو

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکید | طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خاے تو

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم ست | روشنائی بخشِ چشمِ اوست خاکِ پاے تو

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار | جرعۂ بود از زلالِ جامِ جان افزاے تو

عرضِ حاجت در حریمِ حرمتت محتاج نیست | رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ راے تو

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
بر امیدِ عفوِ جان بخشِ گنہ فرساے تو

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او | کہ نیست در سرِ من جز ہوای خدمتِ او

بہشت اگرچہ نہ جاے گناہگاران ست | بیار بادہ کہ مستظہرم بہمتِ او

چراغِ صاعقۂ آن شراب روشن باد | کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او

بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی | مزن بپاے کہ معلوم نیست نیتِ او

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب | نوید داد کہ عام ست فیضِ رحمتِ او

مکن بچشم حقارت نگاه بر من مست — که نیست معصیت و زهد بی مشیت او

نمیکند دل من میل زهد و توبه ولی — بنام خواجه بکوشیم و فر دولت او

مدام خرقهٔ حافظ بباده در گروست

مگر ز خاک خرابات بود فطرت او

تاب بنفشه میدهد طرهٔ مشکسای تو — پردهٔ غنچه میدرد خندهٔ دلگشای تو

ای گل خوش نسیم من بلبل خویش را مسوز — کز سر صدق میکند شب همه شب دعای تو

دشمن و دوست گو بگو هر غرضی که ممکن است — جور همه جهانیان میکشم از برای تو

خرقهٔ زهد و جام می گرچه نه در خور من است — این همه نقش میزنم در طلب وفای تو

شور شراب و سوز عشق آن نفسم رود ز یاد — کاین سر پرهوس شود خاک در سرای تو

من که ملول گشتمی از نفس فرشتگان — قال و مقال عالمی میکشم از برای تو

مهر رخت سرشت من خاک درت بهشت من — عشق تو سرنوشت من راحت من رضای تو

دلق گدای عشق را گنج بود در آستین — زود بسلطنت رسد هر که بود گدای تو

شاه نشین چشم من تکیه گه خیال تست — جای دعاست شاه من بی تو مباد جای تو

خوش چمنیست عارضت خاصه که در بهار حسن

حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو

خطِ عذارِ یار که بگرفت ماه ازو | خوش حلقه ایست لیک بدر نیست راه ازو
ابروی دوست گوشهٔ محرابِ دولت است | آنجا بسای چهره و حاجت بخواه ازو
ای جرعه نوشِ مجلسِ جم سینه پاک دار | کائینه ایست جامِ جهان بین که آه ازو
سلطانِ غم هر آنچه تواند بگو بکن | من برده ام بباده فروشان پناه ازو
کردار اهلِ صومعه ام کرد می پرست | این دود بین که نامهٔ من شد سیاه ازو
ساقی چراغِ می به رهِ آفتاب دار | گو بر فروز مشعلهٔ صبحگاه ازو
آبی بروز نامهٔ اعمالِ ما فشان | بتوان مگر سترد حروفِ گناه ازو
آخر درین خیال که دارد گدای شهر | روزی شود که یاد کند پادشاه ازو

حافظ که سازِ مجلسِ عشاق ساز کرد
خالی مباد عرصهٔ این بزمگاه ازو

گفتا برون شدی بتماشای ماهِ نو | از ماهِ ابروانِ منت شرم نیست رو
عمریست تا دلم ز مقیمانِ زلفِ تست | غافل ز حفظِ جانبِ یارانِ خود مشو
مفروش عطرِ عقل بهندوی زلفِ ما | کانجا هزار نافهٔ مشکین بنیم جو
تخمِ وفا و مهر درین کشتِ زار عشق | آنگه عیان شود که رسد موسمِ درو
ساقی بیار باده که رمزی بگویمت | از سیرِ اختران کهن سال و ماهِ نو

شکلِ ہلال ہر سرِ مہ میدہد نشان | از افسرِ اتابک و ترکِ کلاہ گو

حافظ جناب پیرِ مغان مامنِ وفاست
درسِ وفا دہ بر او خوان و زو شنو

گلبنِ عیش میدہد ساقیِ گلعذار کو | بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو
ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمیکند ولے | گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو
مجلسِ بزمِ عیش را غالیۂ مراد نیست | ای دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو
حسن فروشیِ گلم نیست تحمل ای صبا | دست زدم بخونِ دل بہرِ خدا نگار کو
شمعِ سحر گہی اگر لاف ز عارضِ تو زد | خصم زبان دراز شد خنجرِ آبدار کو
گفت مگر ز لعلِ من بوسہ نداری آرزو | مُردم ازین ہوس ولے قدرت و اختیار کو

حافظ اگرچہ در سخن خازنِ گنجِ حکمت است
از غمِ روزگارِ دون طبعِ سخن گزار کو

مرا چشمیست خون افشان ز چشمِ آن کمان ابرو | جہان پُر فتنہ می بینم از آن چشم و از آن ابرو
غلامِ چشمِ آن ترکم کہ در خوابِ خوشِ مستی | نگارین گلشنش رویست و مشکین سایبان ابرو
ہلالی شد تنم زین غم کہ با طغرای مشکینش | کہ باشد مہ کہ نماید ز طاقِ آن کمان ابرو
ہمیشہ چشمِ مستش را کمانِ حسن در زہ باد | کہ از پشتی تیرِ او کشد بر سر کمان ابرو

روان گوشه‌گیران را جبینش طرفه گلزاریست
که بر طرف سمن‌زارش همی‌گردد چمان ابرو

رقیبان غافلند و ما ز ان چشم سیه هر دم
هزاران گونه پیغامست و حاجب در میان ابرو

وگر حور و پری را کس نگوید با چنین حسنی
که این را اینچنین چشمست و آن را آنچنان ابرو

تو کافردل نمی‌بندی نقاب زلف و می‌ترسم
که محرابم بگرداند خم آن دلستان ابرو

اگرچه مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری
به تیر غمزه صیدش کرد چشم آن کمان ابرو

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو
یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

گفتم ای بخت بخسپیدی و خورشید دمید
گفت با این همه از سابقه نومید مشو

تکیه بر اختر شبگرد مکن کاین عیار
تاج کاوس ربود و کمر کیخسرو

گر روی پاک و مجرد چو مسیحا به فلک
از فروغ تو به خورشید رسد صد پرتو

آسمان گو مفروش این عظمت کاندر عشق
خرمن مه به جوی خوشهٔ پروین به دو جو

گوشوار زر و لعل ارچه گران دارد گوش
دور خوبی گذرانست نصیحت بشنو

چشم بد دور ز خال تو که در عرصهٔ حسن
بیذقی راند که برد از مه و خورشید گرو

هر که در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد
زرد رویی کشد از حاصل خود گاه درو

[illegible] مباش چو دف حلقه بگوش
ور قفائی خوری از دائرهٔ خویش مرو

آتشِ زرق و ریا خرمنِ دین خواهد سوخت
حافظ این خرقهٔ پشمینه بینداز و برو

اے درچمنِ خوبی رویت چو گلِ خودرو | چینِ شکنِ زلفت چون نافهٔ چین خوشبو
ماه است رخت یا روز مشکست خطت یا شب | سیم ست برت یا عاج سنگ ست دلت یا رو
لعلت بدرِ دندان بشکست لبِ بستہ | زلفت بخمِ چوگان بربود دلم چون گو
آن رائحهٔ زلف ست یا لخلخهٔ عنبر | یا غالیه مے ساید در باغچهٔ حسنِ او
گفتی سخن خود را با یار نباید گفت | اے کاش تو انستم گفتن سخنے با او
بدگوے تو آن باشد کز یار کند منعت | گر یار نکو باشد مشنو سخنِ بدگو
باما بہ ازین میباش تا راز نگردد فاش | نبود بد اگر باشی با دلشدگان نیکو

اُستادِ غزل سعدیست پیشِ همه کس امّا
دارد سخنِ حافظ طرزِ سخنِ خواجو

مطرب خوش نوا بگو تازه بتازه نو بنو | بادهٔ دلکشا بجو تازه بتازه نو بنو
باصنمے چو لعبتے خوش بنشین بخلوتے | بوسه ستان بکام از و تازه بتازه نو بنو
ساقیِ سیم ساقِ من نیست میم بیار پیش | زود که پر کنم سبو تازه بتازه نو بنو
بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری | باده بخور بیادِ او تازه بتازه نو بنو

شاهدِ دلربای من میکند از برای من | نقش و نگار و رنگ و بو تازه بتازه نو بنو

بادِ صبا چو بگذری بر سرِ کوی آن پری
قصهٔ حافظش بگو تازه بتازه نو بنو

از خونِ دل نوشتم نزدیکِ یار نامه | انی رایت دهراً من هجرک القیامه
هرچند کازمودم از وی نبود سودم | من جرب المجرب حلت به الندامه
دارم من از فراقت در دیده صد علامت | لیس الدموع عینی هذا لنا العلامه
پرسیدم از طبیبی احوالِ دوست گفتا | فی بعدها عذاب فی قربها السلامه
گفتم ملامت آید گر گردِ دوست گردم | واللہ ما رأینا حباً بلا ملامه
حالِ درونِ ریشم محتاجِ شرح نبود | خود میشود محقق از آبِ چشمِ خامه
بادِ صبا ز حالم ناگه نقاب بر داشت | کالشمس فی ضحاها تطلع من الغمامه

حافظ چو طالب آمد جامی و جانِ شیرین
حتی یذوق منه کاساً من الکرامه

ای ماه فروغ رویت روشن چراغ دیده | مانند چشمِ مستت چشمِ جهان ندیده
همچون تو نازنینی سرتا بپا لطافت | گیتی نشان نداده ایزد نیافریده
هر زاهدی که دیده یاقوتِ می فروشت | سجاده ترک داده پیمانه در کشیده

در قصدِ خونِ عاشق ابرو و چشمِ شوخت
گہ این کمین کشادہ گہ آن کمان کشیدہ

تا کے کبوترِ دل چون مرغِ نیم بسمل
باشد ز تیرِ ہجرت در خاک و خون طپیدہ

تا کے فروگذاری چون زلفِ خود دلم را
سرگشتہ و پریشان اے نورِ ہر دو دیدہ

میلے اگر ندارد با عارضِ تو ابرو
پیوستہ از چہ باشد چون قدِ من خمیدہ

گر بر لبم نہی لب یابم حیاتِ باقی
آن دم کہ جانِ شیرین باشد بلب رسیدہ

از سوزِ سینہ ہر دم دود م بسر بر آید
چون عود چند باشم در آتش آرمیدہ

گر دستِ من نگیرے با خواجہ باز گویم
کز عشوہ دل ز حافظ چون بردہ و بدیدہ

از من جدا مشو کہ توام نورِ دیدۂ
آرامِ جان و مونسِ قلبِ رمیدۂ

از دامنِ تو دست ندارند عاشقان
پیراہنِ صبوری ایشان دریدۂ

از چشمِ زخم دہر مبادت گزند از آنکہ
در دلبری بغایتِ خوبی رسیدۂ

منعم کنی ز عشق وی ای مفتیِ زمان
معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

چشمم بہ از تو دور کہ در طرزِ دلبری
خط بر جمالِ یوسفِ کنعان کشیدۂ

یابم نمیرسد بزمین دیگر از نشاط
تا سوی من بلطف و عنایت تو دیدۂ

داری خیالِ پرسشِ عشاقِ بینوا
گویا کہ بوی صدق از ایشان شنیدۂ

زین سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا
بیش از گلیمِ خویش مگر پا کشیدہٗ

اے کہ با سلسلۂ زلف دراز آمدہٗ | فرصت باد کہ دیوانہ نواز آمدہٗ
آب و آتش بہم آمیختہٗ از لبِ لعل | چشمِ بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدہٗ
چشمِ تو گرچہ بہر غمزہ دلم بربا ید | لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدہٗ
ساعتے ناز مفرما و بگردان عادت | چون بپرسیدنِ اربابِ نیاز آمدہٗ
آفرین بر دلِ نرمِ تو کہ از بہرِ ثواب | کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدہٗ
زہدِ من با توچہ سنجد کہ بہ یغماے دلم | مست و آشفتہ بخلوتگہِ راز آمدہٗ
پیشِ بالای تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ | کہ بہر حال برانداز ناز آمدہٗ

گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
مگر از مذہبِ این طائفہ باز آمدہٗ

چراغِ روی ترا شمع گشت پروانہ | مرا ز حالِ تو از حالِ خویشتن پروانہ
خرد کہ قیدِ مجانینِ عشق میفرمود | ببوے حلقۂ زلفِ تو گشت دیوانہ
بمژدہ جان بصبا داد شمع در نفسے | ز شمعِ روے تواش چون رسید پروانہ
ببوے زلفِ تو گر جان بباد رفت چہ شد | ہزار جانِ گرامی فداے جانانہ

برآتشِ رخِ زیباے تو بجاے سپند | بغیرِ خالِ سیاهت که دید بهدانه
چه نقشها که برانگیختیم و سود نداشت | فسونِ ما بر او گشته است افسانه
مرا بدورِ لبِ دوست هست پیمانے | که بر زبان نبرم جز حدیثِ پیمانه
منِ غریب ز غیرت فتادم از پا دوش | نگارِ خویش چو دیدم بدستِ بیگانه

حدیثِ مدرسه و خانقه مگوے که باز
فتاده در سرِ حافظ هواے میخانه

خنک نسیمِ معنبر شمامهٔ دلخواه | که در هواے تو برخاست بامدادِ پگاه
دلیلِ راه شواے طایرِ خجسته لقا | که دیده آب شد از شوقِ خاکِ آن درگاه
منم که بے تو نفس میزنم زہے خجلت | مگر تو عفو کنی ورنه چیست عذرِ گناه
ببین بشخصِ نزارم که غرقِ خونِ دلست | هلال را ز کنارِ شفق کنند نگاه
ز دوستانِ تو آموخت در طریقت مهر | سپیده دم که صبا چاک زد شعارِ سیاه
بعشقِ روی تو روزے که از جهان بروم | ز تربتم بدمد سرخِ گل بجاے گیاه

مده بخاطرِ نازک ملالت از من ره
که حافظِ تو همین لحظه گفت بسم الله

دامن کشان همی شد در شرب زر کشیده | صد ماهرو ز رشکش جیبِ قصب دریده

از تاب آتش می بر گرد عارضش خوی — چون قطره های شبنم بر برگ گل چکیده

یاقوت جان فزایش از آب لطف زاده — شمشاد خوش خرامش از ناز پروریده

لفظ فصیح و شیرین قد بلند چابک — روی لطیف نازک چشم خوش کشیده

آن لعل دلکشش بین وان خنده پرآشوب — وان رفتن خوشش بین وان گام آرمیده

آن آهوی سیه چشم از دام ما برون شد — یاران چه چاره سازم با این دل رمیده

تا کی کشم عتابت از چشم نیم خوابت — روزی کرشمه کن ای نور هر دو دیده

زنهار تا توانی اهل نظر میازار — دنیا وفا ندارد ای یار برگزیده

بس شکر باز گویم در بندگی خواجه — گر اوفتد بدستم آن میوه رسیده

هر بد که گفت دشمن در حق ما شنیدی — یا رب که مدعی را بادا زبان بریده

گر خاطر شریفت رنجیده شد ز حافظ
باز آ که توبه کردیم از گفته و شنیده

در سرای مغان رفته بود و آب زده — نشسته پیر و صلایی بشیخ و شاب زده

سبو کشان همه در بندگیش بسته کمر — ولی ز طرف کله خیمه بر سحاب زده

فروغ جام و قدح نور ماه پوشیده — عذار مغبچگان راه آفتاب زده

گرفته ساغر عشرت فرشته رحمت — ز جرعه بر رخ حور و پری گلاب زده

ز شور و عربدهٔ شاهدان شیرین کار — شکر شکسته سمن ریخته رباب زده

عروس بخت دران حجله با هزاران ناز — کشیده وسمه و بر برگ گل گلاب زده

سلام کردم و با من بروی خندان گفت — که ای خمارکش مفلس شراب زده

که کرد اینکه تو کردی بضعف همت و رای — ز گنج خانه شده خیمه بر خراب زده

وصال دولت بیدار ترسمت ندهند — که خفتهٔ تو در آغوش بخت خواب زده

فلک جنیبه کش شاه نصرة الدین است — بیا ببین فلکش دست در رکاب زده

هلال تا که کمر نعل مرکبش گردد — ز بام عرش صدش بوسه بر تراب زده

خرد که ملهم غیبست بهر کسب شرف — ز روی صدق صدش بوسه بر جناب زده

بیا بمیکده حافظ که بر تو عرضه کنم
هزار صف ز دعاهای مستجاب زده

دوش رفتم بدر میکده خواب آلوده — خرقه تر دامن و سجاده شراب آلوده

آمد افسوس کنان مغبچهٔ باده فروش — گفت بیدار شو ای رهرو خواب آلوده

شست و شوئی کن و آنگه بخرابات خرام — تا نگردد ز تو این دیر خراب آلوده

بهوائی لب شیرین دهنان چند کنی — جوهر روح بیاقوت مذاب آلوده

بطهارت گذران منزل پیری و مکن — خلعت شیب چو تشریف شباب آلوده

آشنایانِ رهِ عشق درین بحرِ عمیق / غرقه گشتند و نگشتند بآب آلوده

پاک و صافی شو و از چاهِ طبیعت بدر آی / که صفائی ندهد آبِ تراب آلوده

گفتم ای جانِ جهان دفترِ گل عیبی نیست / که شود وقتِ بهار از میِ ناب آلوده

گفت حافظ برو و نکته بیاران مفروش / آه ازین لطف بانواعِ عتاب آلوده

سحرگاهان که مخمورِ شبانه / گرفتم باده با چنگ و چغانه

نهادم عقل را زادِ ره از می / ز شهرِ هستیش کردم روانه

نگارِ می‌فروشم عشوه‌ٔ داد / که ایمن گشتم از مکرِ زمانه

ز ساقیِ کمان ابرو شنیدم / که ای تیرِ ملامت را نشانه

نبندی زان میان طرفی کمروار / اگر خود را ببینی در میانه

برو این دام بر مرغِ دگر نه / که عنقا را بلندست آشیانه

ندیم و مطرب و ساقی همه اوست / خیالِ آب و گِل در ره بهانه

که بندد طرفِ وصل از حسنِ شاهی / که با خود عشق ورزد جاودانه

بده کشتیِ می تا خوش برانیم / ازین دریای ناپیدا کرانه

سرا غالیست از بیگانه می نوش / که نبود جز تو ای مردِ یگانه

وجود ما معمائیست حافظ
که تحقیقش فسون ست و فسانه

عیدست و موسم گل ساقی بیار باده
هنگام گل که دیده است بی می قدح نهاده

زین زهد و پارسائی بگرفت خاطر من
ساقی پیاله ده تا دل شود کشاده

واعظ که دی نصیحت می کرد عاشقان را
امروز دیدمش مست تقوی بباد داده

این یک دو روز دیگر گل را غنیمتے دان
گر عاشقی طرب کن با ساقیان ساده

در مجلس صبوحی دانی چه خوش نماید
عکس عذار ساقی بر جام مے فتاده

گل رفت ای حریفان غافل چرا نشینید
بی بانگ رود و چنگ و بی یار و جام باده

مطرب چو پرده سازد شاید اگر بخواند
از طرز شعر حافظ در بزم شاهزاده

عیشم مدام ست از لعل دلخواه
کارم بکام ست الحمد لله

ای بخت سرکش تنگش ببر کش
گه جام زر کش گه لعل دلخواه

ما را بمستے افسانه کردند
پیران جاهل شیخان گمراه

از قول زاهد کردیم توبه
وز فعل عابد استغفر الله

جانان چه گویم شرح فراقت
چشمے و صد نم جانے و صد آه

کافر بینا د این غم کہ دیدہ است | از قامتت سرو از عارضت ماہ
رو بر نتابم از راہِ خدمت | سر بر ندارم از خاکِ درگاہ
از صبرِ عاشق خوشتر نباشد | صبر از خدا خواہ صبر از خدا خواہ
دلقِ ملمع زنّار راہ است | صوفی نداند این رسم و این راہ
دیشب برویش خوش بود وقتم | از وصلِ جانان صد لوحش اللہ

شوقِ رخت بُرد از یاد حافظ
وردِ شبانہ درسِ سحرگاہ

گر تیغ بارد در کوے آن ماہ | گردن نہادیم الحکم للہ
من رند و عاشق آنگاہ توبہ | استغفر اللہ استغفر اللہ
آئینِ تقوے ما نیز دانیم | اما چہ چارہ با بختِ گمراہ
ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم | یا جامِ بادہ یا قصہ کوتاہ
مہرِ تو عکسے بر ما نیفگند | آئینہ رویا آہ از دلت آہ
الصبر مر و العمر فان | یا لیت شعری حتّٰی م القاہ
عاشق مخور غم گر وصل خواہی | خون بایدت خورد در گاہ و بیگاہ
حافظ نبودی زین گونہ بیدل | گر می شنیدی پندِ نکوخواہ

ماه من پرده براند اختهٔ یعنی چه | مست از خانه برون تاختهٔ یعنی چه
شاهِ خوبانی و منظورِ گدایان شدهٔ | قدر این مرتبه نشناختهٔ یعنی چه
زلف در دستِ صبا گوش بپیغامِ رقیب | اینچنین با همه در ساختهٔ یعنی چه
نه سرِ زلف خود اول تو بدستم دادی | بازم از پای درانداختهٔ یعنی چه
سخنت رمزِ دهان گفت و کمر سرِّ میان | در میان تیغ بما آختهٔ یعنی چه
هر کس از مهرهٔ مهرِ تو بنقشی مشغول | عاقبت با همه در باختهٔ یعنی چه

حافظا در دلِ تنگت چو فرود آید یار
خانه از غیر نپرداختهٔ یعنی چه

نصیبِ من چو خرابات کرده است اله | درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه
کسی که در ازلش جامِ می نصیب افتاد | چرا بحشر کنند این گناه از و خواه
بگو بزاهدِ سالوس خرقه پوش دو روی | که دستِ زرق دراز است و آستین کوتاه
تو خرقه را ز برای هوای می پوشی | که تا بزرق بری بندگانِ حق از راه
غلامِ همتِ رندانِ بی سر و پایم | که هر دو کون نیرزد به پیش شان یکگاه
مرادِ من ز خرابات چونکه حاصل شد | دلم ز مدرسه و خانقاه گشت سیاه
برو گدای درِ هر گدای شو حافظ | تو زین مراد نیابی بگر شاهنشاه

وصالِ او ز عمرِ جاودان بہ — خداوندا مرا آن دہ کہ آن بہ

بہ شمشیرم زد و با کس نگفتم — کہ رازِ دوست از دشمن نہان بہ

شبے میگفت چشمِ کس ندیدہ است — ز مروارید گوشم در جہان بہ

دلا دائم گدای کوے او باش — بحکمِ آن کہ دولت جاودان بہ

بخلدم زاہدا دعوت مفرمائے — کہ این سیبِ زنخ زان بوستان بہ

بداغِ بندگی مردن برین در — بجانِ او کہ از ملکِ جہان بہ

گلے کان پایمالِ سروِ ما گشت — بود خاکش ز خونِ ارغوان بہ

خدارا از طبیبِ من بپرسید — کہ آخر کے شود این ناتوان بہ

جوانا سر متاب از پندِ پیران — کہ راے پیر از بختِ جوان بہ

اگرچہ زندہ رود آبِ حیات است — ولے شیراز ما از اصفہان بہ

سخن اندر دہانِ دوست گوہر

ولیکن گفتۂ حافظ ازان بہ

آن غالیہ خط گر سوی ما نامہ نوشتے — گردون ورقِ ہستیِ ما درنہ نوشتے

ہرچند کہ ہجران ثمرِ وصل برآرد — دہقانِ ازل کاش کہ این تخم نکشتے

آمرزشِ نقد است کسے را کہ درین جا — یاریست چو حورے و سرائے چو بہشتے

مفروش بباغِ ارم و نخوتِ شدّاد | یک شیشۂ مے صاف و لبے و لب کشتے
تنها نه منم کعبۂ دل بتکده کرده | در هر قدمے صومعۂ هست و کنشتے
در مصطبۂ عشق تنعّم نتوان کرد | چون بالشِ زر نیست بسازیم بخشتے
کلکت که مریزاد زبانِ شکرینش | مهر از تو ندید ار نه جوابے بنوشتے
معمارِ وجود ار نه زدے رنگِ تو از عشق | در آبِ محبت گلِ آدم نه سرشتے
تا کے غمِ دنیاے دنی اے دلِ نادان | حیفست زخوبے که شود عاشقِ زشتے
آلودگی خرقه خرابی جهان ست | کو راهروے پاک دلے خوب سرشتے

از دست چرا هشت سرِ زلف تو حافظ
تقدیر چنین بود چه کردے که نهشتے

أتَتْ رَوائِحُ رَنْدِ الحِمیٰ وَزادَ غَرامی | مَنِ المُبَلِّغُ عَنّی اِلی سُعادَ سَلامی
پیامِ دوست شنیدن سعادتست و سلامت | فدای خاکِ درِ دوست باد جان گرامی
بیا بشامِ غریبان و آبِ دیدۂ من بین | بسانِ بادۂ صافی در آبگینۂ شامی
اذا تقرّب عن ذی الاراک طائرِ خیر | فلا تفرد عن روضها انین حمامی
خوشا دمے که درآئی و گویمت بسلامت | قدمت خیر قدوم نزلت خیر مقامی
بسے نماند که روزِ فراقِ ما بسرآید | رایت من ربّا بضبات الحمی قباب خیامی

من ارچہ ہیچ ندارم سزای خدمت شاہان — زبہر کار صوابم قبول کن بغلامی
امید ہست کہ زود ت بکام خویش ببینم — تو شاد گشتہ بفرماندہی و من بغلامی
بعدت منک و قد صرت ذائبا کہلال — اگرچہ روے چو ماہت ندیدہ ام تمامی
وان دعیت بلجد و صرت ناقض عہد — فما تطیب نفسی وما استطاب منامی

چو سلک درّ خوشاب ست شعر نظم تو حافظ
کہ گاہ لطف سبق مے برد ز نظم نظامی

اکنون کہ ز گل باز چمن شد چو بہشتے — ساقی مے گلگون بطلب بر لب کشتے
زنگ غمت از دل مے گلرنگ زداید — بشنو کہ چنین گفت مرا پاک سرشتے
گر محتسبت بر کدو بادہ زند سنگ — بشکن تو کدو سے سرا و نیز بخشتے
جہل من و علم تو فلک را چہ تفاوت — آنجا کہ بصر نیست چہ خوبے چہ زشتے
ترا ہد بکنم نسیہ حکایت کہ بنقدم — ترکیست چو حورے و سرائے چو بہشتے
بر خاک رہ خواجہ کہ ایوان کمال ست — گر بالش زر نیست بسازیم بخشتے

ترسا بچہ دوشش ہمیگفت کہ حافظ
حیف ست کہ ہر دم کند آہنگ کنشتے

اے باد نسیم یار داری — زان نفحہ مشکبار داری

زنهار مکن دراز دستی — با طرهٔ او چه کار داری
ای گل تو کجا و روی زیباش — او مشک تر و تو خار داری
ریحان تو کجا و خط سبزش — او تازه و تو غبار داری
نرگس تو کجا و چشم مستش — او سرخوش و تو خمار داری
ای سرو تو با قد بلندش — در باغ چه اعتبار داری
ای عقل تو با وجود عشقش — در دست چه اختیار داری

روزی برسی بوصل حافظ
گر طاقت انتظار داری

ای بیخبر بکوش که صاحب خبر شوی — تا راه بین نباشی کی راهبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق — هان ای پسر بکوش که روزی پدر شوی
دست از مس وجود چو مردان ره بشوی — تا کیمیای عشق بیابی و زر شوی
خواب و خورت ز مرتبهٔ عشق دور کرد — آن دم رسی بدوست که بیخواب و خور شوی
گر نور عشق حق بدل و جانت اوفتد — بالله کز آفتاب فلک خوبتر شوی
از پای تا سرت همه نور خدا شود — در راه ذوالجلال چو بی پا و سر شوی
بنیاد هستی تو چو زیر و زبر شود — در دل مدار هیچ که زیر و زبر شوی

گر در سرت هوای وصالست حافظا
باید که خاک درگه اهل بصر شوی

ای پادشه خوبان داد از غم تنهائی — دل بی تو بجان آمد وقتست که باز آئی

ای درد توام درمان در بستر ناکامی — وی یاد توام مونس در گوشهٔ تنهائی

مشتاقی و مهجوری دور از تو چنانم کرد — کز دست بخواهد شد پایان شکیبائی

دائم گل این بستان شاداب نمی ماند — دریاب ضعیفان را در وقت توانائی

صد باد صبا اینجا بی سلسله می رقصند — این ست حریف ای دل تا باد نه پیمائی

در دائرهٔ قسمت ما نقطهٔ پرگاریم — لطف آنچه تو اندیشی حکم آنچه تو فرمائی

فکر خود و رای خود در عالم رندی نیست — کفرست درین مذهب خود بینی و خود رائی

یارب بکه بتوان گفت این نکته که در عالم — رخساره بکس ننمود آن شاهد هرجائی

دی شب گلهٔ زلفت با باد صبا گفتم — گفتا غلطی بگذر زین فکرت سودائی

ساقی چمن گل را بی روی تو رنگی نیست — شمشاد خرامان کن تا باغ بیارائی

زین دائرهٔ مینا خونین جگرم می ده — تا حل کنم این مشکل زین ساغر مینائی

حافظ شب هجران شد بوی خوش صبح آمد
شادیت مبارکباد ای عاشق شیدائی

ای ذرّه رخ تو پیدا انوار پادشاهی | در فکرت تو پنهان صد حکمت الهی

کلک تو بارک الله در ملک و دین کشاده | صد چشمه آب حیوان از قطره سیاهی

بر اهرمن نتابد انوار اسم اعظم | ملک آن تست و خاتم فرما هر آنچه خواهی

در حشمت سلیمان هر کس که شک نماید | بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماهی

تیغی که آسمانش از فیض خود دهد آب | تنها جهان بگیرد بی منت سپاهی

گر پرتوی ز تیغت بر کان و معدن افتد | یاقوت سرخ رو را بخشند رنگ کاهی

دائم دلت ببخشد بر اشک شب نشینان | گر حال ما بپرسی از باد صبحگاهی

ساقی بیار آبی از چشمهٔ خرابات | تا خرقه ها بشوئیم از عجب خانقاهی

باز ار چه گاه گاهی بر سر نهد کلاهی | مرغان قاف دانند آئین پادشاهی

در دور مان آدم تا وضع سلطنت هست | مثل تو کس ندیده است این علم را کماهی

کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار | تعویذ جان فزائی و افسون عمر کاهی

عمریست پادشاها کز می تهیست جامم | اینک ز بنده دعوی و ز محتسب گواهی

ای عنصر تو مخلوق از کیمیای عزت | وای دولت تو ایمن از صدمت تباهی

جائیکه برق عصیان بر آدم صفی زد | ما را چگونه زیبد دعوی بیگناهی

یا ملجأ البرایا یا واهب العطایا | عطفاً علی مقل حلت به الدواهی

جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی | ظلم از جهان برون شد تا تو جهان پناهی

حافظ چو دوست از تو گه گاه می برد نام
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواهی

ای دل آن به که خراب از می گلگون باشی | بی زر و گنج بصد حشمت قارون باشی
در مقامی که صدارت بفقیران بخشند | چشم دارم که بجاه از همه افزون باشی
تاج شاهی طلبی گوهر ذاتی بنما | ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی
در ره منزل لیلی که خطرهاست بجان | شرط اوّل قدم آنست که مجنون باشی
کاروان رفت و تو در خواب و بیابان در پیش | کی روی ره ز که پرسی چه کنی چون باشی
نقطه عشق نمودم بتو هان سهو مکن | ورنه چون بنگری از دائره بیرون باشی
ساغری نوش کن و جرعه بر افلاک فشان | تا بچند از غم ایام جگر خون باشی

حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر اینست
هیچ خوشدل نه پسندد که تو محزون باشی

ای دل بکوی عشق گذاری نمیکنی | اسباب جمع داری و کاری نمیکنی
چوگان کام در کف و گوئی نمیزنی | بازی چنین بدست و شکاری نمیکنی
این خون که موج میزند اندر جگر چرا | در کار رنگ و بوی نگاری نمیکنی

مشکین ازان نشد دم خلقت که چون صبا | برخاک کوی دوست گذاری نمیکنی
گر دیگران بجان غم جانان خریده اند | ای دل تو این معامله باری نمیکنی
ترسم کزین چمن نبری آستین گل | کز گلبنش تحمل خاری نمیکنی
در آستین کام تو صد نامه مندرج | آن را فدای طرهٔ یاری نمیکنی
ساغر لطیف و دلکش و می افگنی بخاک | واندیشه از بلای خماری نمیکنی

حافظ برو که بندگی بارگاه دوست
گر جمله می کنند تو باری نمیکنی

ای دل اگر از چاه زنخدان بدرآئی | هر جا که روی زود پشیمان بدرآئی
هشدار که گر وسوسهٔ عقل کنی گوش | آدم صفت از روضهٔ رضوان بدرآئی
تا کی چو صبا بر تو گمارم دم همت | کز غنچه چو گل خرم و خندان بدرآئی
در تیره شب هجر تو جانم بلب آمد | وقتست که همچون مه تابان بدرآئی
جان میدهم از حسرت آن لعل روان بخش | باشد که چو خورشید درخشان بدرآئی
شاید که به آبی فلکت دست بگیرد | گر تشنه لب از چشمهٔ حیوان بدرآئی
در خانهٔ غم چند نشینی بملامت | وقتست که از دولت سلطان بدرآئی
برخاک رهت بسته ام از دیده دو صد جوی | باشد که تو چون سرو خرامان بدرآئی

حافظ مکن اندیشه که آن یوسف مصری
باز آید و از کلبهٔ احزان بدر آئی

ای قصهٔ بهشت ز کویت حکایتی — واب خضر ز نوش لبانت کنایتی

انفاس عیسی از لب لعلت لطیفهٔ — شرح جمال حور ز رویت روایتی

کے عطر سای مجلس روحانیان شدی — گل را اگر نه بوی تو کردی رعایتی

در آرزوی خاک در دوست سوختیم — یاد آور ای صبا که نکردی حمایتی

در آتش از خیال رخش دست میدهد — ساقی بیا که نیست ز دوزخ شکایتی

بوی دل کباب من آفاق را گرفت — (درون) وین آتش اندرون بکند هم سرایتی

ای دل بهرزه دانش و دینت ز دست رفت — صد مایه داشتی و نکردی کفایتی

هر پاره از دل من و از غصه قصهٔ — هر سطری از خیال تو وز رحمت آیتی

دانی مراد حافظ ازین آه و ناله چیست
از تو کرشمهٔ وز خسرو عنایتی

ای ز شرم عارضت گل کرده خوی — در عرق پیش عقیقت جام می

ژاله بر لاله است یا بر گل گلاب — یا بر آتش آب یا بر روت خوی

میشد از چشم آن کمان ابرو دلم — از پیش میرفت و گم میکرد پی

امشب از زلفش نخواهم داشت دست | رو مؤذن بانگ بر میزن که حی

چون بنی عامر بسی مجنون شوند | گر برون آید یکی لیلی ز حی

نی و می لب بر لب مطرب نهاد | چنگ را در زیر ناخن کرد نی

آنکه بر هر جرعه جان می‌دهد | جان از و بستان و جامی ده بوی

عود بر آتش نه و منقل بسوز | غم مدار از کثرت سرمای دی

با تو زین پس گر فلک خواری کند | باز گو در حضرت دارای ری

خسرو آفاق بخشش کز سخا | نامهٔ حاتم ز نامش گشت طی

چنگ را بر دست مطرب نه دمی | گو رگش بخراش و بخروشم ز وی

جام می پیش آر و چون حافظ مخور
غم که جمشید کی بود یا کاوس کی
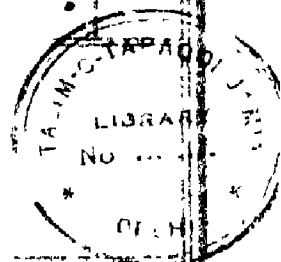
ای که بر ماه از خط مشکین نقاب انداختی | لطف کردی سایهٔ بر آفتاب انداختی

تا چه خواهد کرد بر ما تاب زلف عارضت | حالیا نیرنگ رنگ خوش بر آب انداختی

گوی خوبی بردی از خوبان عالم شاد باش | جام کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

گرچه از مستی خرابم طاعت من رد مکن | کاندرین شغلم بامید ثواب انداختی

گنج عشق خود نهادی در دل ویران من | سایهٔ دولت برین کنج خراب انداختی

خواب بیداران مستی آنکه از نقش خیال | تهمتی بر شب روان خیل خواب انداختی
پرده از رخ برفگندی یک نظر در جلوه گاه | وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
از برای صید دل در گردنم زنجیر زلف | چون کمند خسرو مالک رقاب انداختی
نصرة الدین شاه یحیی ای که تاج آفتاب | از سر تعظیم و قدرت در تراب انداختی
زینهار از آب شمشیرت که شیران را ازان | تشنه میکردی و گردان را در آب انداختی
باده نوش از جام عالم بین که بر اورنگ جم | شاهد مقصود را از رخ نقاب انداختی
هر کسی با شمع رخسارت بنوعی عشق داشت | زین میان پروانه را در اضطراب انداختی

از فریب نرگس مخمور و چشم می پرست
حافظ خلوت نشین را در شراب انداختی

ای که دائم بخویش مغروری | گر ترا عشق نیست معذوری
گرد دیوانگان عشق مگرد | که بعقل و عقیله مشهوری
مستی عشق نیست در سر تو | رو که تو مست آب انگوری
روی زردست و آه دردآلود | عاشقان را گواه رنجوری

بگذر از ننگ و نام خود حافظ
ساغر می طلب که مخموری

ای که در کشتنِ ما هیچ مدارا نکنی
سود و سرمایه بسوزی و محابا نکنی

دردمندانِ غمت زهرِ هلاهل نوشند خطر
قصدِ این قومِ خطا باشد هین تا نکنی

رنجِ ما را که توان بُرد بیک گوشهٔ چشم
شرطِ انصاف نباشد که مداوا نکنی

دیدهٔ ما که بامیدِ تو دریاست چرا
بتفرّج گذرے بر لبِ دریا نکنی

نقلِ هر جور که از خلقِ کریمت گویند
قولِ صاحب غرضانست تو آنها نکنی

بر تو گر جلوه کند شاهدِ ما اے زاهد
از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی

حافظا سجده بمحرابِ دو ابرویش کن
که دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نکنی

اے که در کوی خرابات مقامے داری
جم وقتِ خودی ار دست بجامے داری

اے که با زلف و رخِ یار گذاری شب و روز
فرصتت باد که خوش صبحے و شامے داری

اے صبا سوختگان بر سرِ ره منتظر اند
اگر از یار سفر کرده پیامے داری

بوی جان از لبِ خندانِ قدح می شنوم
بشنو اے خواجه تو گر زانکه مشامے داری

کامے ار می طلبد از تو غریبے چه شود
تو ئی امروز درین شهر که نامے داری

خالِ سرسبزِ تو خوش دانهٔ عیشیست ولے
بر کنارِ چمنش ده که چه دامے داری

تو بهنگامِ وفا گرچه ثباتت نبود
می کنم شکر که بجور دوامے داری

مہربان شد فلک و ترکِ جفا کاری کرد　　توئی ای جان کہ درین شیوہ خرامے داری

بس دعاے سحرت حافظِ جان خواہد بود
تو کہ چون حافظِ شب خیز غلامے داری

اے کہ مہجوری عشاق روا میداری　　بندگان را ز برِ خویش جدا میداری

تشنۂ بادیہ را ہم بزلالے دریاب　　باُمیدے کہ درین رہ بخدا میداری

دل بُردی و بحل کردمت ایجان لیکن　　بہ ازین دار نگاہش کہ مرا میداری

ساغرِ ما کہ حریفانِ دگر می نوشند　　ما تحمّل بکنیم ار تو روا میداری

ای مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہِ تست　　عرض خود می بری و زحمتِ ما میداری

تو بتقصیرِ خود افتادی ازین در محروم　　از کہ می نالی و فریاد چرا میداری

ای دل خام طمع شرمی ازین قصّہ بدار　　کار نا کردہ چہ امیدِ عطا میداری

حافظا عادتِ خوبان ہمہ جورست و جفا
تو کہ زین طائفہ امیدِ وفا میداری

این خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولے　　وین دفترِ بے معنی غرقِ میِ ناب اولے

چون عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم　　در کنجِ خراباتی افتادہ خراب اولے

من حالِ دلِ زاہد با خلق نخواہم گفت　　کاین قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولے

تا بے سر و پا باشد اوضاع فلک زین سان — در سر هوس ساقی در دست شراب اولی

از همچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے — گر تاب کشم بارے زان زلف بتاب اولی

چون پیر شدی حافظ از میکده بیرون رو
رندی و هوسناکی در عهد شباب اولی

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی — تا بیخبر بمیرد در رنج خود پرستی

با ضعف و ناتوانی همچون نسیم خوش باش — بیماری اندرین غم خوشتر ز تندرستی

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی — یک نکته ات بگویم خود را مبین که رستی

در آستان جانان از آسمان میندیش — کز اوج سربلندی افتی بخاک پستی

عاشق شو ارنه روزے کار جهان سر آید — ناخوانده نقش مقصود از کارگاه هستی

آن روز دیده بودم این فتنها که برخاست — کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی

خار ار چه جان بکاهد گل عذر آن بخواهد — سهل است تلخی مے در جنب ذوق مستی

صوفی پیاله پیما ساقی قرابه پرکن — اے کوته آستینان تا کے دراز دستی

در حلقهٔ مغان دوش آن پسر چه خوش گفت — با کافران چه کارت گر بت نمی پرستی

در مذهب طریقت خامی نشان کفرست — آرے طریق رندان چالاکیست و چستی

سلطان ما خدا را زلفت شکست ما را — تا کے کند سیاهی چندین دراز دستی

گر خرقهٔ بر منی مشغولِ کارِ خود باش
هر قبله که باشد مشغولِ خودپرستی

در گوشهٔ سلامت مستور چون توان بود
تا نرگسِ تو گوید با ما رموزِ مستی

عشقت بدستِ طوفان خواهد سپرد ایجان
چون برق ازین کشاکش پنداشتی که رستی

از راهِ دیده حافظ تا دیده زلفِ پستت
با جمله سربلندی شد پایمالِ پستی

بجانِ او که گرم دسترس بجان بودے
کمینه پیشکشِ بندگانش آن بودے

اگر دلم نشدے پای بندِ طرّهٔ او
کیم قرار درین تیره خاکدان بودے

بگفتمے که بها چیست خاکِ پاے ترا
اگر حیاتِ گران مایه جاودان بودے

بخواب نیز نمی بینمش چه جای وصال
چو این نبود ندیدیم بارے آن بودے

به بندگی قدش سرو معترف گشتے
اگرچه سوسنِ آزاده ده زبان بودے

زپرده نالهٔ حافظ برون کی افتادے
اگر نه همدمِ مرغانِ صبح خوان بودے

بچشم کرده ام ابروے ماه سیمائے
خیالِ سبز خطے نقش بسته ام جائے

زمامِ دل بکسے داده ام من مسکین
که نیستش بکس از تاج و تخت پروائے

سرم ز دست شد و چشم از انتظار بسوخت
در آرزوے سرو چشم مجلس آرائے

زہے کمال کہ منشور عشقبازی من | ازان کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے
مرا کہ از رخ تو ماہ در شبستان ست | کجا بود بفروغ ستارہ پروائے
مکدرست دل آتش بخرقہ خواہم زد | بیا ببین تو اگر میکنی تماشائے
بروز واقعہ تابوت ما ز سرو کنید | کہ مردہ ایم زداغ بلند بالائے
دران مقام کہ خوبان بغمزہ تیغ زنند | عجب مکن زسرے کوفتادہ در پائے
فراق و وصل چہ باشد رضائی دوست طلب | کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

زشوق سر بدر آرند ماہیان از آب
اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے

پدید آمد رسوم بے وفائی | نماند از کس نشان آشنائی
برند از فاقہ پیش ہر خسیسے | کنون اہل ہنر دست گدائی
کسے کو فاضل ست امروز در دہر | نمی بیند زغم یک دم رہائی
کسے کو جاہل ست اندر تنعم | متاع او بود ہر دم بہائی
اگر شاعر بخواند شعر چون آب | کہ دل را زو فزاید روشنائی
نہ بخشندش جوے از بخل و امساک | اگر خود فی المثل باشد سنائی
خرد در گوش ہوش من دوش میگفت | برو صبرے بکن در بینوائی

بیا حافظ بجان این پند بنیوش
که گر از پا بیفتی بر سر آئی

برو زاهد بامیدے که داری | که دارم همچنان امیدواری
بجز ساغر که دار دلاله در دست | بیا ساقی بیاور آنچه داری
مرا در رشتهٔ دیوانگان کش | که مستی خوشترست از هوشیاری
بپرهیز از من اے صوفی بپرهیز | که کردم توبه از پرهیزگاری
بیا دل در خم گیسوی او بند | اگر خواهی خلاص و رستگاری
بوقت گل خدا را توبه بشکن | که عهد گل ندارد استواری
عزیزا نوبهار عمر بگذشت | چو بر طرف چمن باد بهاری

بیا حافظ به پند تلخ کن گوش
چرا عمرے بغفلت میگذاری

بشنو این نکته که خود را ز غم آزاده کنی | خون خوری گر طلب روزی ننهاده کنی
آخر الامر گل کوزه گران خواهی شد | حالیا فکر سبو کن که پر از باده کنی
جهد بنما که در ایام گل و عهد شباب | عیش با آدمیِ چند پریزاده کنی
تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف | مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی

اجرہا باشدت ای خسرو شیرین حرکات | گر نگاہے سوی فرہادِ دل افتادہ کنی

خاطرت کے رقمِ فیض پذیرد ہیہات | مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی

ای صبا بندگیِ خواجہ جلال الدین کن | کہ جہان پر سمن و سوسن آزادہ کنی

کارِ خود گر بخدا بازگزاری حافظ
اے بسا عیش کہ با بختِ خدادادہ کنی

بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی مے | علاج کے کنمت آخر الدواء الکی

ذخیرہ بنہ از رنگ و بوی فصلِ بہار | کہ می رسند ز رہ رہزنانِ بہمن و دے

زمانہ ہیچ نبخشد کہ باز نستاند | مجو ز سفلہ مروت مجو ز ناکس شئے

چو گل نقاب برافگند و مرغ زد ہو ہو | منہ ز دست پیالہ چہ میکنی ہی ہے

خزینہ داری میراث خوارگان کفرست | بقولِ مطرب و ساقی بفتوای دف و نے

چو ہست آبِ حیاتت بدست تشنہ ممیر | فلا تمت و من الماء کل شیءٍ حی

نوشتہ اند بر ایوانِ جنتِ الماوی | کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وای بوے

سخا نماند سخن طے کنم بیا ساقی | بدہ بشادیِ روحِ روانِ حاتمِ طے

شکوہِ سلطنت و حکم کے ثباتے داشت | ز تختِ جم سخنے ماندہ است و افسرِ کے

بخیل بوے خدا نشنود بیا حافظ | پیالہ گیر و کرم کن کہ الضمان علی

بفراغ دل زمانی نظری بماهرویی
به از آنکه چتر شاهی همه روز های و هویی

بخدا که رشکم آید بدو چشم روشن خود
که نظر دریغ باشد بچنین لطیف رویی

دل من شد و ندانم چه شد آن غریب ما را
که گذشت عمر و ناید خبری ز هیچ سویی

نفسم بآخر آمد نظرم ندید سیری
بجز این نماند ما را هوسی و آرزویی

مکن ای صبا مشوش سر زلف آن پری را
که هزار جان حافظ بفدای تار مویی

بگرفت کار حسنت چون عشق من کمالی
خوش باش از آنکه نبود این هر دو را زوالی

در وهم می نگنجد کاندر تصور عقل
آید بهیچ معنی زین خوبتر مثالی

شد حظ عمر حاصل گر زانکه با تو ما را
یک دم بعمر روزی روزی نشد وصالی

آن دم که با تو باشم یکسال هست روزی
وان دم که بی تو باشم یک روز هست سالی

من چون خیال رویت جانا بخواب بینم
کز خواب می نبیند چشمم بجز خیالی

رحم آر بر دل من کز مهر روی خوبت
شد شخص ناتوانم باریک چون هلالی

حافظ مکن شکایت گر وصل یار خواهی
زین بیشتر بباید بر هجر احتمالی

بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پهلوی
میخواند دوش درس مقامات معنوی

یعنی بیا که آتش موسی نمود گل | تا از درخت نکتهٔ تحقیق بشنوی

مرغان باغ قافیه سنجند و بذله گو | تا خواجه می خورد بغزلهای پهلوی

جمشید جز حکایت جام از جهان نبرد | زنهار دل مبند بر اسباب دنیوی

خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن | کاین عیش نیست درخور اورنگ خسروی

درویشم و گدا و برابر نمی کنم | پشمین کلاه خویش بصد تاج خسروی

این قصهٔ عجب شنو از بخت واژگون | ما را بکشت یار بانفاس عیسوی

چشمت بغمزه خانهٔ مردم خراب کرد | مخموریت مباد که خوش مست میروی

دهقان سالخورده چه خوش گفت با پسر | کای نور چشم من بجز از کشته ندروی

می خور بشعر بنده که دلتنگیت مباد | بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی

ساقی مگر وظیفهٔ حافظ زیاده باد

کاشفته گشت طرهٔ دستار مولوی

بتا با ما گذار این کینه داری | که حق صحبت دیرینه داری

نصیحت گوش کن کاین دُر بسی به | ازان گوهر که در گنجینه داری

بفریاد خمار مفلسان رس | خدا را گر مئی دوشینه داری

ولیکن کی نمائی رخ برندان | تو کز خورشید و مه آئینه داری

بدِ رندان مگو ای شیخ هشدار | که با حکمِ خدائی کینه داری
نمی ترسی ز آهِ آتشینم | تو دانی خرقهٔ پشمینه داری

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ
بقرآنی که اندر سینه داری

بیار باده و بازم رهان ز رنجوری | که هم بباده توان کرد دفعِ مخموری
بهیچ وجه نباشد فروغِ مجلسِ انس | مگر بروی نگار و شرابِ انگوری
ز سحرِ غمزهٔ فتّانِ خویش غرّه مباش | که آزمودم و سودی نداشت مغروری
بیک فریب بدادم صلاحِ خویش از دست | دریغ آن همه زهد و صلاح مستوری
ادیب چند نصیحت کنی که عشق مباز | اگرچه نیست ادب این سخن چه دستوری
بعشق زنده بود جانِ مردِ صاحبدل | اگر تو عشق نداری برو که معذوری
رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ هجر | نهاد کشورِ دل بازره بمعموری

بهر کسی نتوان گفت رازِ دل حافظ
مگر بدانکه کشیده است محنتِ دوری

ترا که هر چه مراد است در جهان داری | چه غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری
بخواه جان و دل از بنده و روان بستان | که حکم بر سرِ آزادگان روان داری

بنوش می چو سبکروحی ای حریف مدام
علی الخصوص درین دم که سرگران داری

بیاض روی ترا نیست نقش در خور ازانکه
سوادی از خط مشکین بر ارغوان داری

میان نداری و دارم عجب که هر ساعت
میان مجمع خوبان کنی میان داری

مکن عتاب ازین بیش و جور بر دل من
مکن هر آنچه توانی که جای آن داری

باختیار اگرت صد هزار تیر جفاست
بقصد جان من خسته در کمان داری

بکش جفای رقیبان مدام و دل خوش دار
که سهل باشد اگر یار مهربان داری

وصال دوست گرت دست میدهد هر روزی
برو که هرچه مرادست در جهان داری

چو ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید
حدیث یا شکرست اینکه در دهان داری

چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ
چه غم ز ناله و فریاد باغبان داری

تو مگر بر لب جوئی ز هوس بنشینی
ورنه هر فتنه که بینی همه از خود بینی

بخدائی که توئی بندهٔ بگزیدهٔ او
که بجای من بیدل دگری نگزینی

صبر بر جور رقیبان چه کنم گر نکنم
عاشقان را نبود چاره بجز مسکینی

ادب و شرم ترا خسرو مهرویان کرد
آفرین بر تو که شایستهٔ صد تحسینی

عجب از لطف تو ای گل که نشینی با خار
ظاهرا مصلحت وقت دران می بینی

حیفم آید کہ خرامی بتماشاے چمن — کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی

گر امانت بسلامت ببرم باکے نیست — بیدلی سہل بود گر نبود بے دینی

بادِ صبحے بہوایت ز گلستان برخاست — کہ تو خوشبو چو گلِ سوری و چون نسرینی

سخنِ بے غرض از بندۂ مخلص بشنو — اے کہ منظورِ بزرگانِ حقیقت بینی

نازنینی چو تو پاکیزہ رُخ و پاک نہاد — بہتر آنست کہ با مردمِ بد ننشینی

شیشہ بازیِ سرشکم نگری از چپ و راست — گر برین منظرِ بینش نفسے بنشینی

بعد ازین ما و گدائی بسرِ منزلِ عشق — راہرو را نبود چارہ بجز مسکینی

تو بدین دلکشی و نازکی اے مایۂ حسن — لائقِ بزمگہِ خواجہ جلال الدینی

سیلِ این اشک روان صبرِ دلِ حافظ بُرد
بلغ الطاقة یا مقلة عینی بینی

جان فداے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی — ہر کہ شد خاکِ درت رست ز سرگردانی

سرسری از سرِ کوے تو نیارم برخاست — کار دشوار نگیرند بدین آسانی

خام را طاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست — نازکان را نرسد شیوۂ جان افشانی

بے تو آرام گرفتن بود از ناکامی — با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی

فاش کردند رقیبان تو سرِّ دلِ من — چند پوشیدہ بماند خبرِ پنہانی

تا بماند تر و شاداب نهالِ قدِ تو ‏ واجب آنست که بر دیدهٔ ما بنشانی

در خمِ زلفِ تو دیدم دلِ خود را روزی ‏ گفتمش چونی و چون می رهی اے نندانی

گفت آرے چه کنی گر نبری رشکِ من ‏ هر گدا را نبود مرتبهٔ سلطانی

راستی حدِ تو حافظ نبود صحبتِ ما
بس اگر بر سرِ این کوے کنی سگبانی

جاے حضور و گلشنِ امن ست این سرائے ‏ زین در بشادمانی عیش و طرب درائے

اے کاخِ دولتی تو چه کاخی که مدرجست ‏ در شاخسارِ گلشنِ تو سایهٔ همائے

هر صبح در هواے درت میکند صبوح ‏ جمشیدِ تختِ چرخ بجامِ جهان نمائے

بادِ تو همچو آتشِ موسی خجسته پے ‏ خاکِ تو همچو آبِ خضر زندگی فزائے

فرخنده نوگلِ تو چمن را حیات ده ‏ جعدِ بنفشهٔ تو صبا را گره کشائے

مرغول سنبل از دمِ کوے تو خوش نسیم ‏ زلفِ صبا ز خاکِ جنابِ تو مشک سائے

خورشید در هواے تو چون ذره پای کوب ‏ جمشید در حریمِ تو چون بندگان بپائے

حافظ مقیمِ درگهِ او باش و عیش کن
کاندر بهشت بهتر ازین گوشه نیست جائے

چو سرو گر بخرامی دمے بگلزارے ‏ خورد ز غیرتِ روے تو هر گلے خارے

زکفر زلف تو هر حلقهٔ و آشوبے | زسحر چشم تو هر گوشهٔ و بیمارے
نثارِ خاکِ رهت نقدِ جانِ ما هر چند | که نیست نقد روان را بر تو مقدارے
مرو چو بختِ من ای چشم مستِ یار بخواب | که در پی ست ز هر سوت آه بیدارے
دلا همیشه مزن لافِ زلفِ دلبندان | چو تیره رای شدی کے کشایدت کارے
سرم برفت و زمانے بسر نرفت این کار | دلم گرفت و نبودت سر گرفتارے

چو نقطه گفتمش اندر میانِ دائرہ آے
بخنده گفت که حافظ برو چو پرکارے

چون در جهانِ خوبی امروز کامگاری | شاید که عاشقان را کامے ز لب برآری
با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوه | بر بیدلانِ مسکین تا کے جفا و خواری
تا چند همچو چشمت در عینِ ناتوانی | تا چند همچو زلفت در تاب و بیقراری
جورے که از تو دیدم دردے که از تو بردم | گر شمه بدانی شاید که رحمت آری
از بادهٔ وصالت گر جرعهٔ بنوشم | تا زنده ام نورزم آئینِ هوشیاری
در هجر مانده بودم بادِ صبا رسانید | از بوستانِ وصلت بوے امیدواری
ما بنده ایم و عاجز تو خواجهٔ و قادر | گر میکشی بزودم ور میکشی بزاری
دکانِ عاشقی را بسیار مایه باید | دلهاے همچو آتش چشمانِ رودباری

گرچہ بوے وصلت در حشر زندہ مانم (گردم) سر بر نیارم از خاک از روی شرمساری

آخر ترحمے کن بر حال زار حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری

چہ بودے ار دل آن ماہ مہربان بودے
کہ کار ما نہ چنین بودے ار چنان بودے

بگفتمے کہ چہ ارزد نسیم طرۂ دوست
گرم بہر سر مویے ہزار جان بودے

برات خوشدلی ما چہ کم شدے یارب
گرش نشان امان از بد زمان بودے

گرم زمانہ سرافراز داشتے و عزیز
سریر عزتم آن خاک آستان بودے

خیال اگر نشدے سد آب دیدۂ من
ہزار چشمہ بہر گوشۂ روان بودے

کسے بگوے ویم کاشکے نشان دادے
کہ تا فراغتے از باغ و بوستان بودے

برخ چو مہر فلک بے نظیر آفاق ست
بدل دریغ کہ یک ذرہ مہربان بودے

ز پردہ کاش برون آمدے چو قطرۂ اشک
کہ بر دو دیدۂ ما حکم او روان بودے

اگر نہ دائرۂ عشق راہ بر بستے
چو نقطہ حافظ بیدل دران میان بودے

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی
چہ صورتی کہ بہیچ آدمی نمی مانی

نہ صورتی کہ گل گلستان فردوسی
نہ قامتی کہ سہی سرو باغ و بستانی

بسے حکایتِ حسنت شنیدہ ام جانان
کنون کہ دیدہ ست الحق ہزار چندانی

تنم چو چشمِ تو دارد نشانِ بیماران
دلم چو زلفِ تو دارد سرِ پریشانی

ز جستجوے تو ننشینم ارچہ ہر نفسم
بیانِ خونِ دل و آبِ دیدہ بنشانی

ز خاکِ پاے عزیزت تو سر نگردانم
گرم ز دستِ فراقت بسر بگردانی

تو چون سپہر جفا پیشہ واحوالم
چو روزگار نہادہ است رو بویرانی

ازو وے لطف و ترحم چرا نبخشائی
چو دردِ محنتِ حافظ یقین ہمیدانی

خوشتر از کوے خرابات نباشد جائے
گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے

آرزو میکنم و از تو چہ پنہان دارم
شیشۂ بادہ و کنجے و رخِ زیبائے

جاے من دیرِ مغانست و مروج وطنے
رات من روے بتانست و مبارک رائے

چہ کنی گوش کہ در دہر چو من شیدا نیست
نیست این جز سخنِ بو الہوسِ عنائے

صنما غیرِ تو در خاطرِ ما ے نگنجد
کہ مرا نیست بغیر از تو زکس پروائے

باوب باش کہ ہرگز نتواند گفتن
سخن زیر گر بر سے مئے دانائے

رحم کن بر دلِ مجروحِ خرابِ حافظ
زانکہ ہست از پے امروز یقین فردائے

خوش کرد یاوری فلکت روزِ داوری — تا شکر چون کنی و چه شکرانه آوری

در کوے عشق شوکتِ شاهی نمی خرند — اقرارِ بندگی کن و دعویِ چاکری

آن کس که اوفتاد خدایش گرفت دست — پس بر تو باد تا غمِ افتادگان خوری

ساقی بمژدگانیِ عیش از درم درآے — تا یک دم از دلم غمِ دنیا بدر بری

در شاهراهِ جاه و بزرگی خطرِ بسے ست — آن به کزین گریوه سبکبار بگذری

سلطان و فکرِ لشکر و سوداے تاج و گنج — درویش و امنِ خاطر و کنجِ قلندری

نیلِ مراد بر حسبِ فکر و همت ست — از شاه نذرِ خیر و ز توفیق یاوری

یک حرفِ صوفیانه بگویم اجازت ست — اے نورِ دیده صلح به از جنگ و داوری

حافظ غبارِ فقر و قناعت ز رخ مشوے — کاین خاک بهتر از عملِ کیمیاگری

در همه دیرِ مغان نیست چو من شیدائی — خرقه جائی گرو باده و دفتر جائی

دل که آئینهٔ شاهی ست غبارے دارد — از خدا می طلبم صحبتِ روشن رائی

کرده ام توبه بدستِ صنمے باده فروش — که دگر مے نخورم بے رخِ بزم آرائی

جویها بسته ام از دیده بدامان که مگر — در کنارم بنشانند سهی بالائی

سرِ این نکته مگر شمع برآرد بزبان — ورنه پروانه ندارد بسخن پروائی

کشتی باده بیاور که مرا بی رخ دوست
گشته هر گوشهٔ چشم از غم دل دریائی

سخن غیر مگو با من معشوقه پرست
کز وی و جام میم نیست بکس پروائی

نرگس ار لاف زد از شیوهٔ چشم تو مرنج
نروند اہل نظر از پی نابینائی

این حدیثم چه خوش آمد که سحرگه میگفت
بر در میکدهٔ با دف و نی ترسائی

گر مسلمانی ازینست که حافظ دارد
آه اگر از پی امروز بود فردائی

دو یار زیرک و از بادهٔ کہن دومنی
فراغتی و کتابی و گوشهٔ چمنی

ز تند باد حوادث نمی توان دیدن
درین چمن که گلی بوده است یاسمنی

من این مقام بدنیا و آخرت ندہم
اگرچه در پیم افتند خلق انجمنی

ہر آنکه کنج قناعت بگنج دنیا داد
فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی

بیا که رونق این کارخانه کم نشود
ز زہد ہمچو توئی یا ز فسق ہمچو منی

نگار خویش بدست خسان ہمی بینم
چنین شناخت فلک حق خدمت چو منی

ببین در آینهٔ نقشبند صورت غیب
گرت ز ملک قناعت ہوس کند وطنی

ازین سموم که بر طرف بوستان بگذشت
عجب که رنگ گلی ماند و بوی یاسمنی

بصبر کوش تو ای دل که حق رها نکند
چنین عزیز نگینی بدست اہرمنی

بگوشۂ بنشین سرخوش و تماشا کن | زحادثات زمانے رُخِ شکردہنے
بروزِ واقعہ غم باشراب باید گفت | کہ اعتماد بکس نیست درچنین زمنے
مزاجِ دہر تبہ شد درین بلا آرے | کجاست فکرِ حکیمے ورائے برہمنے

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی
چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

دیدم بخواب دوش کہ ماہے برآمدے | کز عکس روی او شبِ ہجران سرآمدے
تعبیر رفت یار سفر کردہ میرسد | اے کاش ہرچہ زود ترازدر درآمدے
ذکرش بخیر ساقی فرخندہ فالِ من | کز در مدام باقدح و ساغر آمدے
فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست | آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
آن عہد یاد باد کہ از بام و در مرا | ہر دم پیام یار و خطِ دلبر آمدے
خوش بودے ارنجواب بدیدے دیارِ خویش | تا یاد صحبتش سوئے ما رہبر آمدے
آن کو ترا بسنگدلی گشت رہنمون | اے کاشکے کہ پاش بسنگے برآمدے
کے یافتے رقیبِ تو چندان مجالِ ظلم | مظلومے ار شبے بدرِ داور آمدے
خامان رہ نرفتہ چہ دانند ذوقِ عشق | دریادلے بجوے دلیرے سرآمدے
جانہا نثار کردمے آن دلنواز را | گر ہمچو روح جلوہ کنان در برآمدے

گر دیگرے بشیوۂ حافظ زدے رقم
مقبولِ طبعِ شاہِ سخن پرور آمدے

رفتم بباغ تا کہ بچینم سحر گلے — آمد بگوش ناگہم آوازِ بلبلے
مسکین چو من بعشقِ گلے گشتہ مبتلا — واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے
میگشتم اندران چمن و باغ دمبدم — میکردم اندران گل و بلبل تاملے
چون کرد در دلم اثر آوازِ عندلیب — گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفتہ میشود این باغ را ولے — کس بے جفای خار نچیدست ازو گلے
گل یارِ خار گشتہ و بلبل قرینِ عشق — آن را تغیرے نہ و این را تبدلے
حافظ مدار امیدِ فرح از مدارِ چرخ
دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے

روزگاریست کہ ما را نگران میداری — مخلصان را نہ بوضعِ دگران میداری
گوشۂ چشمِ رضائے بمنت باز نشد — اینچنین عزتِ صاحب نظران میداری
نہ گل از داغِ غمت رست نہ بلبل در باغ — ہمہ را نعرہ زنان جامہ دران میداری
پدر تجربہ آخر توئی اے دل زچہ روے — طمعِ مہر و وفا زین پسران میداری
گرچہ رندی و خرابی گنہِ ماست ولے — عاشقی گفت کہ ما را تو بران میداری

جوہر جام جم از کان جہان دگرست | تو تمنا ز گل کوزہ گران میداری
کیسۂ سیم و زرت نیک بباید پرداخت | زین تمنا کہ تو از سیمبران میداری
اے کہ در دلق ملمع طلبی ذوق حضور | چشم سیری عجب از بی بصران میداری
چون توئی نرگس باغ نظر اے چشم و چراغ | سرچرا بر من دل خستہ گران میداری
دین و دل رفت ولے راست نمی آرم گفت | کہ من سوختہ دل را تو بران میداری
تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند | ہمہ را شیفتہ و دل نگران میداری
ساعد آن بہ کہ بپوشی چو تو از بہر نگار | دست در خون دل پرہنران میداری

گذران روز سلامت بملامت حافظ
چہ توقع ز جہان گذران میداری

زان مے صاف کزو پختہ شود ہر خامے | گرچہ ماہ رمضان ست بیاور جامے
روزہا رفت کہ دست من مسکین نگرفت | ساق شمشاد قدی ساعد سیم اندامے
روزہ ہر چند کہ مہمان عزیزست دلا | رفتنش موہبتے دان شدنش انعامے
مرغ زیرک بدر صومعہ اکنون نپرد | کہ نہادہ است بہر مجلس وعظے دامے
گلہ از زاہد بدخو چہ کنم رسم اینست | کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامے
یار من چون بخرامد بتماشائے چمن | برسانش ز من ای پیک صبا پیغامے

کو حریفے کہ شبے روز مے صاف کشد | بود آیا کہ کند یاد ز دُردآشامے

حافظا گر ندہد داد دلت خسرو عہد
کام دشوار بدست آوری از خودکامے

ز دلبرم کہ رساند نوازش قلمے | کجاست پیک صبا گر ہمی کند کرمے
دلم گرفت ز سالوس و طبل زیر گلیم | خوش آن دمے کہ بمیخانہ برکنم علمے
حدیث چون و چرا درد سر دہد ساقی | پیالہ گیر و بیاسا بعمر خویش دمے
طبیب راہ نشین سر عشق نشناسد | برو بدست کن ای مردہ دل مسیح دمے
قیاس کردم و تدبیر عقل در رہ عشق | چو شبنمی ست کہ در بحر میکشد رقمے
بیا کہ وقت شناسان دو کون بفروشند | بیک پیالۂ صافی و صحبت صنمے
دوام عیش و تنعم نہ شیوۂ عشق ست | اگر معاشر مائی بنوش جام غمے
نمیکنم گلہ لیک ابر رحمت دوست | بکشت زار جگر خستگان نداد نمے
بیا کہ خرقۂ من گرچہ وقف میکدہ ہاست | ز مال وقف نہ بینی بنام من درمے
چرا بیک نے قندش نمی خرند آن را | کہ کرد صد شکر افشانی از نئے قلمے

سزای قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
بجز نیاز شبے یا دعاے صبحدمے

زین خوش رقم که بر گلِ رخسار میکشی | خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
اشکِ حرم نشین نہانخانۂ مرا | زان سوے ہفت پردہ ببازار میکشی
ہردم بیادِ آن لبِ میگون و چشمِ مست | از خلوتم بخانۂ خمّار میکشی
گفتی سرِ تو بستہ بفتراکِ ما سزد | سہل ست اگر تو زحمتِ این بار میکشی
با چشم و ابروِ تو چہ تدبیرِ دل کنم | وہ زین کمان کہ بر سرِ بیمار میکشی
باز آکہ چشمِ بد ز رُخت دور میکنم | اے تازہ گل کہ دامن ازین خار میکشی
کامل روی چو بادِ صبا را بوے زلف | ہردم بقیدِ سلسلہ درکار میکشی

حافظ دگر چہ میطلبی از نعیمِ دہر
مَے می چشی و طرۂ دلدار میکشی

ساقیا سایۂ ابرست و بہار و لبِ جوے | من نگویم چہ کن از اہلِ دلی خود تو بگوے
بوے یکرنگی ازین قوم نمی آید برخیز | دلقِ آلودۂ صوفی بمَے ناب بشوے
سفلہ طبع ست جہان بر کرمش تکیہ مکن | اے جہاندیدہ ثباتِ قدم از دیدہ مجوے
گوش بکشاے کہ بلبل بفغان میگوید | خواجہ تقصیر مفرما گلِ توفیق ببوے
یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر | از رہِ عیش درآ و برہِ عیب مپوے
شکرِ آنرا کہ دگربار رسیدی بہ بہار | بیخِ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوے

روے جانان طلبی آینہ را قابل ساز | ورنہ ہرگز گل و نسرین ندمد ز آہن و روے
پیشتر زانکہ شوی خاک در میکدہ ہا | یک دو روزے بسر اندر رہ میخانہ بپوے

گفتی از حافظ ما بوے ریا مے آید

آفرین بر نفست باد کہ خوش بردی بوے

ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پر ز مے | طامات تا بچند و خرافات تا بکے
بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار | چین قباے قیصر و طرف کلاہ کے
ہشیار شو کہ مرغ سحر گشت مست ہان | بیدار شو کہ خواب عدم در پی ست ہے
خوش نازکانہ می چمی اے شاخ نوبہار | کاشفتگی مبادت ز آشوب باد دے
بر مہر چرخ و عشوۂ او اعتماد نیست | اے واے بر کسے کہ شد ایمن ز مکر وے
فردا شراب کوثر و حور از براے ماست | و امروز نیز ساقی مہ روے و جام مے
باد صبا ز عہد صبی یاد میدہد | جان داروے کہ غم ببرد در دہ اے صبی
حشمت مبین و سلطنت گل کہ گسترید | فراش باد ہر ورقے را ز زیر پے
در دہ بیاد حاتم طے جام یک منے | تا نامۂ سیاہ بخیلان کنیم طے
زان مے کہ داد رنگ طبیعی بارغوان | بیرون فگند لطف مزاج از رخش بخوے
بشنو کہ مطربان چمن راست کردہ اند | آہنگ چنگ و بربط و طنبور و ناے و نے

مسند بباغ برکہ بخدمت چو بندگان | استادہ است سرو کمر بستہ است نئے
اشیاے روزگار بہ سئے ساز در گرو | کز مرور راہ باز نماندہ است ہیچ شئے

حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید
تا حد چین و شام و باقصاے روم و رے

سحر با باد میگفتم حدیث آرزو مندی | خطاب آمد کہ واثق شو بالطاف خداوندی
قلم را آن زبان نبود کہ سر عشق گوید باز | وراے حد تقریر ست شرح آرزو مندی
دل اندر زلف لیلی بند و کار عشق مجنون کن | کہ عاشق را زیان دارد مقالات خردمندی
الا اے یوسف مصری کہ کردت سلطنت مغرور | پدر را باز پرس آخر کجا شد مہر فرزندی
بسحر غمزہ فتان دوا بخشی و درد آمیز | بچین زلف مشک افشان دلآویزی و دلبندی
جہان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست | ز مہر او چہ میخواہی درو ہمت چہ می بندی
ہمائی چون تو عالی قدر و مہر استخوان تا کے | دریغ این سایۂ دولت کہ بر نا اہل افگندی
درین بازار اگر سود ست با درویش خرسند ست | خدایا منعمم گردان بدرویشی و خرسندی
دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصود ست | باین راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

زشعر حافظ شیراز می گویند و میرقصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

سحرگہ رہروے در سرزمینے | ہمی گفت این معمّا با قرینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ بود صاف | کہ در شیشہ بماند اربعینے
گر انگشتِ سلیمانی نباشد | چہ خاصیّت دہد نقشِ نگینے
خدا زان خرقہ بیزارست صد بار | کہ صد بت باشدش در آستینے
درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب | چراغے برکند خلوت نشینے
مُروّت گرچہ نامِ بے نشانست | نیازے عرضہ کن بر نازنینے
ثوابت باشد اے دارای خرمن | اگر رحمے کنی بر خوشہ چینے
نمی بینم نشاط و عیش در کس | نہ درمانِ دلے نہ دردِ دینے
اگرچہ رسمِ خوبان تندخوئیست | چہ باشد گر بسازی با غمینے
درِ میخانہ بکشا تا بپرسیم | مآلِ حالِ خود از پیش بینے
نہ ہمت را امیدِ سربلندیست | نہ دعوت را کلیدِ آہنینے

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآن
نہ دانشمند را علم الیقینے

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولتخواہی | گفت باز آے کہ دیرینۂ این درگاہی
ہمچو جم جرعۂ می کش کہ ز سرِ ملکوت | پرتوِ جامِ جہان بین دہدت آگاہی

با گدایانِ درِ میکده ای سالکِ راه | با ادب باش گر از سرِّ خدا آگاهی
بر درِ میکده رندانِ قلندر باشند | که ستانند و دهند افسرِ شاهنشاهی
خشت زیرِ سر و بر تارکِ هفت اخترپای | دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاهی
اگرت سلطنتِ فقر ببخشند ای دل | کمترین ملکِ تو از ماه بود تا ماهی
قطعِ این مرحله بی همرهیِ خضر مکن | ظلمات است بترس از خطرِ گمراهی
سرِ ما و درِ میخانه که طرفِ بامش | بفلک بر شده دیوار بدین کوتاهی
تو درِ فقر ندانی زدن از دست مده | مسندِ خواجگی و مجلسِ توران شاهی
ای سکندر بنشین و غمِ بیهوده مخور | که نبخشند ترا آبِ حیات از شاهی

حافظِ خام طمع شرمی ازین قصّه بدار
عملت چیست که مزدش دو جهان میخواهی

سلام اللہ ما کر اللیالی | علی ملک المکارم والمعالی
علی وادی الاراک و من علیها | و داری باللوی فوق الرمالی
دعاگوی غریبانِ جهانم | و ادعو بالتواتر والتوالی
منال ای دل که در زنجیرِ زلفش | همه جمعیت است آشفته حالی
اموت صابراً یا لیت شعری | متی نطق البشیر عن الوصالی

فحبک راحتی فی کل حین | وذکرک مونسی فی کل حالی
سویداے دلِ من تا قیامت | مبادا از سوز و سوداے تو خالی
کجا یابم وصالِ چون تو شاہے | منِ بدنامِ رندِ لاابالی
ز خطت صد جمالِ دیگر افزود | کہ عمرت باد صد سالِ ہلالی
بران نقاشِ قدرت آفرین باد | کہ گردِ مہ کشید از خط ہلالی
بہر منزل کہ رو آرد خدایا | نگہدارش بحفظِ لایزالی
تو می باید کہ باشی ورنہ سہل ست | زیانِ مایہ جانی و مالی

خدا داند کہ حافظ را غرض چیست
وعلم اللہ حسبی من سوالی

سلامے چو بوے خوش آشنائی | بدان مردمِ دیدۂ روشنائی
درودے چو نورِ دلِ پارسایان | بدان شمعِ خلوتگہِ پارسائی
نمی بینم از ہمدمان ہیچ بر جا | دلم خون شد از غصہ ساقی کجائی
ز کوے مغان رو مگردان کہ آنجا | فروشند مفتاحِ مشکل کشائی
عروسِ جہان گرچہ در حدِ حسن ست | ز حد مے برد شیوۂ بے وفائی
مئے صوفی افگن کجا می فروشند | کہ در تابم از دستِ زہد ریائی

رفیقان چنان عهدِ صحبت شکستند | کہ گوئی نبودست خود آشنائی
دلِ خستۂ من گرش همّتے نیست | نخواهد ز سنگین دلان مومیائی
مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع | بسے بادشاهی کنم در گدائی
بیاموزمت کیمیاے سعادت | ز همصحبتِ بد جدائی جدائی

مکن حافظ از جورِ گردون شکایت
چه دانی تو اے بنده کارِ خدائی

حرف القاف

سلیمیٰ منذ حلّت بالعراقِ | الاقی من نواها ما الاقی
الا اے ساربانِ محملِ دوست | الیٰ رکبانکم طال اشتیاقی
بسازای مطربِ خوشخوان و خوشگوی | بشعرِ پارسی صوتِ عراقی
بیا ساقی بده رطلِ گرانم | سقاک الله من کاسٍ دهاقی
جوانی باز مے آرد بیادم | صدای چنگ و نوشانوشِ ساقی
مےِ باقی بده تا برفشانم | بیاران مست و خوشدل عمرِ باقی
درونم خون شد از نادیدنِ دوست | الا تعساً لایام الفراقی
دمے با نیکخواهان متفق باش | غنیمت دان امورِ اتفاقی
مسیحائے مجرّد را برازد | کہ با خورشید سازد هم وثاقی

عروسے بس خوشی اے دختر رز / ولے گہ گہ سزاوار طلاقی
ربیع العمر فی مرعی حماکم / حماک اللہ یا عہد التلاقی
خرد در زندہ رود انداز و می نوش / بگلبانگ جوانان عراقی
نہانی الشیب من کل العذاری / سوے تقبیل خد و اعتناقی
وصال دوستان نخون روزی ما ست / بگو واعظ سخنہاے فراقی

مضت فرص الوصال وما شعرنا
بگو حافظ غزلہاے عراقی

سبت سلمی بصدغیہا فوادی / و روحی کل یوم لی ینادی
خدا را بر من بیدل ببخشاے / و واصلنی علی رغم الاعادی
امن انکرتنی عن حب سلمی / غریق العشق فی بحر الودادی
نگارا در غم سوداے عشقت / توکلنا علے رب العبادی

دل حافظ شد اندر چین زلفت
بلیل مظلم واللہ ہادی

سینہ مالامال درد ست اے دریغا مرہمے / دل ز تنہائی بجان آمد خدا را ہمدمے
خیز تا خاطر بدان ترک سمرقندی دہیم / کز نسیمش بوے زلف حوریان آید ہمے

چشمِ آسایش کہ دارد زین سپہرِ گرم رو | ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے
زیرکے را گفتم این احوالِ خود خندید و گفت | صعب کاری بوالعجب دی پریشان عالمے
سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آن شمعِ چگل | شاہِ ترکان غافل ست از حالِ ما کو رستمے
در طریقِ عشقبازی امن و آسایش خطاست | ریش باد آن دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے
اہلِ کام و ناز را در کوے رندان راہ نیست | رہروے باید جہانسوزے نہ خامے بیغمے
آدمِ خاکی درین عالم نمی آید بدست | عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے

گریۂ حافظ چہ سازد پیش استغناے دوست
کاندرین طوفان نماید ہفت دریا شبنمے

لبش می بوسم و در میکشم مے | بہ آبِ زندگانی بردہ ام پے
نہ رازش میتوانم گفت با کس | نہ کس را مے توانم دید با وے
گل از خلوت بباغ آورد مسند | بساطِ زہد را چون غنچہ کن طے
بدہ جامِ مے و از جم مکن یاد | کہ میداند کہ جم کے بود و کے کے
بزن بر چنگ چنگ اے ماہ مطرب | رگش بخراش تا بخروشم از وے
چو چشمت مست را مخمور مگذار | بیادِ لعلش اے ساقی بدہ مے
نجوید جان ازان قالب جدائی | کہ باشد خونِ جامش در رگ و پے

لبش می بوسم و خون می خورد جام | رخش می بینم و گل می کند خوی

چو مرغ باغ میگوید که هو هو | مده از دست جام باده هی هی

چو مجنون در پی دیدار لیلی | بباید گشتن ای دل گرد هر حی

تو با سلطان گل خوش باش و می نوش | غنیمت دان خلاص بهمن از دی

زبانت درکش ای حافظ زمانی

حدیث بی زبان را بشنو از نی

شهریست پر ظریفان از هر طرف نگاری | یاران صلای عشقست گر میکنید کاری

چشم فلک ندیده زین خوبتر حریفی | در دام کس نیفتد زین خوبتر شکاری

ای روی خوبت از گل صد بار نازنینی | یا رب که ره نیابد بر دامن تو خاری

چشمی که دیده باشد جسمی ز جان مرکب | بر دامنش مبادا زین خاکدان غباری

چون من شکسته را از پیش خود چه رانی | کم غایت تمنا بوسی ست یا کناری

می بیغش ست بشتاب وقتی خوش ست دریاب | سال دگر که دارد امید نوبهاری

چون این گره کشایم وین راز وا نمایم | دردی و صعب دردی کاری و سخت کاری

هر تار موی حافظ در دست ترک شوخیست

مشکل توان نشستن در اینچنین دیاری

صبا تو نکہتِ آن زلفِ مشکبو داری | بیادگار بمانی کہ بوے او داری
دلم کہ گوہرِ اسرارِ حسن و عشق درو ست | توان بدست تو دادن گرش نکو داری
دران شمائلِ مطبوع ہیچ نتوان گفت | جز این قدر کہ رقیبانِ تندخو داری
نوای بلبلت اے گل کجا پسند افتد | کہ گوش ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
ز جرعۂ تو سرم مست گشت نوشت باد | خود از کدام خم ست این کہ در سبو داری
قبای حسن فروشی ترا بزیبد و بس | کہ ہمچو گل ہمہ آئینِ رنگ و بو داری
زمانہ گر ہمہ مشکِ ختن دہد برباد | فدا ے تو کہ خط و خالِ مشکبو داری
دم از ممالکِ خوبی چو آفتاب زدن | ترا رسزد کہ غلامانِ ماہرو داری
بسرکشی خود اے سرو جویبار مناز | کہ گر باو رسی از شرم سر فرو داری
دعاش گفتم و خندان بزیرِ لب میگفت | کہ کیستی تو و باما چہ گفتگو داری

ز کنجِ مدرسہ حافظ مجوے گوہرِ عشق
قدم برون نہ اگر میلِ جستجو داری

صبح ست و ژالہ میچکد از ابرِ بہمنی | برگِ صبوح سازو بزن جامِ یکمنی
در بحرِ مائی و منی افتادہ ام بیار | مے تا خلاص بخشدم از مائی و منی
خون پیالہ خور کہ حلال ست خونِ او | در کارِ یار کوش کہ کاریست کردنی

گر صبحدم خمار ترا درد سر دهد | پیشانی خمار همان به که بشکنی
ساقی بهوش باش که غم در کمین ماست | مطرب نگاهدار همین ره که میزنی
مے ده که سرگوش من آورد چنگ و گفت | خوش باش و پند بشنو ازین پیر منحنی
ساقی بہ بے نیازی یزدان که مے بیار | تا بشنوی زصوتِ مغنی ہو الغنی

حافظ نہالِ قدِ تو در جویبارِ چشم
خون خورد و بر نشاند و تو خواہی که برکنی

طفیلِ ہستی عشقند آدمی و پری | ارادتے بنما تا سعادتے ببری
چو مستعد نظر نیستی وصال مجوے | که جامِ جم ندہد سود وقتِ بے بصری
مے صبوح و شکر خواب صبحدم تا چند | بعذرِ نیم شبی کوشش و نالۂ سحری
ببوے زلف و رخت می روند و می آیند | صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری
بگوش خواجہ و از عشق بے نصیب مباش | کہ بندہ را نخرد کس بعیبِ بے ہنری
بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن | ازین معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
دعاے گوشہ نشینان بلا بگرداند | چرا بگوشۂ چشمے بما نمی نگری
مرا ازین ظلمات آنکہ رہنمائی کرد | دعاے نیم شبی بود و گریۂ سحری
ز ہجر و وصلِ تو در حیرتم چہ چارہ کنم | نہ در برابرِ چشمی نہ غائب از نظری

طریقِ عشق طریقی عجب خطرناکست — نعوذ باللہ اگر رہ بمامنے نبری

ہزار جانِ گرامی بسوخت زین غیرت — کہ ہر صباح و مسا شمعِ مجلسِ دگری

چو ہر خبر کہ شنیدم رہی بحیرت داشت — ازین سپس من و ساقی و وضعِ بیخبری

بیمنِ ہمتِ حافظ امید ہست کہ باز
اری اسامر لیلای لیلۃ القمری

عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی — ای پسر جامِ میم دہ کہ بہ پیری برسی

چہ شکرہاست درین شہر کہ قانع شدہ اند — شاہبازانِ طریقت بہ شکارِ مگسی

بال بکشا و صفیر از شجرِ طوبی زن — حیف باشد چو تو مرغی کہ اسیرِ قفسی

کاروان رفت و تو در راہِ کمینگاہ بخواب — وہ کہ بس بیخبر از غلغلِ بانگِ جرسی

دوش در خیلِ غلامانِ درش میرفتم — گفت کای بیکسِ بیچارہ تو بارِ چہ کسی

تا چو مجمر نفسی دامنِ جانان گیرم — دل برآتش بنہادم ز پی خوش نفسی

لمع البرق من الطور وآنست بہ — فلعلی لک آتی بشہاب قبسی

بادلِ خون شدہ چون نافہ خوشش باید بود — ہر کہ مشہورِ جہان گشتہ بہ مشکین نفسی

چند پوید بہوای تو ز ہر سو حافظ
یسر اللہ طریقاً بک یا ملتمسی

کتبت قصة شوقی و مدمعی باکی ‏ بیا که بی تو بجان آمدم ز غمناکی

بسا که گفته ام از شوق با دو دیده خویش ‏ ایا منازل سلمی واین سلماکی

عجیب واقعه و بس غریب حادثه ایست ‏ انا اصطبرت قتیلا و قاتلی شاکی

کرا رسد که کند عیب دامن پاکت ‏ که همچو قطره که بر برگ گل چکد پاکی

ز خاک پای تو داد آبروی لاله و گل ‏ چو کلک صنع رقم زد بآبی و خاکی

صبا عبیر فشان گشت ساقیا برخیز ‏ وهات شمسة کرم مطیب زاکی

اثر نماند ز من بی شمائلت آری ‏ اری مآثر محیای من محیاکی

دع التکاسل تغنم فقد جری مثل ‏ که زاد راهروان چستی ست و چالاکی

بآبروی گل و خاک پای سرو که نیست ‏ چنین بدیع جمالی زآبی و خاکی

ز وصف حسن تو حافظ چگونه لاف زند

که چون صفات الهی ورای ادراکی

گفتند خلائق که توی یوسف ثانی ‏ چون نیک بدیدم بحقیقت به ازانی

در عشق توام شهره چو فرهاد و عجب نیست ‏ ای خسرو خوبان که تو شیرین زمانی

تشبیه دهانت نتوان کرد به غنچه ‏ هرگز نبود غنچه باین تنگ دهانی

صدبار بگفتی که دهم زان دهنت کام ‏ چون سوسن آزاده چرا جمله زبانی

گفتی که دهم کامت و جانت بستانم — ترسم ندهی کامم و جانم بستانی

چشم تو خدنگ از سپر جان گذراند — بیمار که دیده است باین سخت کمانی

چون اشک بیندازیش از دیدهٔ مردم — آن را که دمی از نظر خویش برانی

گر سرو بماند از قد و رفتار تو پایی — بخرام که از سرو گذشتی بروانی

در راه تو عاشق چو قلم کرد ز سر پای — چون نامه چرا یکدمش از لطف نخوانی

از پیش مران حافظ غمدیدهٔ خود را
کز عشق رخت داد دل و دین و جوانی

که برد بنزد شاهان ز من گدا پیامی — که بکوی می فروشان دو هزار جم بجامی

اگر این شراب خام است اگر آن حریف پخته — بهزار بار بهتر ز هزار پخته خامی

شده ام خراب و بدنام و هنوز امیدوارم — که ز بد خلاص یابم بدعای نیکنامی

تو که کیمیا فروشی نظری بقلب ما کن — که بضاعتی نداریم و فکنده ایم دامی

بکجا برم شکایت بکه گویم این حکایت — که لبت حیات ما بود و نداشتی دوامی

عجب از وفای جانان که تفقدی نفرمود — نه بنامه و پیامی نه بپرسش و سلامی

بر و دیده پارسایان که نماند پارسائی — می ناب در کشیدیم و نماند ننگ و نامی

ز رهم میفکن ای شیخ تو بدانهای تسبیح — که چو مرغ زیرک افتد نفتد بهیچ دامی

سر خدمتِ تو دارم بخرم بہیچ مفروش — گرچو بندہ کمتر افتد بمبارکے غلامے

بکشاے تیر مژگان و بریز خونِ حافظ
کہ چنان کشندہ را نکند کس انتقامے

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے — پرکن قدح کہ بے مے مجلس ندارد آبے
عشقِ رخِ چو ماہش در پردہ راست ناید — مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے
شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازین رقیبت — زین در دگر نراند ما را بہیچ بابے
چون آفتاب رویش در دیدہ می نگنجد — اے دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے
در انتظارِ رویت ما و امیدواری — در عشوۂ لبانت ما و خیال و خوابے
دستِ غرض میالاے بر کاسۂ گدائی — انجامِ کار نبود از وے امید نانے

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جانان
کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے

می خواہ و گل افشان کن از دہر چہ میجوئی — این گفت سحرگہ گل بلبل تو چہ میگوئی
مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را — لب گیری و رخ بوسی مے نوشی و گل بوئی
شمشاد خرامان کن آہنگ گلستان کن — تا سرو بیاموزد از قدِ تو دلجوئی
تا غنچۂ خندانت دولت بکہ خواہد بود — ای شاخ گلِ رعنا از بہر کہ مے روئی

امروز که بازارت پرجوش خریدارست | دریاب و بنه گنجے از مایۂ نیکوئی
آن طرّه که هر مویش صد نافۂ چین ارزد | خوش بودے اگر بودے بوئیش ز خوشخوئی
چون شمع نکوروئی در رہگذرت بادست | طرفِ ہنرے بربند از طورِ نکوروئی

ہر مرغ بدستانے در گلشن شاد ہند
بلبل بنوا سازی حافظ بدعاگوئی

نسیمِ صبح سعادت بدان نشان که تو دانی | خبر بکوی فلان بر بدان زبان که تو دانی
تو پیکِ حضرتِ شاہی مرادو دیده براه است | بردمی نه بفرمان چنان بران که تو دانی
بگو که جانِ ضعیفم ز دست رفت خدارا | ز لعلِ روح فزایت ببخش زان که تو دانی
من این دو حرف نوشتم چنان که غیر ندانست | تو ہم ز روی کرامت چنان بخوان که تو دانی
خیالِ تیغ تو با من حدیث تشنه و آب است | اسیرِ عشق خود کردی بکش چنان که تو دانی
امید در کمرِ زرکشت چگونه نه بندم | دقیقه ایست نگارا دران میان که تو دانی

یکیست ترکی و تازی درین معامله حافظ
حدیثِ عشق بیان کن بهر زبان که تو دانی

نوبهارست دران کوش که خوشدل باشی | که بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پرده همی میدهدت پند و لے | وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی

من نگویم که چه کن یا که نشین و چه بنوش | که تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

در چمن هر ورقی دفتر حالی دگر است | حیف باشد که ز حال همه غافل باشی

گرچه راهیست پر از بیم ز ما تا بر دوست | رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی

نقد عمرت ببرد غصهٔ دنیا بگزاف | گر شب و روز درین قصهٔ باطل باشی

حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد
صید آن شاهد مطبوع شمائل باشی

نور خدا نمایدت آینهٔ مجردی | از در ما در آ اگر طالب عشق سرمدی

باده بده که دوزخ ار نام گناه ما برد | آب بر آتشش زند معجزهٔ محمدی

شعبده بازیی کنی هر دم و نیست این روا | قال رسول ربنا ما انا من ادی

ار چه بعهد میکشی تیغ جفا بکین من | فکر نمیکنی مگر فی عهد مودی

گر تو بدین جمال و فر سوی چمن کنی گذر | سوسن و سرو و گل بتو جمله شوند مقتدی

نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زمان | گر ببری بجان و دل راه بکوی بیخودی

جان و دل تو حافظا بستهٔ دام آن دوست
ای متعلق خجل دم مزن از مجردی

نوش کن جام شراب یمنی | تا بدان بیخ غم از دل بر کنی

دل کشاده دار چون جام شراب | سر گرفته چند چون خم دنی
چون ز جام بیخودی رطلی کشی | کم زنی از خویشتن لاف منی
دل بمی بربند تا مردانه وار | گردن سالوس و تقوی بشکنی
خاک سان شو در قدم نه همچو ابر | جمله رنگ آمیزی و تردامنی

خیز جهدی کن چو حافظ تا مگر
خویشش را در پای معشوق افگنی

وقت را غنیمت دان آن قدر که بتوانی | حاصل از حیات ای جان یکدم است تا دانی
پیش زاهد از رندی دم مزن که نتوان گفت | با طبیب نامحرم حال درد پنهانی
با دعای شبخیزان ای شکردهان مستیز | در پناه یک اسمست خاتم سلیمانی
کام بخشی دوران عمر در عوض دارد | جهد کن که از عشرت کام خویش بستانی
یوسف عزیزم رفت ای برادران رحمی | کز غمش عجب دیدم حال پیر کنعانی
می روی و مژگانت خون خلق می ریزد | تند می روی جانا ترسمت فرومانی
پند عاشقان بشنو وز طرب بتا باز آ | کاین همه نمی ارزد شغل عالم فانی
زاهد پشیمان را شوق باده در جانست | عاقلا مکن کاری کاورد پشیمانی
خم شکن نمیداند این قدر که صوفی را | جنس خانگی باشد همچو لعل رمانی

گرتو فارغی از من ای نگار سنگین دل | حالِ خود بخواهم گفت پیش آصف ثانی

از درم در آمد مست بیزم بشادی دست | روشنی بما پیوست راستی ایمانی

باغبان چو من زینجا بگذرم حرامت باد | گر بجای من سروی غیر دوست بنشانی

دل ز ناوکِ چشمت گوش داشتم لیکن | ابروی کماندارت می برد به پیشانی

جمع کن باحسانی حافظِ پریشان را
ای شکنجِ گیسویت مجمعِ پریشانی

هزار جهد بکردم که یارِ من باشی | قرار بخش دلِ بیقرارِ من باشی

دمی بکلبهٔ احزانِ عاشقان آئی | شبی انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی

دران چمن که بتان دستِ عاشقان گیرند | گرت ز دست برآید نگارِ من باشی

چراغ دیدهٔ شب زنده دارِ من گردی | انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی

چو خسروانِ ملاحت به بندگان نازند | دران میانه خداوندگارِ من باشی

ازان عقیق که خونین دلم ز عشوهٔ او | اگر کنم گله‌ٔ رازدارِ من باشی

شود غزالهٔ خورشید صیدِ لاغرِ من | گر آهوی چو تو یک دم شکارِ من باشی

سه بوسه کز دو لبت کردهٔ وظیفهٔ من | اگر ادا نکنی وامدارِ من باشی

من این مراد ببینم بخود که نیم شبی | بجای اشکِ روان در کنارِ من باشی

من ارچہ حافظ شہرم جوے نمی ارزم
مگر تو از کرم خویش یار من باشی

هوا خواهِ توام جانان و میدانم که میدانی — که هم نادیده میدانی و هم ننوشته میخوانی
ملامتگر چه دریابد ز راز عاشق و معشوق — نه بیند چشم نابینا خصوص اسرار پنهانی
ملک در سجدهٔ آدم زمین بوس تو نیت کرد — که در حسن تو چیزے یافت غیر از طور انسانی
خم زلفت بنام ایزد کنون مجموعهٔ دلهاست — مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
بیفشان زلف و صوفی را ببازی در رقص آور — که از هر رقعهٔ دلقش هزاران بت بیفشانی
دریغا عیش شبگیری که در خواب سحر بگذشت — بدان قدر وصال اے دل که در هجران فرومانی
ملول از همرهان بودن طریق کاردانی نیست — بکش دشواری منزل بیاد عهد آسانی
گشاد کار مشتاقان در ان ابروی دلبند است — خدا را یک نفس با ما گره بگشا ز پیشانی
چراغ افروز چشم ما نسیم زلف خوبانست — مبادا این قوم را یارب غم از باد پریشانی
امید از بخت میدارم که بگشایم کمربندت — بآن شرطیکه خاطر را ازین مسکین نرنجانی

خیال چنبر زلفت فریبت میدهد حافظ
نگر تا حلقهٔ اقبال ناممکن نجنبانی

[illegible]

احمد الله علی معدلة السلطانی — احمد شیخ اویس حسن ایلخانی

خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد — آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی

دیدہ نادیدہ باقبال تو ایمان آورد — مرحبا اے بہمہ لطف خدا ارزانی

بر شکن طرۂ ترکانہ کہ در گاکل تست — بخشش و کوشش قاآنی و چنگز خانی

ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند — دولت احمدی و معجزۂ سلطانی

جلوۂ حسن تو دل می بَرد از شاہ و گدا — چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی

گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم — بُعد منزل نبود در سفر روحانی

از گل فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت — حبذا دجلۂ بغداد و مے روحانی

اے نسیم سحری خاک رہ یار بیار
تا کند حافظ ازان دیدۂ جان روحانی

ز کوے یار می آید نسیم باد نوروزی — ازین باد ار مدد خواہی چراغ دل برافروزی

چو گل گر خردہ داری خدا را صرف عشرت کن — کہ قارون را غلطہا داد سودای زر اندوزی

سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیرون آے — کہ بیش از پنج روزے نیست حکم میر نوروزی

مے دارم چو جان صافی و صوفی میکند عیبش — خدایا ہیچ عاقل را مبادا بخت بد روزی

طریق کام جستن چیست ترک کام خود گفتن — کلاہ سروری اینست گر این ترک بر دوزی

جدا شد یار شیرینت کنون تنہا نشین اے شمع — کہ حکم آسمان اینست اگر سازے اگر سوزی

بعجب علم نتوان شد ز اسباب طرب محروم | بیا زاهد که جاهل را زیاده میرسد سوزی
ندانم نوحهٔ قمری بطرف جویباران چیست | مگر او نیز همچون من غمی دارد شبا روزی

به بستان رو که از بلبل طریقِ عشق گیری یاد
بمجلس آے کز حافظ سخن گفتن بیاموزی

بچشم مهر اگر با من مهم را یک نظر بودے | ازان سیمین بدن کامم بخوبی همچو زر بودے
ز شوق افشاندمی هردم سری در پای جانانم | دریغا گر متاع من نه ازاین مختصر بودے
اگر برقع برافگندی ازان روی چو مه روزے | مدام از نرگسِ مستش جهان پرشور و شر بودے
همش مهر آمدی بر من ز مهر آن شاهِ خوبان را | گر از دردِ دل زارم یکے روزش خبر بودے
بوصلش گر مرا روزے ز هجران فرصتے بودے | مبارک ساعتے بودے چه خوش بودی اگر بودے

بگفتے کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطی طبعش را ز لعلِ او شکر بودے

تمام شد
دیوانِ غزلیاتِ
حافظ

ترکیب بند

شاہے کہ پناہِ ملک و دین ست | در خورد ہزار آفرین ست
نوباوۂ خاندانِ ملک ست | گلدستۂ بوستانِ دین ست
ہم نسلِ شہنشہِ زمان ست | ہم نقدِ خلیفۂ زمین ست
آثار و دلائلِ سعادت | تابندہ چو نورش از جبین ست
در ملکِ جہان بفرِ شاہی | اضافتِ کوکبِ یقین ست
در خاتمِ قدر را دو نهفته | فیروزۂ چرخ چون نگین ست
تیغش بمیانِ کفر و اسلام | سدیست ولیک آہنین ست

کلک از کفِ دستِ او ست دربار
شمشیر بازوش سزاوار

ای سایۂ رحمتِ الٰہی | وی غنچۂ باغِ بادشاہی
ہرگز بشمائلِ تو سروی | نارستہ ز بوستانِ شاہی
ہم چرخِ جمال را تو مہری | ہم برجِ جلال را تو ماہی
درخواستہ از خدای بیچون | بخت تو بدعای صبحگاہی
بر نامِ تو مہر کردہ گردون | منشورِ اوامر و نواہی

برسلطنتِ تو بی تکلف | تمکینِ تو می دهد گواهی
نامِ تو یقین که می برآرد | آوازه ز ماه تا بماهی

گردون که لطیفه ها برآرد
درّی چو تو در صدف ندارد

ای خلعتِ ملک، تو زیبا | وی غرّهٔ دولت از تو غرّا
ای آمده نو عروسِ دولت | بر شکل و شمائلِ تو شیدا
انوارِ شکوه و شهریاری | از روی مبارکت هویدا
بر قامتِ حشمتِ تو کوتاه | این اطلسِ نیلگونِ والا
بگذشت صدای صیتِ عدلت | از سقفِ نهم رواقِ خضرا
بر شادیِ مجلسِ تو خورشید | هر لحظه کشیده جامِ صهبا
تا روی مبارکِ تو بیند | نرگس همه دیده گشت عمدا
از بهرِ قبولیت ازین گوش | لولوی خوشاب گشته لالا

در قصرِ تو چرخ آستانی
کیوان به درِ تو پاسبانی

تا بارِ خدای باد یارت | جز عیش مباد هیچ کارت

هر آرزوی که در دل آید ‏ ‏ ایام نهاده در کنارت

توفیق رفیق در مهمّت ‏ ‏ تأیید ندیم در یسارت

نصرت که مباد از تو خالی ‏ ‏ در رزم کمینه دستیارت

آراسته چون بهشت گیتی ‏ ‏ از کوششِ تیغ آبدارت

تا چرخ بپاست دور دورت ‏ ‏ تا دهر بجاست کار کارت

جاوید بعون جاه و عزّت ‏ ‏ باد اهمه چیز برقرارت

آسوده چو حافظ اند خلقان ‏ ‏ در سایهٔ بخت کامگارت

کارت همه حفظِ ملک و دین باد ‏ ‏ تا باد همیشه آنچنین باد

ماهی چو تو آسمان ندارد ‏ ‏ سروی چو تو بوستان ندارد

یا روی تو آفتاب دیدم ‏ ‏ نیک ست ولیکن آن ندارد

از حسنِ تو چون کنم عبارت ‏ ‏ کز هیچ صفت نشان ندارد

حیران شده ام که هیچ وصفی ‏ ‏ در خورد رُخت بیان ندارد

مرغی که سوی تو کرد پرواز ‏ ‏ دیگر سرِ آشیان ندارد

هر دل که زجان ندارد دوست ‏ ‏ میدان بیقین که جان ندارد

از بہرِ دلم کدام تیر ست | کابروے تو در کمان ندارد
چشمت نظرے بما نیند احت | مست ست و سرِ جہان ندارد
منظورِ شہنشہ است وا زناز | پرواے شکستگان ندارد

سلطانِ زمانہ ناصر الدین
شد معتصم بعز و تمکین

ساقی اگرت ہواے ماہے | جز بادہ میار پیشِ ما شئے
سجادہ و خرقہ در خرابات | بفروش و بیار جرعۂ مے
گر زندہ دلی شنو ز مستان | در گلشنِ جان صداے یا حے
با درد در آ بوے درمان | کونین نگر ز عشق لا شئے
اسرارِ دل ست در رہِ عشق | بہتر ز ہزار حاتم طے
سلطان صفت آن بتِ پریوش | مے آمد و خلقِ شہر از پے
مردم نگران بروے خویش | وز شرم روان ز عارضش خوے
حافظ ز غمِ تو چند نالد | آخر دلِ من شکستہ تا کے

با درد و غمِ تو یار باشم
وز عیشِ جہان کنار باشم

ترجیع بند

اے دادہ بیاد دوستداری — این بود وفا و عهد یاری

آخر دل ریش دردمندم — تا چند بدست غم سپاری

از زلف تو حاصلے ندیدم — جز آشفتگی و بیقراری

ای جان عزیز بر ضعیفان — تا چند کنی جفا و خواری

هرچند که سوختی بجورم — کردم من خسته سازگاری

گفتم مگر از سر ترحم — دست از ستم و جفا بداری

چون نیست امید آن که روزے — بر عاشق خسته رحمت آری

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

ای ساقی از آن می شبانه — در ده دو سه جام عاشقانه

تا در سر من ز عقل باقیست — از دست مده مے مغانه

برداشته اند صوت داؤد — مرغان چمن ز آشیانه

ای مطرب ما تو نیز یکدم — مگذار ز کف دف و چغانه

برگوے بیاد وصل جانان — چون عود بسوز ز دل ترانه

می نوش تو حافظا بشادی | تا چند خوری غم زمانه

دیریست که آتش غم دل | در سینه همی کشد زبانه

چون نیست بهیچگونه پیدا | دریای فراق را کرانه

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

در سختی عشق اگر بمیرم | من دل ز غم تو برنگیرم

بیشک دل ماه و خور بگیرد | گر سوی فلک رسد نفیرم

پیوسته کمان ابروانش | از غمزه همی زند به تیرم

نتوان بقلم نوشت شوقش | گر پیر فلک شود دبیرم

پیر غم عشقم ارچه طفلم | طفل غم عشقم ارچه پیرم

دارم سر آنکه همچو سعدی | بنشینم و صبر پیش گیرم

چون کرد زمانه ستمگار | دور از تو به بند غم اسیرم

آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم

ای غیرت لعبتان طناز | برقع ز رخ چو مه برانداز

تا من ز سرِ جهان بتجلّے | برخیزم و توبہ بشکنم باز

ای دوست ز رہگذارِ دیدہ | شد فاش میانِ دمان راز

تا خود چہ بود مرا سرانجام | در عشق چو ہجر گرد آغاز

سرمایۂ عمر داد برباد | ہر کو بغمِ تو گشت انباز

در آتشِ عشق و ہجرِ غم | مے سوز دلا چو عود و می ساز

حالے چو نمید ہد مرادست | بوسیدنِ پای آن سرافراز

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

آن سرو و سمنبرِ گل اندام | از عارضِ تو خجل مہِ شام

بازآی کہ ہجرِ جانگدازت | برد از دلِ من قرار و آرام

از دانۂ خال و دامِ زلفت | مرغِ دلِ من فتادہ در دام

چون کام نشد بسی حاصل | قانع شدہ ام بہجر ناکام

مائیم و غمِ فراق حالے | تا خود بکجا رسد سرانجام

جز محنت و درد گوئیا نیست | دور از تو نصیبہ من بایام

مقصودِ وجودِ حافظ چیست | جز صحبتِ یار و بادۂ و جام

حالے چونے شود مہیا کامِ دلم از تو اے دلآرام

آن بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

ای راحتِ جانِ بیقرارم امیدِ دلِ امیدوارم
شادم بغمت کہ در ہمہ حال سوزِ غمِ تست سازگارم
تا رفتہ از کنارم ای دوست یک بارہ ز خویش بر کنارم
در آرزوِ وصالِ جانے عمرے بفراق میگذارم
امشب بگذشت خواہد از دوش طوفانِ سرشکِ اشکبارم
تا مرگ نگیردم گریبان من دست ز دامنت ندارم
چون ہیچ نشد نصیبی حاصل کامِ دلِ خستہ فگارم

آن بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

ای رحمِ غمِ تو مرہمِ دل عشقِ تو انیس و محرمِ دل
زلفِ تو کمندِ گردنِ جان لعلِ تو نگینِ خاتمِ دل
ابروے تو بود شحنۂ جان چون چشمِ تو گشت حاکمِ دل

او در دلِ ما و ما در آتش | مارا غمِ اوست نے غمِ دل
نزدیک شد آنکہ من بدوری | گیرم سرِ خویش یکم دل
حافظ چہ شود اگر بیابی | نورے ز حضورِ عالمِ دل
چون ملک وصال او نگردد | آسان آسان مسلمِ دل

آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

ساقی نامہ

سرِ فتنہ دارد دگر روزگار | من و مستی و فتنہ چشمِ یار
ہمی مانم از دورِ گردون شگفت | ولے نیست در وی مجالِ گرفت
فریبِ جہان قصہ روشن ست | ببین تا چہ زاید شب آبستن ست
دلا در جہان دل منہ زینہار | کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
ہمان مرحلہ ست این بیابانِ دور | کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور
ہمان منزل ست این جہانِ خراب | کہ دیدہ ست ایوان افراسیاب
کجا رائے پیرانِ لشکر کشش | کجا شیدۂ ترکِ خنجر کشش
نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد | کہ کس خانش ندارد کسے ہم بیاد

چه خوش گفت جمشید با تاج و گنج — که یک جو نیرزد سراے سپنج

مغنی کجائی بگلبانگ رود — بیاد آور آن خسروانی سرود

بستان نوید سرودے فرستا — بیاران رفته درودے فرست

مغنی بزن چنگ برارغنون — ببر از دلم فکر دنیاے دون

مگر خاطرم یابد آسایشے — که نبود درو غم باوی آلایشے

مغنی بزن خسروانی سرود — بگو با حریفان بآواز رود

که از آسمان مژدهٔ فرصت ست — مرا بر عدو عاقبت نصرت ست

مغنی نواے طرب ساز کن — بقول غزل قصه آغاز کن

که بار غمم بر زمین دوخت پاے — بضرب اصولم برآور زجاے

مغنی ازین پرده نقشے برآر — ببین تا چه گفت از حرم پرده دا

چنان برکش آهنگ این داوری — که ناهید چنگے برقص آوری

مغنی دف و چنگ را سازده — بیاران خوش نغمه آوازده

رہے زن که صوفی بحالت رود — بمستی وصلش حوالت رود

مغنی بیا با منت جنگ نیست — کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست

شنیدم که چون غم رساند گزند — خرد شیدن دف بود سودمند

مغنی کجائی که وقتِ گل ست / ز بلبل چمنها پر از غلغل ست

همان به که خوشم بجوشش آوری / دمِ چنگ را در خروشش آوری

مغنی بیا عود را ساز کن / نو آئین نوائے نو آغاز کن

بیک نغمه در دِ مرا چاره ساز / دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز

مغنی کجائی که لطفے کنے / زنے آتشے در دلم افگنے

برون آری از فکرِ خود یک دمم / بهم بر زنی کار و بارِ غمم

مغنی کجائے نوائے بزن / بیکتائے او دو تائے بزن

چو خواهد شدن عالم از ماتهی / گدائے سبے به ز شاهنشهی

مغنی بگو قول و پرداز ساز / که بیچارگان را توئی چاره ساز

تو بنمائے راه عراقم بزود / که بکشایم از دیده صد زنده رود

مغنی بیا بشنو و کار بند / ز قولِ من این پندِ دانا پسند

چو غم لشکر آرد بیارا صفے / ز چنگ و رباب و ز نائی و دفے

مغنی تو سترِ مرا محرمی / زمانے به نے زن دمِ همدمی

بے دور کن دولت گر غنیمت / دمے پیشِ دانا به از عالمیست

مغنی کجائی بزن بربطے / بیا ساقیا پر کن از مے بطے

که باهم نشینیم و عیشی کنیم — دمی خوش برآریم و طیشی کنیم

مغنی ز اشعار من یک غزل — باهنگ چنگ آر اندر عمل

که تا وجد را کارسازی کنم — برقص آیم و خرقه بازی کنم

باقبال دارای دیهیم و تخت — بهین میوهٔ خسروانی درخت

که تمکین اورنگ شاهی ازوست — تن آسانی مرغ و ماهی ازوست

فروغ دل و دیدهٔ مقبلان — ولی نعمت جمله صاحبدلان

جهان دار و دین پرور و تاجور — کزو تخت جم گشت با زیب و فر

چگونه دهم شرح آثار او — که عقل ست حیران در اطوار او

چو قدر وی از حد مدحست بیش — سر اندازم از عجز و تشویر پیش

برآرم باخلاص دست دعا — کنم روی در حضرت کبریا

که یارب بآلاء و نعمای تو — باسرار اسمای حسنای تو

بحق کلامت که آمد قدیم — بحق رسول و بخلق عظیم

که شاه جهان باد فیروزبخت — باقبال همواره با تاج و تخت

زمین تا بود مظهر عدل و جور — فلک تا بود مرتع جدی و ثور

خدیو جهان شاه منصور باد — غبار غم از خاطرش دور باد

بحمد اللہ اے خسرو جم نگین | شجاعے بمیدانِ دنیا و دین
بمنصوریت در جہان گفت نام | کہ منصور باشے براعد اعدام
فریدون شکوہی در ایوانِ بزم | تہمتن نبردی بمیدانِ رزم
فلک را گہر در صدف چون تو نیست | فریدون و جم را خلف چون تو نیست
نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ | کہ مہراج باجت فرستد ز زنگ
اگر ترک و ہند ست و گر روم و چین | چو جم جملہ دارے بزیرِ نگین
ہمائیست چترت ہمایون نظر | کہ دارد بسیطِ زمین زیر پر
بجاے سکندر بمان سالہا | بدانا دلی کشف کن حالہا
چو دریای وصفت ندارد کنار | ثنا را کنم بر دعا اختصار
ز نظمِ نظامے کہ چرخِ کہن | ندارد چو او ہیچ زیبا سخن
بیارم بہ تضمین سہ بیتِ متین | کہ ترد خرد بہ زدّرِ ثمین
ازان بیشتر کاوری در ضمیر | ولایت ستان باش و آفاق گیر
زمان تا زمان از سپہرِ بلند | بفتحِ دگر باش فیروزمند

ازان مے کہ جان دارد و ہوش باد
مرا شربت و شاہ را نوش باد

بیا ساقی آن آبِ آتش خواص ‌ ‌ ‌ بمن ده که تا یابم از غم خلاص

فریدون صفت کاویانی علم ‌ ‌ ‌ بر افرازم از پشتیِ جامِ جم

بیا ساقی این نکته بشنو زنے ‌ ‌ ‌ که یک جرعه مے به ز دیهیم کے

دم از سیرِ این دیرِ دیرینه زن ‌ ‌ ‌ صلائے بشاهانِ پیشینه زن

بیا ساقی آن کیمیائے فتوح ‌ ‌ ‌ که با گنجِ قارون دهد عمرِ نوح

بده تا برویت کشایند باز ‌ ‌ ‌ درِ کامرانی و عمرِ دراز

بیا ساقی آن ارغوانی قدح ‌ ‌ ‌ که یابد ز فیضش دل و جان فرح

بمن ده که از غم خلاصم دهد ‌ ‌ ‌ نشانِ رهِ بزمِ خاصم دهد

بیا ساقی آن مے که جان پرور است ‌ ‌ ‌ دلِ خسته را همچو جان در خور است

بده کز جهان خیمه بیرون زنم ‌ ‌ ‌ سراپرده بالائے گردون زنم

بیا ساقی آن مے که حال آورد ‌ ‌ ‌ کرامت فزاید کمال آورد

بمن ده که بس بیدل افتاده ام ‌ ‌ ‌ وزین هر دو بیحاصل افتاده ام

بیا ساقی آن آبِ اندیشه سوز ‌ ‌ ‌ که گر شیر نوشد شود بیشه سوز

بده تا روم بر فلک شیر گیر ‌ ‌ ‌ بهم بر زنم دامِ این گرگ پیر

بیا ساقی آن بکرِ مستورِ مست ‌ ‌ ‌ که اندر خرابات دارد نشست

بمن ده که بدنام خواهم شدن / مریدِ مے و جام خواهم شدن

ساقی نامه

بیا ساقی آن مے که حورِ بہشت / عبیرِ ملائک دران می سرشت

بده تا بخورے برآتش کنم / دماغ خرد را دمے خوش کنم

بیا ساقی آن مے که تیزی کند / بباغ دلم مشک بیزی کند

بده تا بنوشم بیاد کسے / که هست از غمش در دلم خون بسے

بیا ساقی از مے ندارم گزیر / بیک جامِ باقی مرا دست گیر

که از دورِ گردون بجان آمدم / روان سوے دیرِ مغان آمدم

بیا ساقے از کنجِ دیرِ مغان / مشو دور کانجاست گنجِ روان

ورت شیخ گوید مرو سوے دیر / جوابش چه گوئی بگو شب بخیر

بیا ساقی آن جامِ صافی صفت / که بر دل کشاید درِ معرفت

بده تا صفاے درون آردم / دمے از کدورت برون آردم

بیا ساقی آن آتشِ تابناک / که زردشت میجویدش زیر خاک

بمن ده که در کیشِ رندانِ مست / چه دنیا پرست و چه آتش پرست

بیا ساقی اکنون که شد چون بہشت / ز روی تو این بزم عنبر سرشت

خذ الجام لا تخش فیه الجناح | که در باغِ جنت بود می مباح

بیا ساقی آن جامِ یاقوت وش | که بر دل گشاید درِ وقتِ خوش

بده وین نصیحت ز من گوش کن | جهان جمله هیچ است می نوش کن

بیا ساقی از بیوفائی عمر | ببین و ز مے کن گدائی عمر

که مے عمرِ باقی بیفزایدت | درے هر دم از غیب بگشایدت

بیا ساقی از مے طلب کامِ دل | که بے مے ندارم من آرامِ دل

گر از هجرِ جان تن صبوری کند | دل از مے تواند که دوری کند

بیا ساقی این چه باشی که دهر | بر آنست کت خون بریزد بقهر

درین خونفشان عرصهٔ رستخیز | تو خونِ صراحی بساغر بریز

بیا ساقی از من مکن سرکشی | که از خاکی آخر نه از آتشی

قدح پر کن از می که می خوش بود | خصوصا که صافی و بیغش بود

بیا ساقی آن راحِ ریحان نسیم | بمن ده که نه زر بماند نه سیم

زرے را که بینی تلف در پیست | بمی ده که درمانِ دلها میست

بیا ساقی آن بادهٔ لعلِ صاف | بده تا کی این شید و تزویر و لاف

ز تسبیح و خرقه ملولم مدام | بمے رهن کن هر دو را والسلام

بیا ساقی آن بادهٔ روح بخش / بده تا نشینم بر پشت رخش
تهمتن صفت رو بمیدان کنم / بکام دل آهنگ جولان کنم
بیا ساقی از من برو پیش شاه / بگویش ز من کای شه جم کلاه
دل بینوایان مسکین بجوی / پس آنگاه جام جهان بین بجوی
بیا ساقی آن می کزان جام جم / زند لاف بینائی اندر عدم
بمن ده که باشم بتائید جام / چو جم آگه از سر عالم تمام
بیا ساقی آن جام پر کن ز می / که گویم ترا حال کسری و کی
بمستی توان دُرّ اسرار سفت / که در بیخودی راز نتوان نهفت
بیا ساقی آن می که عکسش ز جام / بکیخسرو و جم فرستد پیام
بده تا بگویم بآواز نی / که جمشید کی بود و کاوس کی
بیا ساقی آن می که شاهی دهد / بپاکی او دل گواهی دهد
بمن ده که تا گردم از عیب پاک / خرامم بعشرت بتیره مغاک
بیا ساقی آن جام چون مهر و ماه / بده تا زنم بر فلک بارگاه
چو شد باغ روحانیان مسکنم / درینجا چرا تخته بند تنم
بیا ساقی آن جام چون سلسبیل / که دل را بفردوس باشد دلیل

بدستم ده و روی دولت ببین — خرابم کن و گنج حکمت ببین

بیا ساقی از بادهای کهن — ز جامم پیاپی مراست کن

چو مستم کنی از می بیغشت — بمستی بگویم سرود خوشت

اگر همچو جم جام گیری بدست — ببینی دران آینه هرچه هست

بمستی در پارسائی زنی — دم خسروی در گدائی زنی

که حافظ چو مستانه سازد سرود — ز چرخش دهد زهره آواز رود

تباشیر صبح از طبقهای نور — بگوشش آیدم هردم از لفظ حور

بیا تا خرد را قلم درکشیم — ز مستی بعالم علم درکشیم

ز جام دما دم دمی دم زنیم — ز می آب بر آتش غم زنیم

یک امروز با یکدگر می خوریم — چو فرصت نباشد دگر کی خوریم

که آنها که بزم طرب ساختند — ببزم طرب هم نپرداختند

ازین دامگه دیر بادی مغاک — برفتند و بردند حسرت بخاک

باین تخت فیروزه فیروز کیست — ز ایام عمر آنکه بهروز کیست

دریغا جوانی که برباد شد
خنک آنکه از عالم آزاد شد

بده ساقیا مے که تا دم زنیم　　قلم بر سر هر دو عالم زنیم

سبک باش و رطل گرانم بده　　وگر فاش نتوان نهانم بده

که این چرخ و این انجم آبنوس　　بسے یاد دارد چو بهرام و طوس

بسے کوزدے کوتن بر پشت پیل (۱)　　زدندش بناکام طبل رحیل

جز این مرکز هفت پرکار نیست　　جز این هفت پرکار پرگار نیست

تو در خانهٔ ششدری ششدری　　که او مانده تا بنگری بگذری

بر ایوان شش طاق خضرا نشین　　بمنزل گه جان نشیمن گزین

بده ساقی آن آب آتش نشان　　ازان پیش کز ما نیابی نشان

که در آتش ست این دل روشنم　　همانا که آبے بر آتش زنم

که فیروز فرخ منوچهر چهر　　شنیدم که در عهد بوذرجمهر

نوشته ست بر جام نوشیروان　　که بفزای از جام نوشین روان

اگر پور زالی وگر پیر زال　　بدستان نمانی شوی پایمال

ز من بشنو اے پیر آموزگار　　مکن تکیه بر گردش روزگار

که این منزل دو در دو جای غم ست　　درین دامگه شادمانی کم ست

بده ساقی آن لعل یاقوت رنگ　　که برد از رخ لعل و یاقوت رنگ

روان ده ده آن می چو آب روان | نه آب روان کافتاب عیان
شهانیکه اینجا نشستند شاد | برفتند واز کس نکردند یاد
کدام ست جام جم وجم کجاست | سلیمان کجا رفت وخاتم کجاست
که میداند از فیلسوفان کسی | که جمشید کی بود وکاؤس کی
چو سوی عدم گام برداشتند | درین بقعه جز نام نگذاشتند
چه بندی دل اندر سپنجی سرای | که چون بگذری باز نائی بجای
دران بستن دل ز دیوانگیست | باو آشنائی ز بیگانگیست
درین دارِ ششدر نیابی تو کام | مجالِ مجال و مقامِ مقام

بروسطی کن این هفت طومار را
قلم درکش این هفت پرگار را

بده ساقی آن آبِ آتش خواص | کزان بلکه یابم ز آتش خلاص
برین سقف نه پایهٔ شش رواق | توان زد بیک جامِ می چار طاق
درین ده گروهی سیاوش وشند | که پیرانِ ده را بآتش کشند
اگر عاقلی خیز و دیوانه شو | مریز آبِ خود خاکِ میخانه شو
دم اندل زنی دردیِ درد کش | دمِ گرم خواهی دمِ سرد کش

بپی کاردانانِ ہشیار زن   رہِ دُرد نوشانِ خمار زن

مشو قیدِ این دیرِ خاکی مغاک   کہ ناگہ دہد ہم بہ بادت چو خاک

بدہ ساقی آن جوہرِ روح را   دوای دلِ ریش مجروح را

کہ دوران چو جام از کفِ جم ربود   اگر عالمی باشدش زان چہ سود

چو بنیادِ عمرست ناپایدار   بنقد این نفس را غنیمت شمار

کسی را کہ دستت رسد دستگیر   کہ فردا ہمان باشدت دستگیر

شہِ دادگستر کہ ناگہ بمرد   نگر ای برادر کہ با خود چہ برد

تو نیز آنچہ کاری ہمان بدروی   چنان کامدی باز بیرون روی

رہائی نیابد کس از شیبِ خاک   کہ بر خاک بنشست از روی خاک

بآیین حقہ سبز چندین مناز   کہ ہم مہرہ بازست و ہم حقہ باز

بدہ ساقی آن آبِ افسردہ را   بیا زندہ ساز این دلِ مردہ را

کہ ہر پارہ خشتی کہ بر منظریست   سرِ کیقبادی و اسکندریست

ہر آن گل کہ در بوستانی بود   مہِ عارضِ دلستانی بود

ہر آن شاخِ سروی کہ در گلشنیست   قدِ دلبری زلفِ سیمین تنیست

شنیدم کہ شوریدہ ای می پرست   بمیخانہ میگفت و جامی بدست

که یابد ازین کرسی زرنشان — باین سفره بیرون زد و نان و خوان

بجز خونِ شاهان درین طشت نیست — بجز خاکِ خوبان درین دشت نیست

که هر کس درین دور گردون بود — ز گردون درونش پر از خون بود

بده ساقی آن تلخ شیرین گوار — که شیرین بود باده از دستِ یار

که دارا که دارای آفاق بود — بدارندگی در جهان طاق بود

چو زین دارِ ششدر برون برد رخت — نبودش بجز گور و تابوتِ تخت

اگر هوشمندی بیا باده نوش — چو نوشی دمی باده آئی بهوش

که این طغرلِ آبنوسی قفس — نیفتد ازین دانه در دامِ کس

درِ خاک روبانِ میخانه کوب — رهِ میفروشانِ میخانه روب

مگر آبِ آتش خواصت دهند — بمستی ز هستی خلاصت دهند

بجامی برون آورندت ز خویش — بوحدت رسی پرده افتد ز پیش

که حافظ چو در عالمِ جان رسید — چو از خود برون شد بجانان رسید

من ار زانکه گردم بمستی هلاک — بآئینِ مستان بریدم بخاک

بتابوتی از چوبِ تاکم کنید — براهِ خرابات خاکم کنید

بآبِ خرابات غسلم دهید — پس آنگاه بر دوشِ مستم نهید

مریزید بر گور من جز شراب | میارید در ماتم جز رباب
ولیکن بشرطیکه در مرگ من | نالد بجز مطرب و چنگ زن

تو خود حافظا سر ز مستی متاب
که سلطان نخواهد خراج از خراب

مثنوی

الا اے آہوے وحشی کجائی | مرا با تست بسیار آشنائی
دو تنہا و دو سرگردان بیکس | دو راه اندر کمین از پیش و از پس
بیا تا حال یکدیگر بدانیم | مراد ہم بجوئیم ار توانیم
که می بینم درین دشت مشوش | چراگاہے ندارم خرم و خوش
که خواہد شد بگوئید اے حبیبان | رفیق بیکسان یار غریبان
مگر خضر مبارک پے در آید | زمین ہمتش این رہ سر آید
مگر وقت عطا پروردن آمد | که فالم لا تذرنی فردا آمد
که روزے رہروے در سر زمینے | ہمیگفت این معما با قرینے
که اے سالک چه در انبانه داری | بیا دامے بنہ گر دانه داری
جوابش داد و گفتا دانه دارم | ولے سیمرغ میباید شکارم

بگفتا چون بدست آری نشانش ‌‌ ‌ که او خود بی نشان ست آشیانش

چو آن سروِ روانِ کاروانی ‌ ‌ ز ملکِ دیده میکن پاسبانی

مده جامِ می و پای گل از دست ‌ ‌ ولے غافل مشو از چرخِ بدمست

لبِ سرچشمه و برطرفِ جوئے ‌ ‌ نمِ اشکے و با خود گفتگوئے

بیادِ رفتگان و دوستداران ‌ ‌ توافق کن تو با ابرِ بهاران

چو نالان آیدت ابرِ روان پیش ‌ ‌ مدد بخشش ز آبِ دیدهٔ خویش

نکرد آن همدمِ دیرین مدارا ‌ ‌ مسلمانان مسلمانان خدارا

چنان بیرحم زد تیغِ جدائی ‌ ‌ که گوئی خود نبوده است آشنائی

برفت و طبع خوشباشم حزین کرد ‌ ‌ برادر با برادر کے چنین کرد

مگر خضرِ مبارک پے تواند ‌ ‌ که این تنها بآن تنها رساند

نیازِ من چه وزن آرد بدین ساز ‌ ‌ که خورشید غنی شد کیسه پرداز

تو گوهر بین و از خر مهره بگذر ‌ ‌ ز طرزے کان نگردد شهره بگذر

چو من ماهی کلک آرم تحریر ‌ ‌ تو از نون و القلم می پرس تفسیر

مقاماتِ نصیحت گو همین ست ‌ ‌ که حکم اندازِ هجران در کمین ست

روان را با خرد درهم سرشتند ‌ ‌ وزان تخمے که حاصل بود کشتند

بیاور نکہتے زان طیبِ امید | مشامِ جان معطر ساز جاوید
کہ این نافہ ز چین جیب حورست | نہ زان آہو کہ از مردم نفورست
درین وادی ز بانگِ چنگ بشنو | کہ صد من خونِ مظلومان بیک جو
پرِ جبریل را اینجا بسوزند | بدان کودکان آتش فروزند
سخن گفتن کرا یارست اینجا | تعالی اللہ چہ استغناست اینجا

بدہ حافظ درین معرض مزن دم
سخن کوتاہ کن واللہ اعلم

فی المقطعات

گرکسان قدر می بدانندے | شب نخفتند و زر نشانندے
تا کھا را ز چوبِ عود کنند | پاسبانان باد نشانندے
پاے ہر خوشہ کنیزکِ ترک | بنشاندے گلسن اندے

قطعہ

خسروا دادگرا شیردلا بحرکفا | اے کمالِ تو بانواعِ ہنر ارزانی
ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد | صیتِ مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
گفتہ باشد مگرت ملہمِ غیب احوالم | اینکہ شد روزِ سفیدم چو شبِ ظلمانی

در دو سال آنچه بنید و ختم از شاه و وزیر	همه بر بود بیک دم فلک چوگانی
دوش در خواب چنان دید خیالم که سحر	گذر افتاد بر اصطبل شہم پنہانی
بسته بر آخور او استر من جو میخورد	توبره افشاند بمن گفت مرا میدانی
هیچ تعبیر نمیدانمش این خواب که چیست	تو بفرمای که در فہم نداری ثانی

ایضاً

پادشاها لشکر توفیق همراه تواند	خیز گر بر عزم تسخیر جہان زہ میکنی
با چنین جاه و جلال از پیشگاه سلطنت	آگهی و خدمت دلہاے آگہ میکنی
با فریب این خم زنگار گون نیل فام	کار بر وفق مراد صبغۃ اللہ میکنی
آنکه ده با هفت و نیم آورد پس سعدی نکرد	فرصتت باد اکہ ہفت و نیم راده میکنی

ایضاً

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت	بادت اندر شہر یاری برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش	اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

ایضاً

شاها مبشرے ز بہشتم رسیده است	رضوان سریر و حور وش و سلسبیل موی
خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب	صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفه گوی

گفتم درین سراچه ز بهر چه آمدی — گفتا ز بهر مجلس شاهِ غریب جوے
اکنون ز صحبتِ من مفلس بجان رسید — نزدیکِ خویش خوانش و کامِ دلش بجوے

در شکایتِ قاضی و حاکم گوید

آن کیست تا بحضرتِ سلطان ادا کند — کز جورِ چرخ گم شتر و گربه باید
رندے نشسته بر سر سجادهٔ قضا — حیزے دگر بمرتبهٔ سروری رسید
آن رند گفت چشم و چراغ جهان منم — آن حیز گفت همچو منے در جهان که دید
ای آصفِ زمانه ز بهر خدا بگوے — با آن شہے که دولتِ او باد بر مزید
شاہا روا مدار که مفعولِ من یراد — گردد بروزگارِ تو فعالِ ما یرید

ایضاً فی الشکایة

دل مبند ای جانِ من بہ وعدهٔ شاه وزیر — کس نمیداند که کارش از کجا خواهد کشاد
رو توکل کن نمیدانی که نوکِ کلکِ من — نقشِ هر صورت که زد رنگے دگر بیرون فتاد
شاه هر موزم ندید و بی سخن صد لطف کرد — شاهِ نزدم دید و مدحش گفتم و هیچم نداد
کارِ شاهان اینچنین باشد تو ای حافظ مرنج — داورِ روزی رسان توفیقِ نصرت شان دهاد

ایضاً

گفتند شعرِ من ز مقیشه شکر رباست — زان غیرتِ طبرزد کعب الغزال شد

بادادهانش تلخ که عیب نبات گفت | خاکش بسر که منکر آب زلال شد
آنکس که کور زاد زمادر بعیب خویش | کے مشتری دلبر صاحب جمال شد

در تقاضاے وظیفه فرماید

بسمع خواجه رسان ای رفیق وقت شناس | بخلوتے که دران اجنبی صبا باشد
لطیفهٔ بمیان آر و خوش بخند انش | بنکتهٔ که دلش را دران رضا باشد
پس انگہے زکرم آن قدر بپرس زلطف | که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد

فی الشکایۃ

زد آتش مطلقاً بے بهره باشد | که از دنیا بشادی بهر جوید
بود از شربت شادی صائم الدہر | که جلاب طرب از دهر جوید
کسے چون نوشدارو جوید از دہر | کدامین نوشدار و زہر جوید

ایضاً

بلبل اندر نالهٔ و گل خندهٔ خوش میزند | چون نسوزد دل که دلبر در دی آتش میزند
ناخوشیها دیده ام زان زاهد پشمینه پوش | من غلام مطربم کابریشم خوش میزند
زاهدا از تیر مژگانش حذر کردن چه سود | زخم پنهان چون بابروی کمان وش میزند

ایضاً

روح القدس آن سروش فرخ | از قبهٔ طارم زبرجد
میگفت سحرگهان که یارب | در دولت و حشمت مخلد
بر مسند خسروی بماناد | منصور مظفر محمد

ایضاً

تو نیک و بد خود هم از خود بپرس | چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و به نیکی بکوش | مکن عمر ضائع بلهو و لعب
چو دانی که روزی دہندت خدا ست | مدار از طمع قلب را منقلب
و من یتق اللہ یجعل لہ | و یرزقہ من حیث لا یحتسب

ایضاً

بگوش ہوش شبے منہیے ندا در داد | ز حضرت احدی لا اٰلہ الا اللہ
کہ اے عزیز کسے را کہ خوار سیت نصیب | یقین بدان کہ نیاید بروز منصب و جاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد | گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

ایضاً

آن حبهٔ خضرا خور گز روی سبکروحی | ہر کو بخورد یک جو بر بیخ زند سیمرغ
آن ذرہ کہ اعضا را در ولولہ اندازد | یک ذرہ و صد مستی یک حبہ و صد سیمرغ

در نکوہش بد قولان گوید

سگ ازان آدمی شرف دارد
که دلِ مردمان بیازارد

این سخن را حقیقتی باید
تا معانی بدل فرود آید

ادمی با تو دست در مطعوم
سگ ز بیرونِ آستان محروم

حیف باشد که سگ وفا دارد
و آدمی دشمنی روا دارد

فی الشکایۃ

صاحبم دوش باده نفرستاد
آن خطا این خطاب می ارزد

لعل و یاقوت جام او گوئی
ملک مالک رقاب می ارزد

قطعۂ پیشِ او فرستادم
که بصد خم شراب می ارزد

ایضاً

اے بادِ صبا اگر توانی
از راهِ وفا و مهربانی

از من خبرے ببر بیارم
کو سوختۂ تو در نهانی

می مُرد ز اشتیاق و میگفت
اے بی تو حرام زندگانی

ایضاً

شراب لعل مروق بجام گفت که من
چهار گوهرم اندر چهار جاے مدام

زمردم برتاک و عقیق در شیشه ... سهیل در جسم و آفتاب اندر جام
مرا حرام که گوید که وقتِ خوردنِ من ... حلال زاده برون آید از نتاج حرام

در شکایت فرماید

ای معزّ اصلِ عالی جوهرست از جعدِ حرص ... وی مبرّا ذاتِ میمون اخترت از زرق و ریو
از بزرگی کی روا باشد که تشریفات را ... از فرشته باز گیرد وانگهی بخشد بدیو

مطایبه

سرای مدرسه و بحثِ علم و طاق و رواق ... چه سود چون دلِ دانا و چشمِ بینا نیست
سرای قاضی یزد ار چه منبعِ فضل ست ... خلاف نیست که علمِ نظر در آنجا نیست

فی الوعظ

ای که از روزگار می طلبی ... فرح و عیش و خرّمی و طرب
فکرِ مال و منال و حشمت و جاه ... همه بگذار و ساغری بطلب

فی التاریخ

بروزِ کاف و الف از جمادی الاولی ... بسالِ فا و الف و دال بر زن جا ... علی الاطلاق
خدایگانِ سلاطینِ مشرق و مغرب ... خدیوِ کشورِ لطف و کرم باستحقاق
سپهرِ حلم و حیا آفتابِ جاه و جلال ... جمالِ دنیی و دین شاه شیخ ابو اسحاق

گذاشت عرصهٔ میدانِ خود بتیغ عدم	نهاد بر دلِ احبابِ خویش داغ فراق

ایضاً

بروزِ شنبهٔ سادس ز ماه ذیحجه	بسالِ هفصد و هشتاد از جهان ناگاه
ز شاهراهِ سعادت بباغِ رضوان رفت	وزیرِ کامل ابونصر خواجه فتح الله

ایضاً

آصفِ عهدِ زمان جانِ جهان توران شاه	که درین مزرعه جز دانهٔ خیرات نکشت
ناف هفته بُد و از ماه صفر کاف و الف	که بگلشن شد و این خانهٔ پر دود بهشت
آنکه میلش سوی حق بینی و حق گوئی بود	سالِ تاریخ وفاتش طلب از میل بهشت

ایضاً

سرورِ اهلِ غنائم شمعِ جمعِ انجمن	صاحبِ صاحبقران حاجی قوام الدین حسن
هفصد و پنجاه و چار از هجرتِ خیر البشر	مهر را جوزا مکان و ماه را خوشه وطن
سادسِ ماهِ ربیع الاول اندر نیمروز	روزِ آدینه بحکمِ کردگارِ ذو المنن
مرغِ روحش کان همای آسمانِ قدر بود	شد سوی دارِ بهشت آزاد از دارِ محن

ایضاً

مجدِ دین سرورِ سلطانِ قضا اسمعیل	که ز دستِ کلکِ زبان آورش از شرعِ نطق

ناقف هفته بد و از ماه رجب بست ودوم روز | که برون رفت ازین منزل بی ضبط و نسق
کنف رحمت حق منزل او دان آنگه | سال تاریخ وفاتش طلب از رحمت حق

ایضاً

رحمان لایموت چو آن پادشاه را | دید آنچنان که بود عمل خیر لایفوت
جانش غریق رحمت حق کرد تا کند | تاریخ این معامله رحمان لایموت

فی التاریخ

اعظم قوام دولت و دین آنکه بر درش | از بهر خاک بوس نمودی فلک سجود
با آن وجود و آن عظمت زیر خاک رفت | در نصف ماه ذی القعده از عرصهٔ وجود
تا کس امید جود ندارد ز کس دگر | آمد حروف سال وفاتش امید جود

ایضاً

بلبل و سرو و سمن یاسمن و لاله و گل | هست تاریخ وفات شه سنبل کاکل
خسرو روی زمین شاه زمان بو اسحق | که به طلعت او نازد و خندد بر گل
جمعه بست و یکم ماه جمادی الاولی | در سنین بود که پیوسته شد از جزو بکل

تاریخ وفات قاضی بهاء الدین روگردان

بهاء الحق والدین طاب مثواه | امام سنت و شیخ جماعت

چو میر رفت از جہان این بیت می خوانم | براہلِ فضل و اربابِ براعت
طاعت قربِ ایزد میتوان یافت | قدم در نہ گرت ہست استطاعت
برین دستور تاریخ وفاتش | برون شد از حروفِ قربِ طاعت

ایضاً

ن میوۂ بہشتی کامد بدست ای جان | در دل چرا نگشتی از کف چرا بہشتی
اریخِ این حکایت گراز تو باز پرسند | بر جملہ اش فرو خوان از میوۂ بہشتی

ایضاً

را در خواجہ طالب طاب مثواہ | امامِ سنت و بعد از مماتش
بسوی روضۂ رضوان روان شد | پس از پنجاہ و نہ سال از حیاتش
علیلِ عادش پیوستہ برخوان | وز انجا فہم کن سالِ وفاتش

ایضاً

صبحِ جمعہ بُد و سادس ربیع اول | کہ گشت فرقت آن مہ بتشنم عاجل
سال ہفتصد و شصت و چار از ہجرت | چو آب حل بشدم این دقیقۂ مشکل
ریغ و درد و تا سف کجا دہد سودی | کنون کہ عمر بہ بازیچہ رفت و بیحاصل

فی المصیبۃ

دلا دیدی که آن فرزانه فرزند | چه دید اندر خم این طاق نیلین
بجای لوح سیمین در کنارش | فلک بر سر نهادش لوح سنگین

فی الحکمة

مدتی در طلب مال جهان کردم سعی | تا بآخر خبرم شد که زنفعش ضرر ست
عوض هر چه فلک داد بمن باز ستد | نکند فائده فریاد جوانی چه سرست
عمر ضائع شد و از مال زیانی دارد | اندهٔ عمر کنون از همه غمها بترست
بعد ازین یک نفس از عمر بملک دو جهان | نفروشم که بچشمم دو جهان مختصرست
گنجها یافته ام در دل ویران ز هنر | گرچه بحر بسیت ضمیرم که سراسر هنرست
بعد ازین هر چه رسد از بد و نیک ای حافظ | غم مخور شاد بزی زانکه جهان درگذرست

فی النصیحة

هر که آمد در جهان پر ز شور | عاقبت میبایدش رفتن بگور
در ره عقبی ست دنیا چون پلی | بی بقا جائی و ویران منزلی
دل منه بر این پل پر ترس و بیم | برگ ره ساز و مشو اینجا مقیم
نزد اهل معنی این کاخ سپنج | هست چون ویرانهٔ خالی ز گنج
دور باش از دوستی مال و جاه | زانکه مالت مار و جاهت هست چاه

من گرفتم خود توئی بهرام گور | خواهی افتاد آخر اندر دام گور
گر نه کوری کور سے بین گفت | یک زمان بیکار منشین گفت
هیچ کس را نیست زین منزل گزیر | از گدا و شاه و از برنا و پیر
اے که بر ما بگذری دامن کشان | از سر اخلاص الحمد ے بخوان

فی النصیحة

نا دِ چرخ نه بینیم و نشنویم هنوز | که چشمها همه کور ست و گوشها همه کر
با کسان که مه و مهر باشد ش بالین | بعاقبت ز گل و خاک باشد ش بستر
ه فائده ز زره با کشادِ تیر قضا | چه منفعت ز سپر با نفاقِ تیغ قدر
ز آهن و فولاد سوده حصن کنے | حواله چون برسد زود اجل بکوبد در
روشنی خوش و عیش و نوش غره شو | که ظلمت از پی نور ست و زهر زیر شکر
ریکه بر تو کشاینده از هوا مکشا سے | رهے که بر تو نمایند از هوس مسپر
ه راهِ تو همه چاه است سر نهاده مرو | بجامِ تو همه زهر ست ناچشیده مخور
یار چرخ بگیر و نهاد و زنگر | بساطِ چرخ بچین و لباس آز بدر

فی التعزیة

ل سنه بر ذیب و اسباب او | ز آنکه از وے کس وفا داری ندید

کس عسل بی نیش ازین دکان نخورد — کس رطب بے خار ازین بستان نچید

هر کہ اینجا سے چراغے بر فروخت — چون تمام افروخت بادش در دمید

بے تکلف هر کہ دل بر سے نهاد — چون بدیدم خصم خود مے پرورید

شاہِ غازی خسرو گیتی ستان — آنکہ از شمشیر او خون مے چکید

گہ بیک حملہ سپاهے می شکست — گہ بہوئے قلبِ کوهے مے درید

سروران را بیگنہ می کرد حبس — گردنان را بے سخن سر مے برید

از نهیبش پنجہ می افگند شیر — در بیابان نامِ او چون می شنید

عاقبت شیراز و تبریز و عراق — چون مسخر کرد وقتش در رسید

آنکہ روشن بُد جهان بینش باد — میل در چشمِ جهان بینش کشید

فی المدح

بعهدِ سلطنتِ شاهِ شیخ ابو اسحاق — بپنج شخص عجب ملکِ فارس بود آباد

نخست پادشهے همچو او ولایت بخش — کہ جانِ خویش بپرورد و داد عیش بداد

دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین — کہ قاضیے بہ ازان آسمان ندارد یاد

دگر شهنشہ دانش عضد کہ در تصنیف — زمینِ همتِ او کارهای بستہ گشاد

دگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین — بناے کار موافق بنامِ شاہ نهاد

دگر قویم چو حاجے قوام دریا دل   کہ نامِ نیک ببرد از جہان بخشش و داد
نظیرِ خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند   خدائے عز و جل جملہ را بیامرزاد

فی المطائبۃ

رحیم مسکرِ خمار بود روزے چند   بدان دلیل کہ القاص لا یحب القاص
بر بخت خونِ صراحی وے بکشتنِ او   زمانہ نیز در آمد کہ الجروح قصاص

مخمس

در عشقِ تو اے صنم چنانم   کز ہستیِ خویش در گمانم
ہر چند کہ زار و ناتوانم   گر دست دہد ہزار جانم
در پائے مبارکت فشانم

گو بخت کہ از سرِ نیازے   در حضرتِ چون تو دلنوازے
معروض کنم نہفتہ رازے   ہیہات کہ چون تو شاہبازے
تشریف دہد در آشیانم

ای بستہ کمر ز دور و نزدیک   بر خونِ تمام ترک و تاجیک
در مسکنِ مخلص الممالیک   گر خانہ محقر ست و تاریک
در دیدۂ روشنت نشانم

هر چند ستمگری ترا خوست — کم کن تو جفا که این نه نیکوست
گیرم که دلت ز آهن و روست — آخر به سرم گذر کن ای دوست

انگار که خاکِ آستانم

گفته که چو گشتیم بزاری — زان پس به ره مرمت سپاری
بر دل رفتم وفاگاری — تو خود سرِ وصلِ ما نداری

من عادتِ بختِ خویش دانم

من از تو بجز وفا نجویم — بیرون ز گلِ وفا نه بویم
الّا رهِ بندگی نپویم — اسرارِ تو پیشِ کس نگویم

اوصافِ تو پیشِ کس نخوانم

گر غمزهٔ تو زند به تیرم — گر ترک فلک کند اسیرم
یک دم نبود ز تو گزیرم — من ترکِ وصال خود نگیرم

الّا بفراقِ جسم و جانم

گیرم نه رهِ وفا گشودیم — نه مهر به مهر سے فزودیم
نه بود هر آنچه سے نمودیم — آخر نه من و تو دوست بودیم

عهدِ تو شکست و من همانم

گر سر ببری بتیغِ تیزم | از کوی وفات بر نخیزم
ور زانکه کنند ریز ریزم | من مهرهٔ مهرِ تو نریزم

الّا که بریزد استخوانم

آنانکه نشانِ عهد جویند | جز راهِ مزارِ من نپویند
خاکِ منِ زار چون ببویند | گر نامِ تو بر سرم بگویند

فریاد برآید از روانم

گر بگذرم پیشِ خیلی | هر یک بصفا به از سهیلی
جز تو نکنم بغیر میلی | مجنون نیم ار بهای لیلی

ملکِ عرب و عجم ستانم

گفتم صنما درآرزویت | آشفته و تیره دل چو مویت
هر چند نمی رسم بکویت | شب نیست که از فراقِ رویت

زاری بفلک نمی رسانم

ای وصلِ تو اصلِ شادمانی | دائم بمرادِ دل بمانی
با حافظِ خود بگو عیانی | هر حکم که بر سرم برانی

سهل ست ز خویشتن مرانم

فی الرباعیات

جز نقش تو در نظر نیاید ما را | جز کوی تو رہگذر نیاید ما را
خوش آمده خواب جملہ را در دیدہ | حقا کہ بچشم در نیاید ما را

رباعیہ

برگیر شراب طرب انگیز و بیا | پنہان ز رقیب سفلہ بستیز و بیا
مشنو سخن خصم کہ بنشین و مرو | بشنو ز من اے نگار و برخیز و بیا

رباعیہ

روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا | کس بالب پر خندہ ندیدہ است مرا
چندان غم ہجران تو بر دل دارم | من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا

رباعیہ

شاہا چو ترا بدانش و علم و سخا | آن مرد منم کہ می نشانم بسزا
بدخواہ چہ کید کرد ناگہ کہ ازان | امروز نکرد خاطرت یاد مرا

رباعیہ

با دوست نشین و بادہ و جام طلب | بوس از لب آن سرو گل اندام طلب
مجروح چو راحت جراحت طلبد | تو از سر زخم نیش حجام طلب

رباعیه

گفتم که مگر باتفاقِ اصحاب — در موسمِ گل ترک کنم بادهٔ ناب
بلبل ز چمن نعره زنان داد جواب — کای بیخبران فصلِ گل و ترکِ شراب

رباعیه

ای قبلهٔ هر کہ مقبل آمد کویت — روی دلِ جملہ بختیاران سویت
امروز کسی کز تو بگرداند رو — فردا بکدام دیده بیند رویت

رباعیه

ای سایهٔ آفتاب زلفِ سیهت — شب پوش مهِ دو هفته طرفِ کلهت
ای شام علمدار خطِ مشکینت — وی صبح جنیبت کشِ روی چو مهت

رباعیه

امروز که روزِ فرقتِ احبابست — نہ وقتِ نشاط و عیش با اصحابست
هشیار از آن نیم کہ مے نیست مرا — مے هست ولی حریفِ مے نایابست

رباعیه

آن ترکِ پریچهره که قصدِ جان داشت — مانندِ پری چهره ز من پنهان داشت
گفتم دهنِ تنگِ تو گوئی هیچ ست — گفتا کہ ازین هیچ طمع نتوان داشت

رباعیه

باآنکه دلم در غمِ عشقت خون ست | حسنِ تو زادراکِ خرد بیرون ست
در زلفِ تو بیچاره غریبست دلم | یارب که دران شامِ غریبم چون ست

رباعیه

تو بدری و خورشید ترا بنده شده است | تابندهٔ تو شده است تابنده شده است
زان روی که از شعاعِ روی مهِ تو | خورشید منیر و ماه تابنده شده است

رباعیه

تا مرغِ دلم فتاده در دامِ غمت | بر گردنِ دل شده است صمصامِ غمت
از شربتِ جامِ دهر بیزار شدم | تا خونِ جگر می خورم از جامِ غمت

رباعیه

چون چنگ سرِ زلفِ توام در چنگ ست | هر لحظه دلم را به لبت آهنگ ست
شد بستهٔ تنگِ تو دلم را روزی | یارب که دلِ خستهٔ ذرّی تنگ ست

رباعیه

در کوی تو بیگانه تر از ما کس نیست | نزدیکِ تو بیگانه تر از ما کس نیست
در سلسلهٔ طنابت آویخته ام | زان سوی که دیوانه تر از ما کس نیست

رباعیه

در شوخی و دلبری بتِ من طاق ست / بیچاره دلم بوصلِ او مشتاق ست

پسته دهن و لاله رخ و سیمین تن / شیرین سخن و ظریف و سیمین ساق ست

رباعیه

می نوش که عمرِ جاودانی اینست / خاصیتِ روزگارِ فانی اینست

هنگامِ گل و لاله و یاران سرمست / خوش باش دمی که زندگانی اینست

رباعیه

ای روی تو در لطافت آئینهٔ روح / خواهم که قدمهای خیالت بصبوح

در دیده کشم و لے زخلدِ مژه ام / ترسم که شود پای خیالت مجروح

رباعیه

اول بوفا جامِ وصالم در داد / چون مست شدم دامِ جفا را سر داد

با آبِ دو دیده پُر از آتشِ دل / خاکِ رهِ او شدم بیادم در داد

رباعیه

ای گل ز برِ همنفسے مے آید / شادی بدلم ازو لبے مے آید

پیوسته از آن روی کنم همدستیش / کز بوے ویم بوی کسے مے آید

رباعیه

بردار دل از مادرِ دهر ای فرزند
با نصف اخیر شوهرش در پیوند
ای طلب ای آنچنین تقادی
چون حافظ اگر شوی بهوش خرسند

رباعیه

با یار کسے دست در آغوش نکرد
تا ترک زر و سیم و دل و ہوش نکرد
بی زر بت شوخ دیده هرگز سخنم
با آنکه چو گوهر ست در گوش نکرد

رباعیه

با مردم نیک بد سنے باید بود
در بادیه دیو و دد سنے باید بود
مفتون معاش خود سنے باید شد
مغرور بعقل خود سنے باید بود

رباعیه

با مے بکنارِ جوی سے باید بود
وز غصه کناره جوی سے باید بود
چون عمر گرانمایهٔ ما ده روزست
خندان لب و تازه روی سے باید بود

رباعیه

تا حکم قضاے آسمانی باشد
کار تو همیشه شادمانی باشد
گر جام سے ز دست تو نوش کنم
سرمایهٔ عمر جاودانی باشد

رباعیه

چون غنچهٔ گل قرابه پرداز شود
نرگس بهوای می قدح ساز شود
خرم دل آن کسی که مانند حباب
هم بر در میخانه سرافراز شود

رباعیه

جان در خم زلف یار جائے طلبید
وز بند بلا گره کشائے طلبید
جان پیشکش ابروِ جانان کردم
چون حاجب او نغل بہائے طلبید

رباعیه

خطت بسرا پردهٔ مه میگردد
بازار تکبرت تبه میگردد
ما را خجل و دروغ زن میگفتی
پیداست که روی کی سیه میگردد

رباعیه

خوبان جهان صید توان کرد بزر
خوش خوش بر ایشان توان خورد بزر
نرگس که کلهدار جهان ست ببین
کان نیز چگونه سر بر آورد بزر

رباعیه

راه طلب تو خار غمها دارد
کو راهروے که این قدمها دارد
دانی تو که روشناس عقل ست آن کو
بر چهرهٔ جان چراغ غمها دارد

رباعیہ

روزے کہ فراق از تو دورم سازد　　در ہجر رخ تو ناصبورم سازد
گر چشم بروے دگرے باز کنم　　حق نمک حسن تو کورم سازد

رباعیہ

زان بادۂ دیرینۂ دہقان پرور　　در دہ کہ بساط عمر طے خواہم کرد
مستم کن و بیخبر ز احوال جہان　　تا سر جہان بگویمت اے سرہ مرد

رباعیہ

شیریں دہنان عہد بپایان نبرند　　صاحب نظران ز عاشقی جان نبرند
معشوق چو بر مراد و راے تو بود　　نام تو میان عشقبازان نبرند

رباعیہ

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند　　زانسان کہ بمیرند چنان برخیزند
ما با مے و معشوق ازینیم مدام　　تا بو کہ ز خاک ما چنان برخیزند

رباعیہ

من بندۂ آن کسم کہ شوقے دارد　　بر گردن خود ز عشق طوقے دارد
تو لذت عشق و عاشقی کے دانی　　این بادہ کسی خورد کہ ذوقے دارد

رباعیہ

نہ دولتِ دنیا بستم می ارزد　　نہ لذّتِ ہستی بہ الم می ارزد
نہ ہفت ہزار سال شادی جہان　　با محنتِ پنج روزِ غم می ارزد

رباعیہ

وقتست کہ مستان بطرب برخیزند　　واندر سرِ مے و معشوق و رباب آویزند
یک چند تقاصِ عمرِ فانی شدہ را　　در جام و قدح خونِ صراحی ریزند

رباعیہ

ہجرت کہ بجانِ من درویش آمد　　گوئی سنگے بر جگرِ ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزی دور　　دیدی کہ ہمان روزِ بدم پیش آمد

رباعیہ

ہم خاطرِ تو بر منِ غمناک افتد　　کز مہر ضیا بر خس و خاشاک افتد
گر خاکِ رہت شوم مزن بر سر بانگ　　حیف ست کہ آوازِ تو بر خاک افتد

رباعیہ

ہر دوست کہ دم زد ز وفا دشمن شد　　ہر راہروے کہ بود تر دامن شد
گویند شب آبستنِ غیب ست بروز　　چون مرد ندید از کہ آبستن شد

رباعیہ

یا کار بکامِ دلِ مجروح شود
یا مرغِ دلم بر فلکِ روح شود
امیدِ من آنست بدرگاہِ خدا
کابواب سعادت ہمہ مفتوح شود

رباعیہ

یاری چو نکرد بختِ شوریدہ چہ سود
شادی چو ندید این دلِ غمدیدہ چہ سود
آن مردمِ دیدہ بود کز دیدہ برفت
چون مردمِ دیدہ نیست در دیدہ چہ سود

رباعیہ

ایامِ شباب است شراب اولیٰ تر
ہر غمزدہ مست و خراب اولیٰ تر
عالم ہمہ سر بسر خراب است و یباب
در جای خراب ہم خراب اولیٰ تر

رباعیہ

سیلاب گرفت گردِ ویرانہ عمر
آغاز پری نہاد پیمانہ عمر
بیدار شو ای خواجہ کہ خوش خوش بکشد
حمالِ زمانہ رخت از خانہ عمر

رباعیہ

در سنبلش آویختم از روی نیاز
گفتم من سودا زدہ را چارہ بساز
گفتا کہ لبم بگیر و زلفم بگذار
در عیشِ خوش آویز نہ در عمرِ دراز

رباعیه

دوش از غم تو دمی نخفتم تا روز ... یاقوت بنوک مژه سفتم تا روز
در دت که بکس نمیتوانم گفتن ... هم با دل خویشتن بگفتم تا روز

رباعیه

مردی ز کننده در خیبر پرس ... اسرار کرم ز خواجه قنبر پرس
گر تشنه فیض رحمتی ای حافظ ... سر چشمه آن ز ساقی کوثر پرس

رباعیه

ای دوست دل از جفای دشمن درکش ... با روی نکو شراب روشن درکش
با روی نکو گوی گریبان بگشای ... وز نا اهلان تمام دامن درکش

رباعیه

چشم تو که سحر بابل ست استادش ... حقا که فسون نهان نرود از یادش
آن زلف که کرد حلقه در گوش جمال ... آویزه ز در نظم حافظ بادش

رباعیه

بنگر چمن جمال فرخنده گل ... که گریه ابر بین و گه خنده گل
سرو ارچه بآزادی خود می نازد ... از راستی که داشت شد بنده گل

رباعیه

چون جامه ز تن برکشد آن مشکین خال — حقا که نظیر خود ندارد بمثال
در سینه دلش ز نازکی بتوان دید — مانندهٔ سنگریزه در آب زلال

رباعیه

هرگز نکنی یاد من ای شمع چگل — نزد من اگرچه هست کاری مشکل
دردی که من از غم تو دارم در دل — دل داند و من دانم و من دانم و دل

رباعیه

از یار وفا که دید تا من بینم — راحت ز جفا که دید تا من بینم
تو عمر منی و بیوفائی بکنم — از عمر وفا که دید تا من بینم

رباعیه

آن به که ز جام باده دل شاد کنیم — وز آمده و گذشته کم یاد کنیم
وین عاریتی روان زندانی را — یک لحظه ز بند عقل آزاد کنیم

رباعیه

آواز پی مرغ طرب می شنوم — یا نفحهٔ گلزار ادب می شنوم
یا باد حدیثی ز لبش میگوید — القصه حکایتی عجب می شنوم

رباعیه

در هجر تو من ز شمع افزون گریم — مانند صراحی اشک گلگون گریم
چون ساغر باده ام که از دلتنگی — چون نالهٔ چنگ بشنوم خون گریم

رباعیه

جانان چه شبی با تو بروز آوردم — گر بی تو دمی برآورم نامردم
از مرگ نترسم پس ازین کاب حیات — از چشمهٔ نوش آبدارت خوردم

رباعیه

در آرزوی بوس و کنارت مردم — در حسرت لعل آبدارت مردم
قصه چه کنم دراز کوتاه کنم — باز آ باز آ کز انتظارت مردم

رباعیه

من ترک تو ای نگار آسان ندهم — تا پیش ز مرد خلعت جان ندهم
یاقوت لبت که قوت جانست مرا — آن را بدو صد هزار مرجان ندهم

رباعیه

من حاصل عمر خود ندارم جز غم — در عشق تو یار خود ندارم جز غم
یک همدم و همراز ندارم نفسی — یک مونس و غمخوار ندارم جز غم

رباعیہ

اے باد بگو زراہِ دلداری من | آن را کہ نباشد غمے از زاری من
تو خفتہ بمہدِ عیش شبہائے دراز | آیا داری خبر ز بیداری من

رباعیہ

تا کے بود این جور و جفا کردنِ تو | بیہودہ ہمہ خلائق آزردنِ تو
تیغ ست بدستِ اہلِ دل خون آلود | گر بر تو رسد خونِ تو بر گردنِ تو

رباعیہ

گویند کہ فردوسِ برین خواہد بود | فردا مے ناب و حورعین خواہد بود
گر ما مے و معشوقہ گزیدیم چہ باک | چون عاقبتِ کار چنین خواہد بود

رباعیہ

با آنکہ نہد مہر و مہ از صد تمکین | بر خاکِ جنابِ تو شب و روز جبین
از دستِ دل و دیدہ بتنگم منشان | در آتشِ انتظار و فارغ منشین

رباعیہ

چون بادہ ز غم چہ بایدت جوشیدن | با لشکرِ غم چہ بایدت کوشیدن
سبز ست سرت بادہ ازان خور دمے | می بر سرِ سبزہ خوش بود نوشیدن

رباعیه

ای شرم زده غنچهٔ مستور از تو / حیران و خجل نرگس مخمور از تو
گل با تو برابری کجا آرد کرد / کو نور ز مه دارد و مه نور از تو

رباعیه

ای رای تو صحرای امل پیمودن / تا چند برآفتاب گل اندودن
گر در دهن شیر شوی بهر طمع / آخر نه شکار گور خواهی بودن

رباعیه

چشمت که فریب و رنگ میبارد ازو / زنهار که تیغ جنگ میبارد ازو
بس خود ملول گشتی از همنفسان / آه از دل تو که سنگ میبارد ازو

رباعیه

آن یار طرب شکار در دستم نه / آن ساغر چون نگار در دستم نه
آن زلف چو زنجیر که پیچید بر خود / دیوانه شدم بیار و در دستم نه

رباعیه

ای کاش که بخت سازگاری کردے / یا چرخ زمانه بازیاری کردے
از دست جوانیم چو بربود عنان / پیری چو رکاب پایداری کردے

رباعیہ

باشاہدِ شوخ و شنگ و بابربط و نے
کنجے و کبابے و یکے شیشۂ مے
چون گرم شود ز بادہ مارا رگ و پے
منت نبرم بیک جو از حاتمِ طے

رباعیہ

قسّامِ بہشت و دوزخ و عقدہ کشاے
مارا نگذارد کہ درآئیم زپاے
تاکے بود این گرگ ربائی از خاک
سر پنجۂ دشمن افگن ای شیرِ خداے

رباعیہ

گل را دیدم نشستہ بر تختِ شہی
گفتا بشنو راستی ار مردِ رہی
من طفلم و بیگنہ مرا می سوزند
ای واے بتو کہ پیری و پرگنہی

رباعیہ

گل گفت اگر دستگہے داشتمے
بگرفتمے اگر رہے داشتمے
بابیگنہی مرا چنین می سوزند
ای وای اگر گنہے داشتمے

رباعیہ

گر ہمچو من افتادۂ این دام شوی
ای بس کہ خرابِ بادہ و جام شوی
ما عاشق و رند و مستِ عالم سوزیم
با ما منشین وگرنہ بد نام شوی

رباعیه

حافظ ورقِ سخن در آئی سطی کن ۔۔۔ وین خامۂ تزویر ریائی سپی کن
خاموش نشین کہ وقتِ خاموشی تست ۔۔۔ دم درکش و جامِ بادہ را پُر می کن

آن غزلها و قصائد کہ در اکثر نسخ نبود و در بعض یافتہ شد و اخلِ کتاب نکردہ علیحدہ نوشتہ شد

الغیاث ای مایۂ جان الغیاث ۔۔۔ کفرِ زلفت برد ایمان الغیاث
ما ہمی لیسیم لب از تشنگی ۔۔۔ در لبانت آبِ حیوان الغیاث
وہ کجا شد شربتِ دیدارِ تو ۔۔۔ میکشد تلخیِ ہجران الغیاث
ما ز گریہ غرق در خون گشتہ ایم ۔۔۔ لعلِ تو پیوستہ خندان الغیاث
غمزۂ شوخِ تو از راہِ اجل ۔۔۔ میزند در دیدہ پیکان الغیاث
از خدنگِ ناوکِ مژگانِ تو ۔۔۔ زخمہا افتادہ در جان الغیاث
چون دو زلفت کرد سرگردان مرا ۔۔۔ گردشِ گردونِ گردان الغیاث
ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک ۔۔۔ ہر طرف گشتیم غلطان الغیاث
پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد ۔۔۔ رشتۂ تن گشت پیچان الغیاث
چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد ۔۔۔ جز لبانت نیست درمان الغیاث

باطناب زلف حافظ را بکش
مانده در چاه زنخدان الغیاث

بازم هوای آن گل رعناست الغیاث — دیگر دلم رمیده و شیداست الغیاث

آن دل که کنج عافیتی برگزیده بود — این دم ببزم درد و بلاهاست الغیاث

صوفی که جام صاف دمادم همی کشد — حیران کوی او شده رسواست الغیاث

عارف که غرق بود بناموس و ننگ و نام — افتاده در ملامت و سوداست الغیاث

از جان زار حافظ و سرگشتگان شوق
فریاد و شور و ولوله برخاست الغیاث

از من سوخته آن یار نمی پرسد هیچ — خبری زین دل افگار نمی پرسد هیچ

او طبیب من و من خستهٔ و بیمار غمش — چه طبیبی ست که بیمار نمی پرسد هیچ

وی طبیبی بسرم آمد و احوالم دید — گفت چونست ترا یار نمی پرسد هیچ

گفتمش بخت من و طالع شوریدهٔ من — خفته می بینم و بیدار نمی پرسد هیچ

جانم از فرقت رویش بلب آمد صد بار — که ازین دل شده آن یار نمی پرسد هیچ

دوش در خواب چو من ماه رخ او دیدم — گفت گه گاه ترا یار نمی پرسد هیچ

ای طبیب از دل یک نظری کن ما را — حافظ سوخته را یار نمی پرسد هیچ

سپیده دم که صبا بوی دوستان گیرد | چمن ز لطف هوا نکهت جنان گیرد
نوای چنگ بدانسان زند صلای صبوح | که پیر صومعه راه در مغان گیرد
شه سپهر چو زرین سپر کشد بر دوش | به تیغ صبح و عمود افق جهان گیرد
بر غم زاغ سیه شاهباز سدره نشین | درین مقرنس زنگاری آشیان گیرد
ببزمگاه چمن رو که خوش تماشائیست | که لاله کاسهٔ نسرین و ارغوان گیرد
چه حالتیست که گل در سحر نماید رخ | چه آتشیست که در مرغ صبح خوان گیرد
چه پرتویست که نور چراغ صبحدم | چه شعله ایست که در شمع آسمان گیرد

خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ
چرا به تیغ سخن عرصهٔ جهان گیرد

ای ذوق شهد لعل تو در کام من لذیذ | حلوا ای قند گرسنه را در دهن لذیذ
دندان یار در دهن تنگ خوش نمود | در کام حقه دانهٔ در عدن لذیذ
شهد و شکر هر آنچه ببازار عالم است | شیرین از وست در دهنم این سخن لذیذ
حظی دهد بعنبر زلفت دماغ را | باشد بمغز نغمهٔ مشک ختن لذیذ
ما را بکام دیده ز اشک سفید و سرخ | خطیست چون بباغ گل یاسمن لذیذ
گر حلق را بکام بود لذت از بهی | بیمار عشق را شده سیب ذقن لذیذ

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ ز جملہ بہ

در مغزِ بلبل از ہمہ بوسے چمن لذیذ

ای گفتگوی لعلِ تو در کامِ جان لذیذ — شکرِ لبت چو طعمِ شکر در دہان لذیذ

دندانِ تست قطرۂ شیر و شکر لبت — در کامہاست شیر و شکر ہر آن لذیذ

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہرِ تست — باشد ہم کباب و مے ارغوان لذیذ

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف — کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیان لذیذ

دل ناوکِ تو خواست کہ باشد ہمای را — نسبت بطعمہای دگر استخوان لذیذ

او را ز بسکہ چاشنیِ حسنِ دلبریست — پیوستہ حرفِ او گذرد بر زبان لذیذ

حافظ بسے ز شیرۂ جان پخت حلوۂ

در آرزوی آن لبِ و نامد چنان لذیذ

ایکہ شور افگندۂ در بزمِ شاہان از نمک — دادہ ستانِ لبت از خندہ بستان از نمک

می برد آبِ گہر لعلت بدریا شی و لطف — میکند نرخِ شکر یاقوت ارزان از نمک

از نمک خندان کنی ہر دم بنوعی پستہ را — دیدۂ آن را کہ گردد پستہ خندان از نمک

شور می بینیم ازان جادوی مستت در سراب — ذوق می یابم دران چاہِ زنخدان از نمک

گر نباتت میربایدِ جان بشیرینی و لطف — قند شور انگیز لعلت میدہد جان از نمک

شد دلم ریش از لبِ شورشیرینت مرے ۔ میکند زخمِ مرا ہر لحظہ درمان از نمک

آبِ حیوان یافت حافظ از نمکدانِ لبت
گرچہ ہرگز کس نیابد آبحیوان از نمک

قصاید

مقدری کہ ز آثارِ صنع کرد اظہار ۔ سپہر و مہر و مہ و سال و ماہ و لیل و نہار
مدارِ سیرِ کواکب بامرِ کن فیکون ۔ قرار داد درین طاقِ گنبدِ دوار
ز ہفت کوکبِ سیارہ و دوازدہ برج ۔ کنند سیر مخالف کواکبِ سیار
نہ آسمان ز ملائک بامرِ حق مشغول ۔ بسجدہ در گہ تسبیح و ذکر و استغفار
چہار عنصر انواع مختلف پدید آورد ۔ مدار آتش و آب و غبار و خاک مدار
قرار داد ببالای خاک و باد آتش ۔ گرفتہ کوہ و زمین در میانِ آب قرار
بدوستی نبی و ولی اساس نہاد ۔ جہان و ہرچہ در وہست خالقِ جبار
اگر نہ ذات نبی و ولی بُدے مقصود ۔ جہان بکتمِ عدم رفتے بہیچ اوّل بار
نوشتہ بر درِ فردوس کاتبانِ قضا ۔ نبی رسول و ولیعہد حیدرِ کرار
امامِ جنّ و انسی علی بود کہ علی ۔ ز کُلِ خلق فزون ست از صغار و کبار
قیامِ اوست معلق سما و کرسی و عرش ۔ ز ذاتِ اوست مطبق زمین بدین ہنجار

علی امام و علی امین و علی ایمان | علی امین و علی سرور و علی سردار
علی علیم و علی عالم و علی اعلم | علی حکیم و علی حاکم و علی گفتار
علی نصیر و علی ناصر و علی منصور | علی مظفر و غالب علی سردار
علی عزیز و علی عزت و علی افضل | علی لطیف و علی انور و علی انوار
علی ست فتح فتوح و علی ست راحت روح | علی ست فاضل و فضل افضل علی سردار
علی سلیم و علی سالم و علی مسلم | علی قسیم قصور و علی ست قاسم نار
علی صفی و علی صافی و علی صوفی | علی ونی و علی صفدر و علی سردار
علی نعیم و علی ناعم و علی منعم | علی بود اسد اللہ قاتلِ کفار
علی ز بعدِ محمدؐ ز ہر چہ ہست بہ است | اگر تو مومنِ پاکی نظر دریغ مدار
بحقِ نورِ محمدؐ و با آدمؑ و بہ خلیلؑ | بحقِ شیثؑ و شعیبؑ و بہ ہودؑ کم آزار
بحقِ یوسفؑ و یعقوبؑ و یحییؑ و لقمانؑ | بحقِ نوحؑ کہ نجے درمیانِ دریا بار
بحقِ عزتِ توریت و حرمتِ انجیل | بحقِ جمع زبور و بحقِ ذکرِ شمار
بحقِ دانشِ اسحاقؑ و شوقِ اسمٰعیلؑ | کہ در رضای خدا کرد جانِ خویش نثار
بحقِ یوشعؑ و الیاسؑ و لوطؑ و اسکندر | بحقِ نغمۂ داؤدؑ و صوتِ خوش گفتار
بحقِ مہرِ سلیمانؑ و زہدِ ابراہیمؑ | بحقِ عیسیٰؑ و موسیٰؑ و یونسِ غمخوار

بحقِ قوتِ جبرئیلؑ و صورِ اسرافیلؑ — بحقِ قابضِ ارواح در یمین و یسار

بحقِ حاملِ عرش و بقربِ میکائیلؑ — بحقِ چار کتابِ ستودهٔ جبار

بحقِ جملهٔ قرآن و صحفِ ابراهیمؑ — بحقِ جملهٔ مردانِ واقفِ اسرار

بحقِ سوزِ فقیرانِ بیکسِ در بند — بحقِ زاریِ رنجورِ بیکس و بی یار

بحقِ چهرهٔ زردِ فقیرِ سرگردان — بحقِ دردِ اسیرانِ خانمان بیزار

بحقِ ضربِ جوانانِ راهِ دین با کفر — بحقِ زاریِ پیرانِ خوار و زار و نزار

بحقِ دینِ محمد بخونِ پاکِ حسینؑ — بحقِ مردمِ نیکِ مهاجر و انصار

که نیست دینِ هدی را بقولِ پاکِ رسولؐ — امام غیرِ علی بعدِ احمدِ مختار

ز بعدِ او حسنؑ است و حسینؑ محبتِ او — مجوی جهل برین کار مومنِ دیندار

بجهل غافل و مستغرقی بغفله همی — ز رنگ می نشناسی سفیدی از زنگار

بجهد و سعیِ منِ خسته دل چه سود ترا — مگر ز خوابِ جهالت همی شوی بیدار

بجهل بیشتر و بیش آنچنان هستم — که کس مباد چنان کامدم در اول بار

سپاسِ منت و عزت خدای را که نمود — رهِ نجات و شدم از حیات برخوردار

بگاه هفصد و هفتاد بد که در شیراز — تمام گشت بیک روز جمعِ این اشعار

بدشمنان منشین حافظا تولا کن — نجاتِ خویش طلب کن بجانِ هشت و چهار

حرام زادہ و بدفعل و شوم و بی بنیاد بمدحِ شاہِ جہان سے کے کجا کند اقرار

متابعت بمنافق چو میکنی بگذر

زیادہ گفتنِ نامش ہزار استغفار

قصیدہ

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم — یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

ساقی بیا کہ از مددِ بختِ کارساز — کامیکہ خواستم ز خدا شد میسرم

جامے بدہ کہ باز بشادیِ رویِ شاہ — پیرانہ سر ہوائے جوانیست بر سرم

راہم مزن بوصفِ زلالِ خضر کہ من — از جامِ شاہ جرعہ کشِ حوضِ کوثرم

شاہا من اربعرش رسانم سریرِ فضل — مملوکِ آن جنابم و مسکینِ این درم

من جرعہ نوشِ بزمِ تو بودم ہزار سال — کے ترکِ آبخور کند این طبعِ خوگرم

گر باورت نمیشود از بندہ این حدیث — از گفتۂ کمال حدیثے بیاورم

گر برکنم دل از تو و بردارم از تو مہر — آن مہر بر کہ افگنم آن دل کجا برم

منصور بنِ محمدِ غازیست حرزِ من — وز این خجستہ نام بر اعدا مظفرم

عہدِ الست من ہمہ با مہرِ شاہ بود — در شاہراہِ عمر ازین عہد نگذرم

گردون چو کرد نظمِ ثریا بنامِ شاہ — من خود چرا چنین نکنم از کہ کمترم

شاهین صنعت چو طعمه چشیدم ز دستِ شاه — کی باشد التفات بصیدِ کبوترم

ای شاهِ شیرگیر چه کم گردد ار شود — در سایهٔ تو ملکِ فراغت میسّرم

بال و پرے ندارم و این طرفه تر که نیست — غیر از هواے منزلِ سیمرغ در سرم

بر گلشنے اگر بگذشتم چو بادِ صبح — نے عشقِ سرو بود و نه شوقِ صنوبرم

بوے تو می شنیدم و بر یادِ روی تو — دادند ساقیانِ طرب یک دو ساغرم

مستی بآبِ یک دو قدح وضعِ بنده نیست — من سالخورده پیرِ خرابات پرورم

با سیرِ اختر و فلکم داوری بسیست — انصافِ شاه باد درین قصه داورم

شکرِ خدا که باز درین اوجِ بارگاه — طاؤسِ عرش می شنود صیتِ شهپرم

نامم ز کارخانهٔ عشاق محو باد — گر جز محبتِ تو بود شغلِ دیگرم

شبل الاسد بصیدِ دلم حمله کرد و من — گر لاغرم و لیک شکارِ غضنفرم

ای عاشقانِ روے تو از ذره بیشتر — من کے رسم بوصلِ تو کز ذره کمترم

بنما بمن که منکرِ حسنِ رخِ تو کیست — تا دیده اش بگزلکِ غیرت برآورم

مقصود ازین معامله بازارِ تیزِ تست — نه جلوه میفروشم و نه عشوه میخرم

بر من فتاده سایهٔ خورشیدِ سلطنت — اکنون فراغتست ز خورشیدِ خاورم

شعرم بیمنِ مدحِ که صد ملکِ دل کشاد — گوئی که تیغِ تست زبانِ سخنورم

حافظ ز جان محب رسول ست و آل او　　بر این سخن گواست خداوند اکبرم

ایضاً

شد عرصهٔ زمین چو بساط ارم جوان　　از پرتو سعادت شاه جهانیان

خاقان شرق و غرب که در غرب و شرق اوست　　صاحبقران و خسرو شاه خدایگان

خورشید ملک پرور و سلطان دادگر　　دارای عدل گستر و کسرای کی نشان

سلطان نشان عرصهٔ اقلیم سلطنت　　بالانشین مسند ایوان لامکان

اعظم جلال دولت و دین آنکه رفعتش　　دارد همیشه توسن ایام زیر ران

دارای دهر شاه شجاع آفتاب ملک　　خاقان کامگار و شهنشاه نوجوان

ماهیکه شد ز طلعتش افروخته زمین　　شاهیکه شد ز همتش افراخته زمان

سیمرغ وهم را نبود قوت عروج　　آنجا که باز همت او سازد آشیان

گر در خیال چرخ فتد عکس تیغ او　　از یکدگر جدا شود اجزای آسمان

حکمش روان چو باد براطراف بحر و بر　　مهرش روان چو روح بر اعضای انس و جان

ای صورت تو ملک جمال و جمال ملک　　وی طلعت تو جان جهان و جهان جان

تخت تو رشک مسند جمشید و کیقباد　　تاج تو عین افسر دارا و داوران

تو آفتاب ملکی و هرجا که میروی　　چون سایه از قفای تو دولت بود روان

ارکان بپرورد چو تو داور بهیچ قرن | گردون نیاورد چو تو اختر بصد قران
بی طلعت تو جان نگراید بکالبد | بی نعمت تو مغز نه بندد در استخوان
هر دانشی که در دل دفتر نیامده است | دارد چو آب خامهٔ تو بر سر زبان
دست ترا ابر که آرد شبیه کرد | چون بدره بدره این دهد و قطره قطره آن
با پایهٔ جلال تو افلاک پایمال | وز بحر جود دست تو درد هر داستان
علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ | شرع از تو در حمایت و دین از تو در امان
بر چرخ علم ماهی و بر فرق مهر تاج | در چشم فضل نوری و در جسم ملک جان
ای خسرو رفیع جناب و منیع قدر | وی داور عدیم مثال و عظیم شان
ای آفتاب ملک که در جنب همتت | چون ذره حقیر بود گنج شایگان
در جنب بحر جود تو از ذره کمتر است | صد گنج شایگان که ببخشی برایگان
گردون برای خیمهٔ خورشید فلکهٔ آت | از کوه ابر ساخته تا زیر سائبان
این اطلس منقش نهٔ توی زرنگار | چتر بلند بر سر خرگاه خویش دان
بودی درون گلشن دار پردلان تو | در هند بود غلغل و در زنگ بد فغان
در دشت روم خیمه زدی تا غریو کوس | در دشت سند رفت و بیابان سیستان
تا قصر زرد تا ختی و لرزه او فتاد | در قصرهاے قیصر و در خانهای جان

آن کیست کو بملک کند با تو همسرے — از مصر تا بروم و ز چین تا بقیروان
تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند — تو شادمان بدولت و ملک از تو شادمان
اینک بطرفِ گلشن و بستان همی وری — با بندگان سمندِ سعادت بزیر ران
ای ملهمے کہ در صفتِ کرد بیانِ قدس — فیضے رسد بخاطرِ پاکت زمان زمان
داده فلک عنانِ ارادت بدستِ تو — یعنی کہ من کیسم بمرادِ خود مرسان
خصمت کجاست در تہِ پای خودت فگن — یارِ تو کیست بر سر و چشمِ منش نشان

هم کامِ من بخدمتِ تو گشته منتظم
هم نامِ من بمدحتِ تو گشته جاودان

ایضاً

سپیده دم کہ صبا بوی بوستان گیرد — چمن ز لطفِ هوا نکته بر جنان گیرد
هوا ز نکهتِ گل در چمن تتق بندد — افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستان گیرد
هوای چنگ بد انسان زند صلای صبوح — کہ پیرِ صومعه راهِ درِ مغان گیرد
شهِ سپهر چو زرین سپر کشد بر سر — بتیغِ صبح و عمودِ افق جهان گیرد
برغمِ زاغ سیه شاهبازِ زرین بال — درین مقرنسِ زنگاری آشیان گیرد
بزمگاهِ چمن رو کہ خوش تماشائیست — چو لاله کاسهٔ زرینِ ارغوان گیرد

چو شهسوارِ فلک بنگرد بجامِ صبوح — که خور ز شعشعه خود مهرِ خاوران گیرد

صبا نگر که دمادم چو رندِ شاهد باز — گهے لبِ گل و گه زلفِ ضیمران گیرد

ز اتحادِ هیولیٰ و اختیارِ صور — خرد ز هر گل نقشِ رخِ بتان گیرد

من اندران که دمِ کیست آن مبارک دم — که وقتِ صبح درین تیره خاکدان گیرد

چه حالتست که گل در چمن نماید روے — چه آتش ست که در مرغِ صبح خوان گیرد

چه پرتو ست که نورِ چراغِ صبح دهد — چه شعله است که در ماهِ آسمان گیرد

ضمیرِ دل نگشایم بکس مرا آن به — که روزگار غیورست وناگهان گیرد

چو شمع هر که بافشاے راز شد مشغول — لبش زمانه چو مقراض درمیان گیرد

کجاست ساقیِ مه روی من که از سرِ مهر — چو چشمِ مست خودش ساغرِ گران گیرد

پیامے آورد از یار و از پیش جامے — بشادیِ رخِ آن ماه مهربان گیرد

نواے نغمۂ نے را چو برکشد مطرب — گهے عراق زند گاه اصفهان گیرد

چرا بصد غم و حسرت سپهرِ دائره شکل — مرا چو نقطۂ پرکار درمیان گیرد

فرشتۂ بحقیقت سروشِ عالمِ غیب — که روضۂ کرمش نکته بر جنان گیرد

سکندرے که مقیمِ حریمِ او چون خضر — ز فیضِ خاکِ درش عمرِ جاودان گیرد

جمالِ چهرۂ اسلام شیخ ابو اسحٰق — که ملک درقدمش زیبِ بوستان گیرد

گہی که بر فلک سروری عروج کند | تخت پایهٔ خود فرق فرقدان گیرد

چراغ دیدهٔ محمود آنکه دشمن را | ز برق تیغ وے آتش بدودمان گیرد

باوج ماه رسد موج خون چو تیغ کشد | بتیغ چرخ برو حمله چون کمان گیرد

عروس خاوری از شرع رای انور شاه | بجاے خود بود ار راه قیروان گیرد

ایا عظیم وقارے که هر که بندهٔ تست | ز رفع قدر کمر بند توامان گیرد

رسد ز چرخ عطارد هزار تهنیت | چو فکرت صفت امر کن فکان گیرد

مدام در پے طفل ست در وجود عدوت | سماک رامح ازان وزروشب عنان گیرد

فلک چو جلوه کنان بنگرد سمند ترا | کمینه پایگهش اوج کهکشان گیرد

ملاستے چو کشیدی سعادتے دهدت | که مشتری نسق کار خود ازان گیرد

ز امتحان تو آیا مرا غرض آنست | که از صفای ریاضت دلت نشان گیرد

وگرنه پایهٔ مصحف ازان بلندترست | که روزگار بران حرف امتحان گیرد

ز عمر بر خورد آن کس که در همه صفتے | نخست بنگرد آنگه طریق آن گیرد

مذاق جانش تلخی غم شود ایمن | کسیکه شکر شکر تو در دهان گیرد

چه جای جنگ پسندی بجام یا زر دوست | چو وقت کار بود تیغ جانستان گیرد

ز لطف غیب بسختی ترنج امید متاب | که مغز نغز مقام اندر استخوان گیرد

شکر کمالِ حلاوت پس از ریاضت یافت
نخست در شکنِ تنگ از آن کران گیرد

دران مقام که سیلِ حوادث از چپ و راست
چنان رسد که امان از میان کران گیرد

چه غم بود همه حال کوهِ ثابت را
که حمله های چنان قلزمی جهان گیرد

اگرچه خصمِ تو گستاخ میرود حالی
تو شاد باش که گستاخیش عنان گیرد

که هر چه در حقِ این خاندانِ دولت کرد
جزاش بر زن و فرزند و خانمان گیرد

خیالِ شاهی اگر نیست در سرِ حافظ
چرا به تیغِ زبان عرصهٔ زمان گیرد

زمانِ عمر تو پاینده باد کین دولت
عطیه ایست که در کارِ انس و جان گیرد

ایضاً

خیر مقدم مرحبا ای طایرِ میمون قدم
شادمان کردی مرا نازم ترا تا مرقدم

میکشم در هجرِ تو انجام آغازِ نیاز
زانکه شرحِ آرزومندی نیاید در قلم

تا بدانی تو که هجران خونِ عاشق میخورد
نالهٔ شبگیر در کارست و آهِ صبحدم

صحبتِ عشاق بدنامت کند زاهد برو
خوش نگه کن باده در جامست و مجلس متّسم

گر چنین در حلقهٔ پیچ زلفِ افعی بند یار
مهره نتوان برد آسان ای دل افسونی بدم

گر حریمِ کعبه خواهی وان جمالِ بی نقاب
لاله و گل دان همه خارِ بیابانِ حرم

آن گذشت ای دل که خواری دیدی از دست رقیب
یار باز آمد بحمد الله عزیز و محترم

ساقیا مے دہ کہ رندیہای حافظ سہو کرد ... نوکِ کلکِ خواجہ بر منشورِ حافظ زد رقم

خواجۂ توران شاہِ عادل جلالِ ملک و دین ... بدرِ آفاق علی عون الورے غوث الامم

صورتِ جاہ و جلال و مقصدِ فضل و کمال ... منظرِ انوارِ رحمت مبصرِ حسنِ شیم

کانِ مردی و مروّت معدنِ صدق و صفا ... جوہرِ عدل و سیاست عنصرِ لطف و کرم

رافعِ اوضاعِ بدعت ناصرِ اعلامِ دین ... ماحیِ آثارِ طغیان قاطعِ ظلم و ستم

آستانت موضعِ دولت نہ اکنونست و بس ... دارد این قصرِ معلی نقشِ تاریخِ قدم

بختِ بیدارت چو می آمد بصحرای وجود ... خفتہ بد گردون ہنوز اندر شبستانِ عدم

قلبِ بدخواہان شکست احوالِ ما رجای تو ... ہر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم

ہان نہ پنداری کہ تنہا میزنی بر قلبِ خصم ... ہمتِ اربابِ دل با تست انزابِ کرم

شرحِ احوالِ تو الحق بو العجائب و فریست ... بندہ یا رب کے تواند کرد شکرِ این نعم

تا بمہجوری بود از خاک بوسِ درگہت ... درد نوشِ دردی بودم باندیمانِ ندم

با تما اخلاصِ ملک حاجتِ تقریر نیست ... علمِ آصف دیدہ باشد سالہا در جامِ جم

تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت باد نام
این دعا بر انس و جان گشت از دل و جان فرض ہم

تمت

خاتمه

هذا کتاب لو بیع بوزن ذهبا لکان البائع المغبون

الحمد لله علی احسانه که دیوان خجسته ایوانِ آں لعرفاء المحققین و افضل الشعراء المدققین
عارفِ حقایقِ فنونِ سخن پروری، واقفِ دقائقِ نظم گستری، سبّاحِ بحرِ فصاحت
و سیّاحِ اقلیمِ بلاغت، حضرت لسان الغیب خواجه شمس الدین محمد ملقب به
حافظ شیراز طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه بسعی و اهتمامِ خاکسار
محمد رحمت الله رعد در شهر محرم الحرام سنه ۱۳۲۰ هجری نبوی مطابق ماه
اپریل سنه ۱۹۰۲ء در بلدهٔ کانپور بمطبع نامی سمتِ انطباع پذیرفت
و ان شاء الله العزیز بعد اشاعت این دیوان که متنِ محض است شرحے
بسیط حاوی رموزات و اصطلاحاتِ صوفیائے کرام از حلیهٔ طبع آراسته
شده نذرِ ناظرین خواهد شد

والاستعانة من الله ان یختم عواقب امورنا خیرا